اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

جلد ۱۶ || امرتسر ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ۱۶ شعبان سنہ ۱۳۴۸ھ || نمبر ۱

## بانگِ عمل

از جناب مولانا غلام حسین صاحب شاکر

کیا ہے اب بزمِ صحافت میں شمارِ القریش — دے رہا کی خبر ہے حالِ زارِ القریش

اور بھی چندے اگر اس کی یہی حالت رہی — سینۂ رونق میں اُف ہوگا مزارِ القریش

وائے بیدردی کہ اس دورِ چمن افروز میں — بے کھلے مرجھا رہا ہے غنچہ زارِ القریش

ناظریں میری نظر میں نکتہ یہ خورشید ہے — بیقراری آپ کی بس ہے قرارِ القریش

آپ یہ مانیں نہ مانیں یہ حقیقت ہے مگر — آپ کی عزت کا باعث ہے وقارِ القریش

زندگی کی منزلیں ہو جائینگی روشن تریں — آئیے ہو جائیں اب ہم سب نثارِ القریش

پھونک دے اکدم جو خاشاکِ جمودِ قوم کو — آئیے دم بھر ہم وہ چمکائیں شرارِ القریش

گل بداماں ہوتا نازاں ہمارے عزم پر — آئیے آنکھوں سے چنیں ہم مل کے خارِ القریش

درد کے عالم میں پھر ایسی فضا پیدا کریں — چہچہائے روز و شب جس میں ہزارِ القریش

نغمۂ نوروز سنکر مجھسے شاکر نے کہا

رنگِ ہر گل رونقِ فصلِ بہارِ القریش

(۱۹۳۰ء)

# شذرات

"القریش" مطبوعہ ۱۵ دسمبر کے صفحہ ۲ کے حاشیہ پر ۱۵ جنوری کی اشاعت کو ملتوی رکھنے کا اس لئے اعلان کیا گیا تھا کہ اس فرصت میں "القریش" کو صوری و معنوی ظاہری و باطنی حالت میں بیان تبدیلی کرنے کے لئے مضامین کی ترتیب کے علاوہ مشاہیر قریش اور مشہور تاریخی مقامات کے عکسی تصویروں کا انتظام بھی کیا جائے لیکن افسوس ہے کہ ان چند دنوں کی مہلت ہونے کے باوجود ہم اس مقصد میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔ کوشش جاری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت تک کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ بہرحال سرورق کو خوشنما اور دیدہ زیب بنانے کی غرض سے سہ رنگا بلاک بنوانے کے لئے دے دیا گیا ہے۔ بعض احباب اس خیال سے کہ "القریش" کے حسب حال عام طور پر عکسی تصاویر کا چھپنا بہت دشوار ہوگا۔ تصاویر کی اشاعت ہی کے خلاف ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ اس وقت تک ٹھیک طور پر ہو سکے گا۔ جب دیگر برادران بھی اپنی اپنی رائے کا اظہار کر دیں گے

---

آج کل عام طور پر افسانوں اور قصے کہانیوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے صحافت نا ظرہ مذاق عامہ کی اصلاح کی بجائے خود اسکے پیچھے جا رہی ہے اور ناولوں کی اشاعت بلا تمیز اس کے کہ ان کا اخلاق پر کیا اثر ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ ہم نے اس اشاعت سے بادل ناخواستہ اس سلسلہ کو "شریف ڈاکو" کے دلچسپ فسانہ شروع کر دیا ہے اسے جاری رکھیں گے لیکن با ایں حالات ہیں ناظرین کو "القریش" سے ان غلاظت آمیز ناولوں کی توقع نہ رکھنی چاہیے۔ جن کی اشاعت صحافت موجودہ کے لئے باعث فخر ہے۔

---

اس اشاعت سے مضامین کے اس قیمتی سلسلہ کو پھر شروع کر دیا گیا ہے جو "القریش" کی شان امتیازی تھا۔ اور جس کے مطالعہ سے علمی و تاریخی معلومات میں گرانقدر وسعت ہونے کے ساتھ ساتھ ذوق ہی سرور حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ "مساوات اسلامی" "عرب اور علوم طب" "نقشہ تاتاری" وہ خاص مضمون ہیں جن کے مطالعہ ہر مبتدی سے ہر منتہی تک یکساں مفید ہو سکتی ہے۔ امید ہے۔ ناظرین کرام اس سلسلہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔

---

آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ تعالیٰ "تعارفات" کے ماتحت ممتاز قریشی خاندانوں کے تاریخی اور "مشاہیر القریش" کی سوانح حیات کا سلسلہ شروع کر دیا جائیگا۔ علاوہ ازیں مشاہیر اخلاقیات کے سوانح زندگی کا دلچسپ اور مفید ترین سلسلہ بھی شروع کر دیا جائے گا۔ ناظرین کرام انتظار فرماویں۔ اور اپنے اپنے خاندانی حالات و ذاتی کوائف کی ترسیل شروع کر دیں۔

---

ان اہم قومی ضروریات کا جن کا ذکر اجمالاً اس اشاعت کے افتتاحیہ رائیڈیٹوریل میں کر دیا گیا ہے۔ شدید تقاضہ ہے۔ کہ سال ۱۹۳۵ء میں قومی اجتماع ہو۔ ناظرین کرام افتتاحیہ مذکور کو بنظر تعمق ملاحظہ فرماویں۔ اور غور کریں۔ کہ اجتماع کی کس قدر اہم ضرورت ہے۔ جس قدر ہم اپنی ضروریات سے بے پرواہ ہو رہے ہیں۔ اسی قدر قوم پر نکبت و ادبار کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ اور ہم من حیث القوم قعر مذلت میں گر رہے ہیں۔ پس یا ان قریش کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی رائیں اور تجاویز مفیدہ سے بذریعہ ڈاک مطلع فرما کر عند القوم مشکور فرماویں۔

---

مخدومی مولانا فیض محمد فیق لدھیانوی نے "درج ظرافت" کا ایک مستقل باب شروع کر دیا ہے۔ اور اسکی پہلی قسط اس اشاعت میں شائع ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین "القریش" کی ضیافت طبع کے لئے یہ ایک بہترین باب ہوگا۔ اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا

---

آپ "القریش" کے صفحات کو گوناگوں دلچسپیوں سے مزین کرنے کے لئے ہماری قلمی اعانت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اسی اشاعت میں آپ کا دوسرا مضمون "فاروق اعظم اور غلام" کے عنوان سے بھی درج ہوتا ہے۔ جو بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔

---

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مینیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# القریش امرتسر

جلد ۱۶ — نمبر ۱

۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

# دعوتِ عمل

## سنہ ۱۹۳۰ء کے لئے پروگرام

خدائے جل جلالہٗ وجل شانہٗ کے فضل وکرم سے اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی سولہویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ اسی قادر توانا کا لطف واحسان ہے کہ "القریش" ایک ایسی قوم جو باعتدادِ زماں ہونے کے باوصف آج علم وعمل سے کوسوں دور پڑی ہے اور جو سرتاج اقوام عالم ہونے کے باوجود گمنامی کے عمیق ترین ظلمات کدہ میں بے حس و حرکت پڑی ہے۔ اور جسے اپنی ضروریات کا ذرہ بھر احساس نہیں سے نسبت رکھتے ہوئے بھی پندرہ سال تک اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن انجام دینے میں ان نازک ترین حالات میں بھی زمانہ کا ساتھ دیتا رہا جس میں اس کے زندہ رہنے کا قطعی امکان نہ تھا۔

خدائے عزاسمہٗ کی کرد گاری ہے۔ یہ ساری برکتیں یہ ساری رحمتیں یہ ساری ہمتیں سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہٗ و [illegible] توجہ شاہانہ سے ہیں جن کے طفیل ہم [illegible] اور الطاف واکرام شاہانہ سے "القریش" ایسے بے وسیلہ قومی جریدہ پر مبذول فرمائی۔ یحمد اللہ علیٰ احسانہٖ۔

"القریش" کی پندرہ سالہ خدمات پر کسی تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ارباب دانش ۱۵ سال قبل کے حالات کے موازنہ سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں قوم کے حالات میں کیا تغیر رونما ہوا اور قریش کو من حیث القوم اس کے وجود سے کیا فوائد پہونچے۔ ظاہر بین نگاہیں اگر عمیق ترین نتائج دیکھنے سے عاری ہوں تو عجب نہیں۔ لیکن دانشوران دشمنوار پسند اپنی ژرف نگہی کی وجہ سے چند [illegible] خدمات کے قدر دان ہیں۔ جو اس نے گذشتہ ۱۶ سال میں انجام دیں۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ خطوط ومراسلات اور مکاتیب ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً انہی اوراق کی زیب وزینت ہوتے رہے ہیں۔ فخر اور تعلّی سے نہیں بلکہ واقعات کی بنا پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اگر ناظرینِ "القریش" ہیں چند، قصہ کہانیوں اور بے نتیجہ داستانوں کے فقدان کے سبب اس سے دل بستگی نہیں رکھتے تو بہت اور بالاکثر ایسے علم دوست احباب بھی موجود ہیں۔ جو اس کی موجودہ روش کو دل سے چاہتے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی اشاعت میں "بزم قریش" کے تحت مولانا صدرالدین صاحب ماہر علوم شرقیہ کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے۔ جو ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خیر! ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جداگانہ مذاق رکھتا ہے۔ اور اسے حق ہے کہ اپنی طبیعت کے موافق کسی چیز کو پسند کرے یا ناپسند۔ **سوال یہ ہے** کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے اور وہ کون سا راہِ عمل ہے جو ہمیں شاہراہ کامیابی پر لے جا کر منزل مقصود اور منصۂ شہود پر پہونچانے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔

ایک ایسی غفلت آشنا اور صدیوں کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے "القریش" کی مساعی کا بظاہر کوئی نتیجہ معلوم نہیں ہوتا لیکن موجودہ حالات اب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قوم بیداری کی طرف مائل ہو چکی ہے۔ اور وہ ایک معمولی سی کوشش سے اتحاد و یگانگت کی پلیٹ فارم پر آکر اپنے مستقبل پر تدبر و تفکر کے ساتھ غور کرنے اور ترقی پذیر شدہ اقوام کے دوش بدوش چلنے کے لئے آمادہ و تیار ہے۔ بنا بریں ضرورت کا شدید تقاضا یہ ہے۔ کہ شاہد مقصود کے حصول کے لئے ہم اپنا پروگرام تجویز کریں۔ اور پوری قوت ہمت اور ثبات قدمی و استقلال کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوں۔

### منہاج

دردمندانِ قوم و بہی خواہان قریش کا سب سے پہلا مقدم اور اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ قوم کی ان تمام نحوستوں کو دور کرنے کے لئے ان تھک مساعی سے کام لینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ جو گوناگوں غفلت شعاریوں اور بوقلموں سہل انگاریوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔

پنجاب کے بعض اضلاع کے قریشی حقوقِ زراعت سے محروم ہیں۔ اس کا اثر ان کی ملازمت ترقی اور خوشحالی پر بہت برا پڑتا ہے۔ قریشی من حیث القوم تعلیم تجارت اور زراعت میں [illegible] ہے۔ ان میں بیکار اور تعلیم یافتہ

بے روزگاروں کی کثرت ہے اور کوئی چارہ کار نہیں، صحیح النسب قریشی خاندان ان ناگزیر حالات کی وجہ سے دیگر اقوام میں مدغم ہو رہے ہیں۔ اور قوم گھٹ رہی ہے۔ نظام ترکیبی کے فقدان نے "قصاب" اور "مراسیوں" کے حوصلے بڑھا دئے ہیں۔ وہ ایک شریف النسب قوم کو غلط النسل بنانے کے لئے ناروا و ناجائز طریق پر حملے کر رہے ہیں۔ ان تمام بیماریوں کا جو قوم کو مہلک طریق پر لگی ہوئی ہیں واحد علاج صرف یہ ہے کہ

(۱) صرف ۲ر کے اتیار سے آپ انجمن قریشیان پنجاب کے ممبر بنیں۔ اور

(۲) کوشش اور پُرزور کوشش ایسی کہ سال ۳۰ء میں کسی موزون مقام پر کم از کم صوبہ پنجاب کے قریشی برادران جمع ہوسکیں۔

(۳) "القریشیہ" کے خاص نوٹوں پر گہری توجہ دیکر مشورہ طلب امور اور مراسلات کے جواب میں تاخیر نہ ہونے دیں۔

آج سے ہماری تمام کوششیں اس اہم ضرورت کے پورا کرنے پر صرف ہونگی اور آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ ہماری صدق دل کے ساتھ مدد کریں۔ وباللہ التوفیق!

# فاروقِ اعظم اور غلام

گر چشم جہاں بیں ہے تو نیرنگِ جہاں دیکھ
آفاق میں اللہ کی قدرت کے نشاں دیکھ!

مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنے عہد عدالت مہد میں اپنی عزیز رعایا کے بیشتر مقدمات رات کے وقت چراغ کی روشنی میں فیصل کیا کرتے تھے ایک شب کا ذکر ہے کہ اُن کا ایک غلام نہایت سراسیمگی کی حالت میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور امور خانگی کے متعلق کچھ عرض معروض کرنے لگا۔

حضرت عمرؓ نے یہ عجیب و غریب دیکھکر اس غلام کو فوراً یہ حکم دیا کہ وہ پہلے اس جلتے ہوئے چراغ کی بتی کو گل کر دے اور بعدہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا تھا بصراحت بیان کرے۔ بعدہٗ اس امر کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سلطانی سراج میں جس قدر روزانہ تیل خرچ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بیت المال کے جمع شدہ روپیہ سے خریدا جاتا ہے۔ فلہذا اُس کا استعمال اس طرح ذاتی اشتغال کے تصفیہ کیلئے قطعی غیر مشروع اور خلاف آئین ہے۔ بلکہ فی الحقیقت اس تیل کا صحیح مصرف یہ ہے کہ اُس کی ضیا میں مسلمان رعایا کے اہم معاملات پر بنظر عمیق غور و خوض کیا جائے۔ اور حتی الوسع اُن کو سہولت کے ساتھ طے کرنیکی کوشش کی جائے۔ ؏ عدالت ایسی ہوتی ہے۔ عدالت اسکو کہتے ہیں

(فیض لدھیانوی)

# پیامِ اقبال

(از فیض لدھیانوی)

یکایک بے رُخی کی جان کو تو اسقدر رو جا | کہ داغ فرقہ بندی دامنِ اسلام سے دھو جا
اخوت کا گلستانِ جہاں میں بیج یوں بو جا | "بُتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی"

(اقبال)

# مساواتِ اسلامیؐ

## عہدِ فاروقی کا ایک دلچسپ واقعہ

**غسانی تاجدار جبلہ ابن الیہم اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ**

جبلہ ابن الیہم غسانیوں کا سب سے آخری بادشاہ تھا۔ جب اسلامی لشکر نے اس حصۂ ملک پر قبضہ کر لیا۔ تو وہ مسلمان ہوکر مدینہ آیا۔ فاروق رضؓ اعظم نے اس کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا۔ اور خود بدولت کھڑے ہوکر اس سے ملے۔ اور نہایت عزت کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی۔ ایک دن مدینہ کی سیر کے لئے اس کے گلی کوچوں میں پھر رہا تھا۔ کہ اس کے آزاد بند (تہ بند) پر جو ٹخنوں کے نیچے زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ بنی خزار کے ایک شخص نے پاؤں رکھدیا۔ اور وہ کھل گیا۔ جبلہ نے غضب آلود ہوکر اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ خزاری نے اس کے خلاف حضرت عمرؓ کے دربار میں استغاثہ کیا۔ آپ نے جبلہ کی حاضری کا حکم دیا۔ اور فریقین کے بیانات سننے کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ خزاری جبلہ کے اسی طرح تھپڑ لگائے جسطرح اس نے لگایا تھا۔ یہ فیصلہ سُن کر جبلہ سٹ پٹایا۔ اور کہنے لگا "کیا میں اور یہ شخص برابر ہیں؟"

**حضرت عمرؓ:** "ہاں۔ اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے۔"

**جبلہ:** "تو پھر میں ایسے اسلام سے باز آیا۔"

**حضرت عمرؓ:** "اگر تو ایسا کرے گا۔ تو قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔"

**جبلہ** (خوفزدہ ہوکر) "آپ رات کی رات مہلت دیں۔ تاکہ میں اسپر غور کر لوں۔"

**حضرت عمرؓ:** "ہاں یہ ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ مہلت کے دوسرے دن بوریا بستر سنبھال مدینہ سے چمپت ہوکر قیصر روم سے جاملا۔ اور عیسائی ہوگیا۔ لیکن بعد میں اپنے کئے پر نادم ہُوا۔ اور اس ندامت کا اظہار چند اشعار میں کیا۔ جن میں سے ایک یہ ہے :۔

تنصرت الاشراف من اجل لطمۃ ❊ وما کان فیھا لو صبرت لھا ضرر

(ترجمہ) شریف لوگوں نے ایک دھپڑ کی وجہ سے عیسائیت اختیار کی حالانکہ اس میں کچھ ضرر نہیں تھا۔ اگر میں دھپڑ کھانے پر صبر کرتا۔

جب وہ ہرقل قیصر روم کے ہاں پناہ گزین ہُوا۔ تو اسنے اسے مال و دولت اور جاگیریں دیکر حد سے زیادہ اس کی قدر افزائی کی۔ اس واقعہ کو عرصہ گذر گیا۔ اور وہ قیصر کے پاس عیش و عشرت میں اپنی زندگی کے ایام گذارنے لگا۔ لیکن اسلامی افواج کی فتوحات دیکھکر اس کا دل جلتا تھا۔ کیونکہ اسے رشک پیدا ہوتا تھا۔ کہ اس میں اس کا حصّہ نہیں۔ انہی ایام میں اتفاقاً حضرت عمرؓ نے ایک ایلچی ہرقل کے دربار میں اس غرض سے بھیجا۔ کہ قیصر کو اسلام کی دعوت دے۔ اور اگر وہ اس سے انکاری ہو۔ تو اس سے جزیہ کا مطالبہ کرے۔ ایلچی نے جب اپنے فرائض منصبی بجالاکر واپسی کا ارادہ کیا۔ تو ہرقل نے اس سے کہا:۔

"کیا تم اپنے ابن عم سے نہیں ملے۔ جو ہمارے پاس آکر اپنی خواہش سے عیسائی ہو گیا ہے؟"

**ایلچی:** "نہیں تو"

**ہرقل:** "اس سے ضرور ملو۔ پھر میرے پاس آؤ۔ میں تمہارے بادشاہ کے خط کا جواب اس وقت تمہیں دوں گا۔"

چنانچہ ایلچی جبلہ کے محل کی طرف آیا۔ وہاں اسے حجاب، خدام اور لوگوں کا ذہبی ہجوم نظر آیا۔ جو قیصر کے محل کے باہر تھا۔ اذن طلب کرنے کے بعد اجازت مل گئی۔ اور وہ جبلہ کے سامنے پیش ہُوا۔ اس سے قبل جبکہ جبلہ مدینہ گیا تھا۔ تو اس کی داڑھی کے بال سُرخ تھے۔ لیکن اس وقت ایلچی نے اسے سیاہ پایا۔ اور اس لئے وہ اسے نہ پہچان سکا۔ ایلچی کے حاضر ہونے کے بعد جبلہ نے حکم دیا۔ کہ سنہری پانی کا برتن لایا جائے۔ اور اسنے اپنی داڑھی پر پاشی کیا۔ جس سے وہ پہلے کی طرح سُرخ ہوگئی۔ جبلہ اس وقت ایک کانچ کے تخت پر بیٹھا ہُوا تھا۔ جس کے چاروں پایوں پر سونے کے شیر بنے ہوئے تھے جونہی اس نے ایلچی کو دیکھا۔ فوراً اسے کھینچ کر اپنے برابر بٹھالیا۔ اور یوں گفتگو کرنے لگا

**جبلہ:** "مسلمانوں کا کیا حال ہے۔"

**مسلم ایلچی:** "بہت اچھا ہے۔ اور جب سے آپ وہاں سے رخصت ہوئے ہیں۔ بفضلِ ایزد متعال ان کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔"

**جبلہ:** "جس وقت تم مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عمر ابن الخطاب کا کیا حال تھا"

**ایلچی:** "آپ اچھے تھے۔" ایلچی کا بیان ہے۔ کہ جب میں نے فاروق اعظم رضؓ کی

خیرت کا حال بتایا۔ تو اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں تخت سے نیچے اتر آیا اس پر وہ بولا "کیا وجہ ہے۔ کہ جو عزت میں نے تمہیں دی ہے۔ تم اس سے انکار کرتے ہو"

**ایلچی**" اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہمیں منع فرمایا ہے"

**جبلہ**" ہاں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع تو کیا۔ لیکن تمہارے دل کو اس سے آراستہ کر دیا"

**ایلچی**" جبلہ تجھ پہ ہلاکت ہو۔ کیوں تو مسلمان نہیں ہوتا۔ حالانکہ تو اسلام اور اس کی فضیلت کو اچھی طرح جانتا ہے"

**جبلہ**۔ مجھ سے فعل ہی ایسا سرزد ہوا ہے۔ کہ میں تمہارے مذہب میں واپس نہیں ہو سکتا"

**ایلچی**" تو ٹھیک کہتا ہے۔ لیکن بنی خزارہ کے ایک شخص سے وہی فعل سرزد ہوا تھا۔ جو تم سے ہوا تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ اسلام سے مرتد ہونے کے بعد اس نے مسلمانوں کے بڑے بڑے شرفاء کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور پھر جب وہ اسلام میں واپس آیا۔ تو مسلمانوں نے اسے بڑھ کے لیا۔ اب میں اسے مدینہ میں مسلمان ہی چھوڑ کے آیا ہوں۔ اور وہ وہی شخص ہے جس کے تم نے دھپڑ لگایا تھا۔ اور تم سے اس کا قصاص طلب کیا گیا تھا۔ اب تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ تمہارا جرم اس کے جرم سے کس قدر ہلکا ہے۔ اس نے مرتد ہونے کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کیا لیکن تم نے صرف ارتداد کے اوپر ہی صبر کیا تھا"

**جبلہ**" خیر میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ اب تم اس سے زیادہ میرا ایک کام کرو۔ میں بے شک اسلام میں واپس آ جاتا ہوں۔ لیکن تم نے دو باتوں کا ضامن ہونا ہو گا۔ ایک یہ کہ عمرؓ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دے۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین کرے۔

**ایلچی**" لڑکی کی شادی کی ضمانت تو میں دے سکتا ہوں۔ لیکن جانشینی کی ضمانت دینا میرے اختیار میں نہیں ہے"

اس کے بعد جبلہ خاموش ہو گیا۔ اور اس نے ایک خادم کو جو اسکے قریب ہی کھڑا تھا اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔ اور اپنے ساتھ بہت سے غلام لایا جو سونے اور چاندی کے بڑے بڑے لگنوں میں طعام اٹھائے ہوئے تھے۔ زریں دسترخوان بچھایا گیا۔ اور اس پر کھانا چنا گیا۔ کھانا چنے جانے کے بعد جبلہ نے ایلچی سے کہا "کھاؤ"

**ایلچی**" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے سے ہمیں منع فرمایا ہے"

**جبلہ**" ہاں انہوں نے ایسے برتنوں میں کھانا کھانے سے تم لوگوں کو منع فرمایا ہے۔ لیکن تمہارے دلوں کو اس کی طرف راغب ضرور کر دیا ہے"

کھانا تناول کرنے کے بعد سونے کے طشت اور چاندی کے لوٹے لائے گئے جبلہ نے ان میں ہاتھ دھوئے۔ لیکن مسلمان ایلچی نے معمولی طشت میں ہاتھ صاف کئے۔ اس کے بعد اس نے ایک خادم کو اشارہ کیا جو چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد مرصع کرسیاں اٹھا لایا۔ جن میں سے دس تخت کی دائیں طرف اور دس بائیں طرف رکھ دی گئیں۔ پھر چند ایک کنیزیں آئیں جن کے سروں پر سونے کے مرصع تاج تھے۔ چنانچہ وہ دائیں اور بائیں کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر ایک اور کنیز آئی جس کا چہرہ آفتاب کی مانند چمکتا تھا۔ اور اس کے سر پر ایک تاج تھا تاج کے اوپر ایک پرند بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک جام تھا جس میں سے مشک کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اور دوسرے ہاتھ میں عرق گلاب کا بھرا ہوا ایک برتن تھا۔ اس نے پرند کو اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی آواز دی۔ آواز سنتے ہی وہ اس کے سر سے اڑ کر مشک کے جام میں کود گیا۔ اور پھڑ پھڑانے لگا۔ اس کے بعد کنیز نے پھر آواز لگائی۔ اور وہ وہاں سے اڑ کر عرق گلاب کے برتن میں غوطہ لگا گیا۔ اور پھڑ پھڑانے لگا۔ پھر اس نے (کنیز نے) اشارہ کیا وہ وہاں سے نکل کر جبلہ کے تاج کی صلیب پر بیٹھ گیا۔ اور ناچنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے پر جھاڑ دئے۔ اس پر جبلہ خوشی سے اس زور سے ہنسا۔ کہ اس کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ پھر ان کنیزوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ بیٹھی تھیں۔ اور ان سے کہا "ہمیں ہنساؤ" چنانچہ انہوں نے عود سنبھال کر گانا شروع کیا۔ جبلہ ان کے گانے سے ایسا محظوظ ہوا کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ پھر ایلچی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:۔

"جانتے ہو کس کی غزل ہے جو انہوں نے گائی ہے"

**ایلچی**" نہیں"

**جبلہ**" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت کی ہے"

اس کے بعد ان کنیزوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اس کے بائیں طرف بیٹھی تھیں۔ اور بولا "ہمیں رلاؤ" چنانچہ انہوں نے اپنے عود سنبھال کر غزل شروع کی۔ ان کے گانے نے اس پر ایسا اثر کیا کہ روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر ایلچی سے خطاب کر کے کہنے لگا۔

"جانتے ہو کس کے اشعار ہیں؟"

**ایلچی** "نہیں۔"

**جبلہ** "یہ حسان بن ثابت کے ہیں۔"

اس کے بعد اس نے اپنے وہ اشعار جو اس نے اسلام سے مرتد ہونے کے فوراً بعد اپنی ندامت کے اظہار کے متعلق کہے تھے۔ پڑھنے شروع کئے۔ اور ایلچی سے کہا "کیا حسان زندہ ہے۔"

**ایلچی** "ہاں۔"

جواب سن کے اس نے حکم دیا کہ ایک خلعت حسانؓ کے لئے اور دوسرا ایلچی کو دیدیا جائے۔ اور کہا کہ حسّان کے لئے بہت سامال اور ایک اونٹنی اس کے سپرد کردئے جائیں۔ اور پھر ایلچی سے کہنے لگا "یہ تحائف میری طرف سے حسان کو دینا اور اس سے میرا سلام کہنا۔ اور اگر وہ تمہارے جانے سے پیشتر مر چکا ہو تو مال اس کے اہل کے حوالے کرنا اور اونٹنی اس کی قبر پر ذبح کر دینا۔"

جب ایلچی قسطنطنیہ سے واپس ہؤا۔ تو اس نے جبلہ کا قصہ حضرت عمرؓ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا "تو نے کیوں اسے جانشین نہ کئے جانے کی ضمانت نہ دی۔" چنانچہ آپ نے اسے دوبارہ ہرقل کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ تم جبلہ سے جا کر کہو کہ عمر اپنے بعد تمہیں اپنا جانشین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ایلچی جب قسطنطنیہ پہنچا۔ تو لوگ اسے دفن کر کے قبرستان سے واپس آرہے تھے۔

# حورِ سحر

سکوتِ شب کی اخیر جھلکی سحر کا پیغام لا رہی تھی
بساطِ عالم سے چاندنی نے سپید دامن اُٹھا لیا تھا
ڈھلک رہے تھے دُرِ منور گلوئے پہنائے اخضریں سے
لہک رہا تھا حسین سبزہ ہوا کے پُر کیف جزر و مد سے
نہالِ تازہ لچک رہے تھے سپید کلیاں چٹک رہی تھیں
کنارِ جو میں بکھر رہے تھے صبیح اوراقِ سیم گویا
حسین چڑیاں پھدک رہی تھیں طیور رنگیں تھے نغمہ پیرا
پروں کو اپنے جھٹک رہے تھے بہ شوق مرغان صبح آرا
کلیلیں سبزہ پہ کر رہے تھے، ہرن مسرت میں مست ہو کر
پہاڑیوں کے خموش دامن بہار رنگیں بنے ہوئے تھے
ادہر تھا نورِ سحر کا جلوہ، طلوع خورشید زرفشاں سے
طلوع خورشید ہو رہا تھا خرامِ سادہ کی جنبشوں سے
سپید دانتوں کی بجلیوں میں حسین تارے چمک رہے تھے
لبوں کی معصوم جنبشوں میں نہاں تھے نغمہ ہائے شیریں
تھی بے نیازی عجیب اُس کو نگاہ رنگیں کی کیفیت سے

سپیدۂ صبح کی تجلّی اُفق کے پردوں سے آرہی تھی
مہِ درخشاں کا روئے روشن نقابِ مشرق چھپا رہی تھی
عروسِ ناز آفریں شفق کی لبِ اُفق مسکرا رہی تھی
گلوں کی عنبر طراز نکہت، چمن کو جنت بنا رہی تھی
مہک رہی تھی فضائے گلشن، شمیم کو تر لٹا رہی تھی
حسین موجوں کے آئینوں میں شعاع خور جھلملا رہی تھی
یہ سروِ نازاں سپید قمری، بصد طرب چہچہا رہی تھی
سپید مرغابیوں کی سیمیں قطار مشرق کو جا رہی تھی
حسین بھوروں کی نغمہ زائی، شراب وحدت بہا رہی تھی
لطیف و پُرکیف وادیوں سے، شمیم فردوس آرہی تھی
اُدہر وہ نورِ نگاہ صحرا، سحر کی زینت بڑھا رہی تھی
نگاہِ معصوم کی لطافت، فضا میں کلیاں لٹا رہی تھی
عفیف و معصوم مسکراہٹ سحر کی زینت لٹا رہی تھی
جھکائے سر بے نیاز یعنی وہ زیرِ لب گنگنا رہی تھی
رُخِ نگاریں کی نزہتوں کی خبر نہ اُس کو ذرا رہی تھی

یہ بے نیازی یہ خاکساری یہ شوقِ محنت یہ روئے خنداں
رموز مخفی ہیں زندگی کے ہیں راز اصل حیات پنہاں

# فتنۂ تاتار

## تاتاری وحشیوں کے ہاتھوں عروس البلاد بغداد کی تباہی

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

مسلمانوں کے سیزدہ صد سالہ حکومت کے دوران میں جو آفتیں بروئے کار آئیں۔ ان میں فتنۂ تاتار کی مصیبت کبریٰ کا ذکر ہمیشہ تاریخ میں خونیں حروف سے مرقوم رہے گا۔ اس قیامت صغریٰ کو بپا ہوئے تقریباً سات سو سال گزر چکے ہیں لیکن آج بھی اہل نظر کو اس کا خوں چکاں ذکر دعوتِ ماتم دیتا ہے۔ اور جب ہم تاریخ میں عباسیہ کی شوکت و عظمت اور عروس البلاد بغداد کے تموں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ اور پھر وحشی تاتاریوں کے ہاتھوں اس عظمت کی بربادی کا ماجرا ہماری نظر سے گزرتا ہے۔ تو آنکھیں بے اختیار پُرنم ہو جاتی ہیں۔ بلبل شیراز نے اپنے مشہور عالم مرثیہ میں اس حقیقت کو اچھی طرح بیان کیا ہے ؎

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں

### عباسیہ کے زوال کے اسباب

عباسیہ کے زوال اور بغداد کی تباہی کے اسباب چنداں محتاج بیان نہیں۔ خلفائے عباسیہ لذائذ و نعم کے اس قدر خوگر ہو چکے تھے۔ کہ ان میں پیکار آزمائی کی طاقت نہیں رہی تھی ہلاکوخاں کا سفیر جب مستعصم باللہ کے دربار میں آیا۔ تو اسے خلیفہ کے سراپردہ جلال تک پہونچنے کے لئے ہزار ریشمی پردوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن اس شان و شوکت اور کر و فر نے اسے بالکل مرغوب نہیں کیا۔ بلکہ اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی۔ کہ سلطنت بغداد چراغ سحری ہو رہی ہے۔ جسے ایک ہلکا سا جھونکا بجھانے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت اکثر صوبوں کے والی خود مختار ہو کر کوس لمن الملکی بجا رہے تھے۔ اور پھر ستم یہ کہ دار الخلافت بغداد میں شیعہ سُنی نزاع برپا تھا۔ ابن علقمی نے جو وزیر سلطنت اور سادات کرخ میں سے تھا غداری کی۔ اور نتیجہ یہ ہُوا کہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ یہ تو وہ اسباب ہیں جنہیں تقریباً تمام مؤرخین نے لکھا ہے۔ لیکن ہم صحبت امروزہ میں فتنۂ تاتار کے ایک اور گوشہ کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں جو ابھی تک عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

### فتنۂ تاتار میں مسیحیوں کا ہاتھ

اکثر مؤرخین نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ کہ فتنۂ تاتار میں درحقیقت مسیحیوں کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ تاتاریوں کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی دعوت انہوں نے ہی دی۔ اور اس حادثہ فاجعہ کو مسیحیت اور اسلام کی دیرینہ آویزش کے سلسلہ کی ایک کڑی سمجھنا چاہئے۔ مسیحیوں کو خود مسلمانوں سے تاب پیکار نہیں تھی۔ اس لئے وہ چاہتے تھے۔ کہ تاتاریوں کے ہاتھوں ان کے اقتدار کو صدمہ پہنچایا جائے۔ اور اس طرح ارض مقدس میں ایک مسیحی حکومت قائم کرنے کے لئے سازگار فضا پیدا کی جائے۔

### فرقہ اسماعیلیہ کی سفارت

۱۲۳۸ء میں فرقۂ اسماعیلیہ کی جانب سے جو عام طور پر باطنیہ اور قرامطہ کے نام سے مشہور تھا جس نے قلعہ الموت کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ ایک سفارت انگلستان اور فرانس کے پاس بھیجی گئی۔ اسماعیلیہ کے سفیر نے ان دونوں فرنگستانی سلطنتوں سے التجا کی۔ کہ وہ ان کی اعانت کریں۔ تاکہ وہ تاتاریوں کی ترکتاز سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن انگلستان اور فرانس نے ان کی یہ درخواست قبول نہ کی۔ اور بشپ آف ونچسٹر نے ان کی التجا سنکر یہ مقدس آرزو ظاہر کی۔ کہ یہ کتے باہم دگر جنگ کر کے ہلاک ہو جائیں تو ہم ان کی سلطنت کے خرابہ پر ایک عالمگیر کیتھولک کلیسا کی تعمیر کرینگے۔ اور اس طرح مسیحیوں کا ایک گلہ ہوگا اور ایک ہی چرواہا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیحیوں کو تاتاریوں سے بھی کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو چاہتے تھے۔ کہ تاتاری اور مسلمان باہمی جنگ کے بعد کمزور ہو جائیں۔ تو ہم ان کی تخریب سے اپنی تعمیر کا سامان بہم پہنچائیں۔ اور ان کی عظمت برباد پر ایک عظیم الصولت سلطنت کی بنیاد استوار کی جائے۔ چنانچہ یہ آرزو فتنۂ تاتار کی مہیب صورت میں ظاہر ہوئی۔

### تاتاری بادشاہ کے دربار میں مسیحی سفیر

یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ جو خواہش کارزار صلیبیہ کو بروئے کار لے آئی۔ وہی فتنۂ تاتار کا باعث ثابت ہوئی۔ مسیحی سلطنتیں تاتاریوں کی شمشیر آبدار کا مزہ چکھ چکی تھیں۔ ۱۲۴۱ء میں تاتاریوں کا سیلاب مشرقی یورپ پر ٹوٹ پڑا۔ اور

تاتاریوں نے فتمند ہوکر مراجعت کی۔ اس حملہ سے چار سال کے بعد مغربی یورپ سے تاتاری بادشاہ کے دربار میں ایک سفارت بھیجی گئی۔ یورپ سے وسط ایشیاء میں سفارت بھیجنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس زمانہ میں آج کی طرح ذرائع رسل ورسائل کی فراوانی نہیں تھی۔ لیکن مسلمانوں کی تباہی کی آرزو نے دو مقدس راہبوں کو اس امر پر آمادہ کردیا۔ کہ وہ شدائد سفر یورپ برداشت کرکے تاتاری بادشاہ کے دربار میں جا پہونچیں۔ ان میں سے پہلا راہب یوحنا کارپین پاپائے اعظم کا مکتوب لیکر ۹ مارچ ۱۲۴۵ء کو روانہ ہوا۔ اور کئی مہینہ کے سخت وصعب سفر کے بعد مغلوں کے شہنشاہ کیوک خاں کے دربار میں جا پہونچا۔ یوحنا کارپین نے شاہنشاہ مذکور کا جواب ۱۲۴۷ء کے موسم خزاں میں مراجعت کی۔ دوسرا سفیر دلیم روبروک ۱۲۵۳ء میں روانہ ہوا۔ اور منگوخاں کے دربار میں آٹھ ماہ تک رہا۔ منگوخاں نے بارہا شرف حضوری بخشا۔ ان دونوں سفیروں نے سیاحت نامے تحریر کئے ہیں۔ جن کے انگریزی تراجم شائع ہوچکے ہیں۔ اس وقت مغلوں کے دربار میں کئی اشخاص ایسے موجود تھے۔ جو لاطینی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ جب کیوک خاں نے پاپائے اعظم کے نامہ کا جواب تحریر کرنا چاہا۔ تو اس نے یوحنا راہب سے استفسار کیا۔ کہ کیا پاپائے اعظم کے دربار میں کوئی شخص تاتاری زبان سے آگاہ ہے۔ یوحنا نے جواب دیا کہ حضور عالی بہتر ہوگا۔ کہ اصل مکتوب تاتاری میں تحریر کیا جائے۔ اور اس کا مطلب مجھے سمجھا دیا جائے۔ تاکہ میں لاطینی میں اس کا ترجمہ کرلوں۔

## یوحنا کی دانشمندی

یوحنا راہب ایک دانشمند شخص تھا۔ چنانچہ جب کیوک خاں نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ بھی پاپائے اعظم کے دربار میں سفارت بھیجے۔ تو یوحنا نے اسے ٹال دیا۔ یوحنا کو خطرہ تھا۔ کہ اگر تاتاری سفیروں نے فرنگستانی امرا کی خانہ جنگی دیکھی۔ تو ان وحشیوں کی ترکتاز سے مغربی ممالک کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب یوحنا نے مراجعت کی۔ تو سارے یورپ میں خوشیاں منائی گئیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں اتنا دور دراز کا سفر کرنا اور تاتاریوں کے دربار میں جاکر زندہ واپس چلا آنا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

## وسط ایشیا کی فرضی مسیحی سلطنت

مغلوں اور مسیحیوں کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کے لئے یہ عجیب وغریب افسانہ وضع کیا گیا۔ کہ وسط ایشیاء میں پرسٹر جان نام ایک مسیحی شہزادہ نے ایک قوی شوکت سلطنت قائم کررکھی ہے۔ اور تاتاریوں کا بیشتر حصہ مسیح کی بھیڑوں کے گلہ میں شامل ہوچکا ہے۔ پرسٹر جان کی مسیحی سلطنت کا ذکر مشرقی مورخوں میں صرف ابوالفرج نے کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ داستان مغربی افسانہ طرازوں کی بلندی فکر کی مرہون منت ہے۔ اور یہی روایات ابوالفرج کا ماخذ معلوم ہوتی ہیں۔

## بغداد کی تباہی

بغداد ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء میں چنگیزی ترکوں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ مسیحی ممالک میں مسلمانوں کی بربادی پر خوشیاں منائی گئیں۔ اور یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ اب مشرق میں عیسائیوں کے اقتدار کا نقارہ بجنے والا ہے۔ لیکن مسیحیوں کی یہ آرزو بار آور نہ ہوئی۔ اور تھوڑے عرصہ میں وحشی تاتاری جو اسلام کی تباہی کا عہد کرکے وسط ایشیا کی پہنائیوں سے اٹھے تھے۔ حلقہ بگوش توحید ہوکر ناموس اسلام کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوگئے ؎

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

تاتاریوں نے اسلامی ممالک فتح کئے۔ اور اسلام نے ان کے قلوب کو مسخر کرلیا۔ مسیحیت کے لئے یہ بہت بڑا حادثہ جانکاہ تھا۔ کیونکہ بشپ آف ونچسٹر کی مقدس آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ دارالسلطنت بغداد کی تباہی کے بعد بھی فرنگستانی سلطنتوں سے تاتاریوں کے تعلقات قائم رہے۔ ۱۳۰۷ء میں تاتاریوں کے سفیر انگلستان پہونچے۔ اس وقت شاہ ایڈورڈ ثانی تخت انگلستان پر متمکن تھا۔ اس سفارت کا مقصد یہ تھا۔ کہ مملوک مصر کو شکست دینے کے لئے شاہ انگلستان اور شاہ مغول متحد ہوجائیں۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی مغلوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اسلامی ممالک خداوند جل وعلا کی قدرت کاملہ سے ان کے ہاتھوں سے محفوظ ہوگئے۔

---

# ایڈیٹر صاحب رسالہ صوفی کا انتقال

یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین کے نوجوان مدیر جنہوں نے ابھی اپنی عمر کے اٹھارہ سال بھی پورے نہ کئے تھے۔ ۱۲ جنوری ۳۰ء کو رات کے ساڑھے بارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم نے دو سال کا بچہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ ہم اس حادثہ ہوشربا میں مرحوم کے والد ملک محمد الدین صاحب مالک صوفی اور مرحوم کے بھائی ملک محمد اسلم خاں صاحب ایم۔اے فیلو رائل سوسائٹی آف آرٹ لنڈن سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

# عرب اور علوم طبیہ

(از مولوی سید ابو محمد ثاقب)

عرب اگر ایک طرف اپنی جہالت و بربریت میں مشہور ہے۔ تو دوسری طرف اپنی اعلیٰ تہذیب و تمدن میں تمام اقوامِ عالم پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ بادیہ نشینان عرب جنہوں نے خانہ بدوشی کی آغوش میں آنکھیں کھولیں۔ اور کھجور و جو کھا کھا کر پرورش پائی۔ دنیا کو علوم و فنون، تہذیب و تمدن کے وہ حیرت انگیز سبق دئے گئے۔ جسے زمانہ خواہ وہ ترقی کے کسی مرکز پر پہونچ جائے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

تاریخ عرب کا مطالعہ کرنے والے مؤرخ کو سب سے زیادہ جس حیرت کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ عربوں کی ہمہ گیر قابلیت کا نظارہ ہے۔ کبھی وہ عربوں کے علم و ادب اور شعر و شاعری کی سحر طرازیوں سے وجد میں آجاتا ہے۔ کبھی مسائل فلسفیہ اسے حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کبھی علوم ریاضیہ اور علم ہیئت کی فضا میں ان کی بلند پروازی اسے دم بخود کر دیتی ہے۔ اور جغرافیائی تحقیقات اور علم طبعیات کی موشگافیوں سے اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

اسی طرح علم طب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عربوں نے اس بچے کو یونان کی گود سے لیکر کس محبت و شفقت کے ساتھ پروان چڑھایا۔ اس کے خط و خال کی مشاطہ گری تو انہوں نے کچھ اس انداز سے کی۔ کہ دیکھنے والوں کو یونانی و عربی بچے میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر عرب اس بچے کو اپنی آغوش محبت میں نہ لیتے۔ تو شاید زمانہ کو اس کا عالم شباب دیکھنا میسر نہ ہوتا۔ اور انگریزی ڈاکٹری خزانہ ان مفید و بیش بہا معلومات سے خالی رہ جاتا۔ جو اُسے آج صرف عربوں کی بدولت حاصل ہے۔

عربوں نے یونانی علوم طبیہ کی تصانیف جس کاوش و محنت کے ساتھ عربی میں منتقل کیں۔ وہ ان کے ذوقِ علمی اور مجسّسانہ طبیعت پر شاہد ہیں۔ اگرچہ علومِ طب میں اضافہ اور یونانی زبان کے تراجم کرنے والے عربوں کی تاریخ میں کثرت ہے۔ تاہم ان سب سے زیادہ مشہور رازی ہے۔ جو ۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۹۳۲ء میں دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔ اس نے یہی نہیں کہ فن طبابت پر مفید کتابیں لکھیں بلکہ خود پچاس برس تک بغداد میں کامیابی کے ساتھ مطب کرتا رہا۔

رازی کی تصنیفات میں بڑا اعظم المنصوریہ جو اُس نے شہزادہ منصور کے نام پر لکھی۔ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ المنصوریہ کی ترتیب میں اس نے اس سلیقے سے کام لیا ہے۔ جو آج بھی سبق آموز ہوسکتی ہے۔ یعنی یہ دس حصّوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا باب تشریح میں ہے۔ دوسرا امزجہ میں تیسرا اغذیہ و معالجات میں۔ چوتھا حفظ صحت میں پانچواں آرائشات جسمانی میں۔ چھٹا لوازمۂ سفر میں۔ ساتواں جرّاحی میں۔ آٹھواں سمیات میں۔ نواں امراض عامہ میں اور دسواں حُمیّات کی تشریح میں۔

رازی کی ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ ان کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور بار بار طبع ہوئیں۔ سب سے پہلے ۱۵۰۹ء میں وینس میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۵۲۸ء میں پیرس میں چھپی۔ اور سب سے آخر میں اس کی وہ کتاب جو اُس نے چیچک کے متعلق لکھی تھی ۱۷۴۵ء میں شائع کی گئی۔ اس کی یہ تصنیفات یہی نہیں۔ کہ ایک عرصۃ تک یورپ میں شائع ہوتی رہیں۔ بلکہ وہاں کے اکثر طبی مدارس میں نصاب کے طور پر بھی داخل ہیں۔ اس کی ان کتابوں کو مبصرین یورپ نے اس قدر پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا۔ کہ اطبائے یونان کی مشہور سے مشہور کتابیں اُن کے آگے گرد ہوگئیں۔

مورخین عرب کا بیان ہے۔ کہ رازی اپنے بڑھاپے میں موتیا بند کی وجہ سے اندھا ہوگیا تھا۔ جب لوگوں نے اس سے آنکھیں بنوانے پر اصرار کیا۔ تو اُس نے یہ کہکر انکار کر دیا۔ کہ میں دنیا کو بہت کچھ دیکھ چکا ہوں۔ اور اب مجھے اس سے اس قدر نفرت ہے۔ کہ میں بغیر کسی افسوس کے اسکے دیکھنے سے دستبردار ہوتا ہوں۔

رازی کے قریب قریب ہمعصر اطبّاء میں علی عباس کامیاب ترین طبیب تھا۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف ملکی ہے جس میں اُس نے اصول طب اور معالجات دونوں کی تشریح کی ہے۔ اور متقدمین اطبّا مثلاً جالینوس۔ ہیپوکراٹیز اور بازادرپال دیزین کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں۔ اس کی اس کتاب کا ترجمہ انطاکی نے ۱۱۲۷ء میں کیا۔ اور ۱۵۲۳ء میں بمقام لیون طبع ہوئی۔

طب میں سب سے زیادہ شہرت جس نے حاصل کی۔ اور خواص کی زبان سے گذر کر عوام کی زبانوں پر جس کا نام سب سے زیادہ آیا وہ بوعلی سینا ہے۔ اُسے تمام اطبائے عرب نے اپنا "ملک الاطبا" تسلیم کیا ہے۔ اس کی پیدائش ۹۸۰ء میں ہوئی

اور وفات ۹۳۰ء میں۔

اگرچہ یہ اپنی عیاشیوں کی زیادتی کی وجہ سے جوان ہی مرگیا تاہم اس کی تصنیفات کی تعداد اپنے پیشروؤں سے زیادہ ہے۔ اس کی سب سے مشہور غیر فانی تصنیف قانون ہے جس میں علم ہیئت، علوم حفظ صحت، امراض و معالجات اور خواص الادویہ کی تشریح کی گئی ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں امراض کا بیان بمقابلہ متقدمین کے بہت کم ہے۔ لیکن اس میں جن اصول سے بحث کی گئی ہے۔ وہ اپنی جگہ غیر فانی اور ناقابلِ تغیر ہے۔ قریب قریب دنیا کی ہر زندہ زبان میں اسکی اس کتاب کے تراجم موجود ہیں دسویں صدی عیسوی تک یورپ کی طب کا دار و مدار اسی کی تصانیف پر رہا۔ فرانس و اطالیہ کے طبی دار العلوم تو محض انہی کتابوں کی درس و تدریس تک محدود تھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی تک عام طور پر یورپ کے طبی مدارس میں اسکی تصنیفات رائج رہیں۔ فرانس میں اس کتاب کو متروک ہوئے ساٹھ ستر برس سے زیادہ نہیں ہوئے۔

اسی طرح عرب کا سب سے بڑا جراح قرطبہ کا ابو القاسم ہے جس نے اپنی خداداد ذہانت سے فن جراحی میں بہت سے مفید و کار آمد آلات کا اضافہ کیا۔ اور پتھری خارج کرنے کا طریقہ اس نے تمام اطبا سے پہلے دریافت کیا۔ جو اس زمانے میں بالکل جدید تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک ایسی کتاب بھی تصنیف کی جس میں آنکھوں کی جراحی، فتق، بچے جنانے اور پتھری نکالنے کا مفصل بیان ہے۔

عربوں نے علوم حفظِ صحت میں بھی انتہائی ترقی کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے امراض جو علاج سے رفع نہیں ہو سکتے۔ اُن سے اپنے آپ کو کس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے امراض سے بچنے کے لئے ان کے پاس کوئی مستقل کتاب نہ تھی۔ بلکہ اس کے طریقے زیادہ تر اقوال و ملفوظات کی شکل میں محفوظ تھے۔ چنانچہ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ "بڈھوں کے لئے باورچی اور جوان عورت زہر ہے"۔ عربوں کے شفاخانے صفائی و عمدگی کے اعتبار سے اس قدر بہتر ہوتے تھے۔ اور ان میں ہوا اور پانی کا انتظام اتنا اچھا ہوتا تھا۔ کہ موجودہ زمانے کے شفاخانے بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ رازی سے جس وقت شفاخانے کی تعمیر کے لئے کہا گیا۔ کہ وہ بغداد میں آب و ہوا کے اعتبار سے کسی عمدہ مقام کا انتخاب کرے۔ تو اس نے بغداد کے مختلف مقامات کا اس طرح امتحان لیا۔ کہ ہر جگہ تازہ گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لٹکوا دیا جس جگہ کا ٹکڑا دیر میں سڑا۔ اسی مقام کو منتخب کر لیا۔

آج کل کے انگریزی شفاخانوں کی طرح عرب لوگوں کے شفاخانوں میں بھی مریضوں کے لئے بڑے بڑے کمرے اور ہال ہوا کرتے تھے۔ جس میں طلباء کے دار الاقامہ بھی ہوتا تھا۔ اس لئے کہ انہیں کتابوں کی بہ نسبت عملی تعلیم زیادہ دی جاتی تھی۔ یہ شفاخانے کسی واحد شخص کی ملکیت نہ ہوتے تھے۔ بلکہ رفاہ عام کیلئے اس میں شہر کے تمام معززین شریک ہوتے تھے۔ ان شفاخانوں میں مریض بغیر کسی فیس یا اُجرت کے داخل کئے جاتے تھے۔ اور ان کا علاج مقررہ عرصے تک نہایت مستعدی کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اُن مقامات کا جہاں شفاخانے نہ بن سکتے تھے۔ اطبا اپنے ساتھ دواؤں کا ایک معقول ذخیرہ لیکر سفر کیا کرتے تھے۔

فن جراحی کو عربوں نے جس حد تک ترقی دی، وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ یورپ کا موجودہ عمل جراحی عربوں ہی کی کاوشوں کا ممنونِ احسان ہے۔ جس وقت انگریزی طب کا وجود بھی نہ تھا اس وقت گیارہویں صدی عیسوی میں عرب آنکھوں پر عمل جراحی کرنے کے ماہر تھے۔ کلوروفارم جو بیہوشی کے لئے جدید ترین ایجاد سمجھی جاتی ہے آٹھ سو برس پیشتر عربوں کے نزدیک معمولی چیز تھی۔

~~~~~~~ ※ ~~~~~~~

# جواہر ریزے

(۱) قاضی بصرہ (سوار بن عبداللہ) کے پاس ایک مقدمہ تھا جس میں ایک فریق سائیس اور ایک سوداگر تھا۔ سوداگر کی رسائی بادشاہ تک تھی چنانچہ قاضی کے پاس خلیفہ منصور نے فرمائش بھیجی کہ فیصلہ بحق سوداگر کرنا چاہئے۔ قاضی نے لکھا کہ جو شہادت میرے سامنے پیش ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فیصلہ بحق سائیس ہوگا۔ اور میں شہادت کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتا۔ منصور نے تاکیدی حکم بھیجا۔ لیکن قاضی نے انکار کیا۔ جب منصور کو دوبارہ انکاری جواب آیا تو خوش ہو کر کہا الحمد للہ کہ عدل اور حریت میری تمام مملکت میں پھیل گئے ہیں۔ ایک مرتبہ یہی قاضی صاحب خلیفہ منصور کے پاس بیٹھے تھے کہ خلیفہ کو چھینک آئی۔ قاضی نے یرحمک اللہ نہ کہا خلیفہ نے کہا یہ کیا حرکت ہے۔ تم نے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا۔ قاضی نے کہا اسلئے کہ تمنے الحمد للہ نہیں کہا۔ خلیفہ نے کہا مینے دلمیں کہہ لیا تھا۔ قاضی نے کہا مینے بھی دل میں یرحمک اللہ کہہ لیا تھا۔ خلیفہ نے یہ سنکر کہا آپ واقعی میری رعائت بھی نہیں کرتے تو اور کسی کی کیا کرتے ہونگے۔

(۲) منصور نے ایکمرتبہ عمرو بن عبید کو بلوایا۔ وہ آئے خلیفہ نے انکو کچھ روپے دینے کا حکم دیا۔ آپنے انکار کیا۔ منصور نے کہا واللہ آپ کو لینا ہوگا۔ انہوں نے کہا واللہ ہرگز نہ لونگا۔ منصور کے بیٹے مہدی نے کہا کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے۔ اب تو آپ ضرور لیجئے۔ عمرو بن عبید نے کہا بہت بہتر لیکن آیندہ کیلئے طے ہو جانا چاہئے۔ کہ جبتک میں خود نہ آؤں آپ مجھے یہاں آنے کی تکلیف نہ دیں۔
~~~~~~~

# بزمِ قریش

(۱) مولانا شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"مجھے آپ سے یا القریش سے ایک قسم کی عقیدت ہے۔ اور یہی عقیدت مجھے اکثر دفعہ جھنجھوڑ دیا کرتی ہے۔

اگر میں یہ عرض کروں۔ کہ رسالہ کو بہتر بنانے کے لئے پندرہ روزہ کی بجائے ماہوار کر دیں۔ تو بیجا نہیں۔ کیونکہ دو اشاعتیں یکجا ہونے کی صورت میں علاوہ کفایت کے مضامین زیادہ ہونگے۔ اور واضح تر۔"

ہم آپ کی برادرانہ مؤدت و محبت کے مشکور ہیں۔ خدائے تبارک و تعالےٰ قریشیوں کے دلوں کو نور اخوت سے منور کرے۔ آمین

"القریش" یارانِ قریش کی خواہش اور ان کے پُرزور مطالبہ پر پندرہ روزہ کیا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ موہوم اُمیدوں پر ہم نے گذشتہ سال میں سخت نقصان برداشت کرنے کے علاوہ "القریش" کی وہ شان بھی کھودی۔ اب پندرہ روزہ سے پھر ماہوار کرنے کے لئے معکوس ترقی کی جانب قدم لوٹانے کو جی تو نہیں چاہتا۔ لیکن اگر احباب کی یہی رائے ہوگی۔ تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ دردمندانِ قوم و بہی خواہانِ القریش اپنی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۲) قریشی صدر الدین صاحب ماہر علوم شرقیہ، منشی چراغ الدین صاحب شکر گڑھی کے اس اعتراض پر کہ القریش میں "مراسیت اور قریشیت" کے جھگڑا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"القریش" کی خریداری سے ہاتھ اٹھانے کے لئے منشی چراغ الدین صاحب کا یہ عذر معقول نہیں۔ "القریش" اب بھی اس قابل ہر ستائش روش پر قائم ہے۔ جو ایک علمی اور قومی رسالہ کی ہونی چاہئے۔ زمانہ کا مذاق عشقیہ قصہ کہانیوں اور بے نتیجہ ناولوں سے بگڑ گیا ہے۔ اب آنکھیں ان عریاں تصویروں کی تجسس و تلاش میں ٹکٹکی باندھے لگی رہتی ہیں۔ جو ادب و اخلاق اور تہذیب سوز ہوں۔ خواہ وہ الفاظ کی صورت میں ہوں۔ یا عکسی فوٹوؤں کی شکل میں۔ عہد حاضر کی صحافت بظاہر بہت ترقی پذیر نظر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ "اصلاح الاخلاق والاعمال" سے بہت دور جا پڑی ہے۔ جو باتیں اب پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جانے لگی ہیں۔ تعمق و غور کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ تو اس میں کام اور مطلب کی ایک بات بھی نہیں ملیگی۔ "حکمت و موعظت"، "بصائر و عبر" اور داستانِ پارینہ ایسی قیمتی باتیں اب بوسیدہ کہانیاں سمجھی جاتی ہیں۔ بحالیکہ یہی وہ چیزیں ہیں۔ جو آیندہ نسلوں کی اصلاح اور قوموں کی فلاح و بہبود کا معیار سمجھی جاتی تھیں۔ بھائی چراغ الدین صاحب کا قصور نہیں۔ کارپردازانِ "القریش" کو ان پر گلہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ خریداری سے دست بردار ہوگئے ہیں۔ ان کی مرضی لیکن میں کہوں گا کہ القریش میں وہ سب باتیں موجود ہیں۔ جو طبائع کی اصلاح کے لئے ضروری ہیں۔ لہذا تین خریداروں کی قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال ہے۔ ان میں سے ایک تو فضل محمد صدیقی طالب علم کے نام جاری کردیں۔ اور باقی دو جن کے نام آپ مناسب سمجھیں۔"

کارپردازانِ القریش قدر افزائی اور توجہ فرمائی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مرسلہ منی آرڈر بشکریہ موصول ہوا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

(۳) پیر علی احمد صاحب فریدی موگا سے جملہ برادرانِ قریش کو سالِ نو کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ (۱) "مراسیت کے دعوے قریشیت کی تردید میں تاریخی معلومات جس قدر بھی مہیا ہوسکیں، بہم پہونچا کر شائع کر دینی چاہئیں۔ قریشی محمد چراغ الدین صاحب شکر گڑھی اس سلسلہ سے اُکتا کر القریش کی خریداری سے دست بردار ہونے پر مجبور ہیں۔ اور اس سلسلہ کو انہوں نے ایک جھگڑا قرار دیا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ "القریش" قریش کا نمائندہ ہے۔ اور اس کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر اس ناروا حملہ کی سختی کے ساتھ مدافعت کرے جو اس کی قوم یا قومیت پر ہو رہا ہو۔ کیا مراسیت کی تردید "القریش" کی بجائے "بندے ماترم" یا "ملاپ" کو کرنی چاہئے تھی؟ (۲) القریش میں تصاویر کی اشاعت سے اجتناب بہتر ہے۔ اس سے چنداں فائدہ نہیں۔ اس خرچ سے اگر القریش کی ضخامت، کتابت اور طباعت میں بہترین تبدیلی ہوسکے تو دریغ نہ کریں۔

(۴) قریشی محمد عبد الحق صاحب ہیڈ کلرک مراسیت سے متعلقہ مواد کی اشاعت کی تائید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "اس تمام سلسلہ مضمون کو

کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ ایک جامع کتاب موجود رہے۔ "القریش" میں تصاویر کی اشاعت کی میں پُرزور تائید کرتا ہوں۔ زمانہ کا رنگ اور مذاق ہے۔ اس کے لئے اگر ضرورت ہو تو قیمت میں اضافہ کر دیا جائے۔ لیکن تصاویر اسی نظر انتخاب سے ہونی چاہئیں جو اپنے مقاصد کے حسب حال ہوں۔

(۵) قریشی درست محمد صاحب اوڈھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے "تاریخ الشیوخ" نامی کتاب کا مطالعہ کیا جس میں "قصاب" برادری نے قریشی ہونا ثابت کیا ہے۔ لہذا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی خدمت میں استدعا ہے کہ جس طریقہ سے انہوں نے دلائل و براہین سے مراسیوں کے دعوے قریشیت کی دھجیاں بکھیری ہیں۔ ادھر بھی متوجہ ہوں۔ اُمید ہے کہ میری یہ استدعا قبول ہو جائے گی۔ قوم کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ خدا فضل کرے۔

(۶) مکرمی مولوی غلام غوث صاحب ملاحی کی خدمت میں جواباً التماس ہے کہ آپ کا سال خریداری اخیر اکتوبر میں ختم ہوتا ہے۔ دفتر کا حساب بالکل صحیح درست ہے۔ آپ کو خود غلط فہمی ہوئی ہے۔ "معاملات میں راستی و صفائی" کا الزام بالکل غیر مناسب ہے۔ آپ مطمئن رہیں

---

(۷) گذشتہ جون میں قاضی مشتاق حسین صاحب قریشی ورنیکلر مڈل سکول ننگل ضلع جالندھر کا بدیں الفاظ گرامی نامہ آیا کہ

"آپ براہِ نوازش القریش کا از ماہِ جون ۱۹۲۹ء گمنام کے نام اجرا کر چھوڑیں۔ میں انشاء اللہ جلد ہی چندہ بذریعہ ڈاک ارسال خدمت کر دوں گا۔ اس بات کا ہرگز خیال نہ کرنا غلام قوم کا دلدادہ اور شائق محب مخلص ہے۔ اور آپ کی اس (لفظ پڑھا نہیں گیا) اور کوشش لا انتہا سے کمال ہی خوش اور محظوظ مخفی ہوں۔ اور دلی خلوص سے استدعا بدرگاہ لا زوال ہوں۔ کہ ایسی قابل ہستی کو دلی خلوص اور ہمتِ اعلیٰ عطا کرنا۔ اور دیگر ہم جیسی قابل ہستیاں قوم کی بہبودی کی خاطر بطفیل حبیب پاک سرور دو عالم کر اور ہماری قوم کو دن دگنی رات چوگنی دین و دنیا میں ترقی بخش۔ اور ہم عاصی پُر معاصی اشخاص کو قوم کا دلدادہ بنا"

ان انتہائی عقیدتمندانہ اور مخلصانہ الفاظ کی ضمانت پر ہم نے بلا تکلف آپکے نام "القریش" جاری کر دیا۔ اور قیمت کا انتظار کرنے لگے۔ ایک ماہ کے بعد کارڈ لکھا گیا۔ پھر لکھا گیا۔ اور ایک پھر لکھا گیا لیکن خرگوش کی وہی تین ٹانگیں۔ جواب تک نہ ملا۔ "القریش" برابر آپ کے نام جاری ہے۔ اور بلا کم و کاست بھیجا جا رہا ہے

کم و بیش آٹھ آنے کے خطوط آپ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے بھیجے گئے۔ اور عرض کیا گیا کہ حضرت کچھ تو ارشاد کیجئے۔ لیکن آپ قوم کی محبت اور خلوص قلبی کی پینگ میں اس قدر محو اور سرشار ہیں کہ آنکھ نہیں جھپکی۔ یہ مرتفع اخلاق حضرت آٹھ ماہ تک رسالہ بھی بلا ڈکار ہضم کرتے رہے ہیں۔ اور درجنوں خطوط بھی پانی کی طرح پی گئے ہیں۔ مگر اخلاص کا نشہ ہے کہ اترنے میں نہیں آتا۔

ہمیں آپ کی نیت پر حملہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لیکن قوم کو مبارک ہو کہ اس میں ایسے ایسے دلدادگان اور ایسی ایسی محب، مخلص اور ہمدرد ہستیاں موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم بد بختوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہمیں رسالہ کی قیمت کا افسوس نہیں۔ فکر تو یہ ہے کہ اگر یہ درد مند قوم خدا نخواستہ کہیں گم ہو گئے۔ تو دنیا سے ایفائے عہد عنقا ہو جائے گا۔ لہذا شکوہ سنجانِ عہد کا فرض ہے۔ کہ وہ دنیا کے چپہ چپہ پر اس قابل قدر ہستی کی تلاش کریں۔ تاکہ نظام دنیا میں تغیر رونما نہ ہونے پائے۔ اھدنا الصراط المستقیم!

(۸) ہمیں یہ سنکر خوشی ہوئی۔ کہ "القریش" کے معاون ہمارے عزیز قاضی مظفر الدین صاحب متین امسال امتحان نائب تحصیلداری میں پاس ہو گئے۔ ہم متین صاحب کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

(۹) افسوس ہے کہ انجمن قریشیہ ضلع گوجرانوالہ کے صدر اور "القریش" کے معاون ہمارے مہربان مولوی غلام غنی صاحب گورنمنٹ پنشنر کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

(۱۰) یہ خبر نہایت رنج و ملال سے سنی جائے گی۔ کہ "القریش" کے بہی خواہ اور قوم کے سچے ہمدرد قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سبی (بلوچستان) پچھلے دنوں بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم قوم کے اصلاحی امور سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اور قوم کو منزل عروج و اقبال پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ افسوس موت نے آپ کو ان ملی خدمات کی مہلت نہ دی، جو مستقبل قریب میں ملازمت سے فارغ ہو کر وہ کرنا چاہتے تھے۔ دردمندانِ قوم ان مستعار لمحاتِ زندگی کو غنیمت سمجھیں اور قومی امور کو دوسرے وقت پر نہ ڈالیں۔

ہمیں قاضی صاحب کی وفات سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ خداوند کریم آپ کو جنت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

# شریف دشمن

سنہ ۱۹۲۳ء کا موسم گرما میں نے اپنے دوست سید ریاض علی شاہ کی دعوت پر وادی کاغان میں بسر کیا تھا۔ ضلع ہزارہ کا یہ رشک ارم خطہ برطانوی ہندوستان کا انتہائی شمالی علاقہ ہے جس نے ایک پسجر کی طرح مشرق کی طرف سے کشمیر اور مغرب کی جانب سے آزاد پہاڑی قبائل کے علاقہ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

ایک دن بعد دوپہر میں اپنے معزز میزبان کے گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کیلئے نکلا۔ ابھی گاؤں سے بہت دور نہیں گیا تھا کہ میں نے ایک نہایت وجیہ۔ تنومند اور بلند قامت آدمی کو ایک اچھی نسل کے کوہستانی گھوڑے پر سوار جاتے دیکھا۔ چار یا پانچ ٹٹو جن کی پشت پر کسی قسم کا بوجھ یا سامان نہ تھا اس کے پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اس خیال سے کہ یہ آدمی اسی علاقہ کا رہنے والا ہے۔ شاید مجھے اس بہشت زمین کے متعلق کوئی دلچسپ بات بتائے میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اس کے قریب آگیا۔ اگرچہ اس کا لباس اپنے علاقے کے روایتی لباس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی شکل و صورت سے ایک قسم کی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ کچھ عرصہ تک ہم خاموش ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چلتے گئے۔ اگرچہ اس اثنا میں وہ کبھی میری طرف شبہ کی نگاہوں سے دیکھ لیتا تھا لیکن میں نے نہ اس نے کوئی کلمہ زبان سے نکالا۔ آخر کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "آپ کہاں سے آرہے ہیں؟"

"کاغان سے" اس نے نہایت رسیلی آواز میں جواب دیا۔

"اور کہاں جارہے ہو" میرا دوسرا سوال تھا۔

"اگردر" وہ میرا گاؤں ہے۔

میرا خیال تھا کہ شاید وہ بھی مجھ سے دریافت کریگا لیکن جب خلاف توقع اس نے کوئی بات نہ کی تو میں نے خود ہی پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ کاغان میں کوئی سامان بیچنے لائے تھے۔ اب خالی ٹٹو لیکر گھر واپس جارہے ہیں"

"لایا تو کچھ سامان ہی تھا۔ مگر بیچنے کے لئے نہیں کسی کو دینے کے لئے۔

"کس کو" میں نے ذرا بے تکلفی سے دریافت کیا۔

"مرحوم پیر علی شاہ کے بچوں کو"

## (۲)

صرف ایک لمحہ کے توقف کے بعد میں نے پوچھا: "آپ کا نام؟"

"بوستان خان" اس نے میری طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

"بوستان خان" میں نے اپنے دل میں دہرایا۔ یہ تو اس علاقہ کے دلاور گوجر اور مشہور ڈاکو کا نام تھا جس کے کئی ہولناک واقعات میرے دوست سید ریاض علی نے سنائے تھے۔ میرے دل میں ایک قسم کا خوف پیدا ہوا۔ لیکن خدا معلوم کیا بات تھی کہ یہ خوف کم ہوتے ہوتے ایک قسم کی دلچسپی اور مسرت میں تبدیل ہورہا تھا میں نے مرحوم پیر علی شاہ کی شجاعت و بہادری کے قصے بھی سنے تھے۔ اور ان دو حریفوں کی دشمنی کے حالات سے بھی کم و بیش واقف تھا لیکن یہ بات کسی طرح میرے ذہن میں نہ آتی تھی کہ بوستان خان اپنے دشمن کے بچوں کو کیوں اتنی چیزیں دینے کے لئے لایا ہے۔ بہرحال میں نے اپنی حیرانی دور کرنے کے لئے پوچھا۔ "کیا آپنے ان سے کوئی چراگاہ یا کھیت ٹھیکے پر لے رکھا ہے؟"

بوستان خان نے ایک لمحہ کے لئے میری طرف دیکھا۔ پھر نظریں نیچی ڈال کر کہنے لگا "نہیں! میں ان کا مقروض ہوں۔ میرے سر ان کا بہت قرض ہے"

یہ کہکر وہ خاموش ہوگیا۔ اور سر جھکا کر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ اگرچہ گھوڑا پہلے ہی تیز رفتاری سے جارہا تھا سمجھدار جانور نے بلاوجہ سرزنش کئے جانے پر ذرا اکجروی اختیار کی۔ لیکن مالک کا دوسرا تھپڑ کھا کر پھر سیدھا چلنے لگا۔ یہ دیکھکر مجھے حوصلہ نہ پڑا کہ میں اس سے سید پیر علی کے متعلق کچھ حالات دریافت کرتا۔ چاروں طرف ایک خاموشی سی چھا رہی تھی۔ دیودار اور چیل کے بلند قامت درختوں نے آسمان سے باتیں کرنے والے آفتاب کی سنہری شعاعوں کو روک کر راستے پر اندھیرا کر رکھا تھا۔ اور پھولوں کی خوشبو میں بسی ہوئی ہلکی ہوا کے خنک جھونکے طبیعت میں اداسی ملی ہوئی مسرت پیدا کررہے تھی۔ ایک مقام پر پہونچکر جہاں سڑک دونوں طرف نکل جاتی تھی۔ بوستان خان نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ پھر میری طرف دیکھکر کہنے لگا۔ "میرا گاؤں اس طرف ہے۔ آئیے تھوڑی دیر آرام کرلیں مجھے گھوڑے کو پانی بھی پلانا ہے"

یہ کہکر وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ میں بھی نیچے اترا۔ اور اپنے گھوڑے کو چرنے کے لئے

چھوڑ دیا۔

بوستان خان نے ایک انگڑائی لی۔ اور ایک پتھر پر بیٹھ جانے کو کہا۔ وہ خود بھی دوسرے پتھر پر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد میں نے پھر سلسلہ کلام جاری کرنے کی غرض سے پوچھا:۔

"آپ پیر علی صاحب کے کب سے قرضدار ہوئے تھے؟"

"بہت عرصہ ہُوا"

"تو کیا آپ نے ابھی اس قرضہ میں سے کچھ حصّہ بھی ادا نہیں کیا؟"

"نہیں! پیر علی کا قرض اُتارنے کے لئے لمبی مدت درکار ہے" پھر میری طرف دیکھکر کہنے لگا "یہ ایک طویل افسانۂ غم ہے۔ اگرچہ اس کا بیان کرنا میرے لئے کسی طرح مسرّت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر پھر بھی آپ کی خاطر اسے سنائے دیتا ہوں۔ شاید آپ دوسرے آدمی ہیں جنہیں اپنی زندگی کا سب سے زیادہ غمناک واقعہ سنانے لگا ہوں"۔

یہ کہکر وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا "یہ کاغان کے سیّد ہی تھے جنہوں نے مجھ ایک شریف گوجر سے ڈاکو بن جانے پر مجبور کیا۔ ہم اپنے جانوروں کے لئے ان کی زمینیں ٹھیکے پر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اپنے ریوڑ چراتے تھے۔ سیدوں کے زعم میں یہ سمائی ہوئی تھی۔ کہ وہ ان زمینوں کے مالک ہیں۔ اور جس قسم کا ذلیل سلوک ان کا جی چاہتا تھا۔ ہمارے ساتھ روا رکھنے میں کسی طرح بھی تامل نہ کرتے تھے ہماری قوم غریب ہی سہی لیکن ناجائز سختیاں اور بلا وجہ کی گالی گلوچ کسی سے بھی برداشت نہیں ہو سکتی۔ میں اور میرے والد نے پیر علی شاہ سے ایک چراگاہ اپنے ریوڑ چرانے کے لئے لی تھی جس کا کچھ حصّہ اس نے ذاتی جانوروں کے لئے علیحدہ رکھ چھوڑا تھا۔ ایک دن ہماری بھیڑیں اس خاص حصّے میں چلی گئیں جس پر پیر علی نے میرے بوڑھے باپ کو سخت بے عزت کیا۔ اور بُرا بھلا کہا۔ جب یہ خبر مجھ تک پہونچی۔ تو میں اسے برداشت نہ کر سکا۔ میں نے دس بارہ دوسرے نوجوان گوجروں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک جرگہ بنا لیا۔ اور سیّدوں کے غرورِ و نخوت کا سر کچلنے کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مالی کا پربت" "راجہ بوگی" اور "مُصلّے موسیٰ" کی بلند پہاڑیاں اور گرد و نواح کے جنگل ہماری لوٹ مار کے رہنے کے تھے۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو گا جس دن ہماری اور سیّدوں کی چھوٹی موٹی جنگ نہ ہو جاتی تھی۔ آخرکار ایک دن میں نے پیر علی شاہ سے اپنا انتقام لینا چاہا۔ اور اپنی چھوٹی سی جمعیت سے اس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد ہم پیر علی کے خاندان کے تین آدمی قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن وہ خود صحیح و سلامت جان بچا کر بھاگ گیا۔ اگرچہ ہم نے ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر اُسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے ہم نے گھر کا تمام قیمتی مال و اسباب لُوٹ لیا۔ اور سب کا سب اپنی جائے پناہ میں لے آئے۔ لیکن یہ قتل و خونریزی ہمیں بڑی مہنگی پڑی۔ پیر علی نے ہمارے جتھے سے نہایت طاقت ور جمعیت تیار کر لی۔ اور دن رات وادیوں اور جنگلوں سے پیچھا کر کے ہمیں جمبرا کی غیر ہموار گھاٹیوں میں گھِر جانے پر مجبور کر دیا۔ اس پہاڑ کی چٹانیں اتنی ڈھلوان اور دشوار گذار تھیں۔ کہ ایک پہاڑی بکرا بھی بلا خوف و خطر ان پر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ جہاں کچھ عرصہ ہم اپنا مورچہ قائم کئے رہے۔ اور فیصلہ کر لیا۔ کہ ہم میں سے ہر شخص اس وقت مقابلہ کریگا۔ جب تک سُرخ لہو کی ایک بوند بھی اسکے بدن میں باقی ہے۔ پیر علی اور اس کے ہمراہی پہاڑ کے چاروں طرف نہایت ہوشیاری سے گھیرا ڈالے بیٹھے تھے۔ اور ہمیں جان بچانے کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ دو دن گذر گئے۔ خورد و نوش کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ اور بھوک پیاس کی شدت سے ہمارے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ بدن کمزور اور چہرے زرد تھے۔ موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی۔ لیکن میرے ہمراہیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو اپنے کئے پر پشیمان ہوتا۔ یا اپنی بُری قسمت کے متعلق حرفِ شکایت زبان پر لاتا۔ تمام بہادر سپاہیوں کی طرح ضبط و تحمل سے اس تکلیف کو برداشت کر رہے تھے۔ آخرکار میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ قوت لا یموت کے بغیر اب ایک گھڑی بھی بسر کرنا دشوار ہے۔ میں نے اپنے ہمراہیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ:۔

بھائیو! کیا تم میری اس رائے سے متفق نہیں ہو۔ کہ اس طرح بھوکا مرنے کی بجائے دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور مردوں کی طرح لڑتے لڑتے جان دیدیں۔ جب مرنا ہی ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ تو پھر کیوں نہ لڑ کر مریں۔ اور اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی آرزو کیوں اپنے دل میں لے جائیں۔

میرے دوستوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا۔ کیونکہ میں بالکل سچ کہہ رہا تھا اس کے علاوہ اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کا اور کوئی دوسرا طریقہ ہی نظر نہ آتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لیکر اپنی تلوار سنبھالی۔ اور سب سے پہلے جائے پناہ سے نکلا۔ باقی تمام ہمراہی میرے پیچھے تھے۔ سیدوں نے بندوق کی گولیوں سے ہمارا خیر مقدم کیا۔ میں نے دو ہمراہیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے گرتے ہوئے دیکھا۔ غصّہ و جوش کا خون میری آنکھوں میں اُتر آیا۔ اور میں نے بے جگری سے دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ مجھے اس وقت کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ میں اپنی تلوار ہوا میں ہلا کر گھیرے ڈالنے والوں

کی طرف بھاگ رہا تھا۔ یکایک پیچھے سے کسی نے میرے سر پر ایک کاری ضرب لگائی۔ اور میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو پیر علی کے مکان میں پایا۔ میں ایک چٹائی پر پڑا تھا۔ اور گاؤں کے کئی سید جن میں پیر علی شاہ بھی تھا میرے ارد گرد کھڑے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو پیر علی نے جھک کر میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر نہایت نرمی و ملاطفت سے کہنے لگے۔
"کہو کیسی طبیعت ہے؟"

میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اتنا درد محسوس ہوا جیسے کسی نے دوسرا وار مجھ پر کیا ہو۔ مجھے پھر غش آگیا۔ کامل ایک مہینے تک موت کے دروازہ پر پڑا رہا لیکن اس عرصہ میں پیر علی شاہ دم بھر کو بھی مجھ سے جدا نہ ہوا۔ وہ میری تیمارداری اس توجہ اور محبت سے کرتا تھا کہ شاید میرا باپ بھی اس موقع پر اتنی شفقت اور ہمدردی کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ ہر روز میرے زخم صاف کرتا۔ اپنے ہاتھ سے پٹیاں تبدیل کرتا تھا۔ ایک معصوم بچے کی طرح میری نگہداشت کرتا۔ اور بھائیوں کی طرح کھلاتا پلاتا تھا۔ جب مجھے بھوک نہ ہوتی تب بھی نرمی و عجز سے مجھے چند نوالے کھانے پر مجبور کرتا تھا کبھی کبھی میرے سر کو اپنے زانوں پر رکھ کر مجھے انڈے اور گوشت کھانے کی ترغیب دیتا۔ اور زبردستی اور طاقت بخش اور مرغن اشیاء میرے منہ میں ڈال دیتا تھا۔

بالآخر کھوئی ہوئی طاقت آہستہ آہستہ بحال ہونے لگی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں اپنی ٹانگوں کے سہارے کھڑا ہو سکوں گا۔ تو میں اٹھ بیٹھا اب میں دیوار اور دیگر چیزوں کا سہارا لیکر کمرہ میں ادھر ادھر ٹہل سکتا تھا بعض اوقات پیر علی خود میرا بازو تھام کر مکان کے صحن میں لے آتا۔ جہاں ایک درخت کے نیچے تھک کر بیٹھ جاتا تھا۔

جوں جوں دن گزرتے جاتے تھے۔ میں اپنے آپ کو زیادہ توی محسوس کر رہا تھا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا کہ مجھے تندرست ہوتے دیکھ کر پیر علی کے چہرے پر بشاشت نظر آتی تھی۔ ایک دن مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "اب تم اچھی طرح چل پھر سکنے کے قابل ہو گئے"

میں نے احسان مند نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ "جی نہیں ابھی تک ایک قسم کی کمزوری محسوس کرتا ہوں۔"

یہ سنکر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا۔ "فکر مت کرو۔ بہت جلد تم اپنی پوری طاقت حاصل کر لو گے۔"

چند دن بعد اس نے یہی سوال مجھ سے پھر پوچھا میں نے اور ہر دو ہر روز شروع کیا۔ اور اتنا بلند اچھلا کہ پیر علی کی مسرت سے باچھیں کھل گئیں۔ پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہر طرح تندرست ہو۔"

یہ کہکر وہ گھر کے اندر چلا گیا۔ اور مجھے حیران و ششدر صحن ہی میں کھڑا چھوڑ گیا ایک لمحے بعد وہ دو بھری ہوئی بندوقیں اپنے ہاتھ میں اٹھائے باہر نکلا۔ اس کا چہرہ بالکل وہ اور آنکھیں کسی شیرنی کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "میں نے تمہیں بالکل تندرست کر دیا ہے۔ اس وقت تم ویسے ہی پُر صحت اور توانا ہو جیسے زخمی ہونے سے پہلے تھے۔ اور اس قابل ہو کر میرا قرض ادا کر سکو۔ جو تمہارے ذمہ ہے۔ کیونکہ تم نے میرے دو نوجوان بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سرخ ہو گئیں۔ اور اس کی صورت سے وحشت برسنے لگی۔ وہ اپنے جذبات کو بمشکل قابو میں لا کر کہنے لگا :-

"اگر میں چاہتا تو اس وقت بھی تمہیں قتل کر سکتا تھا۔ جب زخمی ہو کر تم میرے مکان میں پڑے تھے۔ لیکن میں نے ایسا فعل ایک سید کی شان کے خلاف سمجھا۔ میں نے مصمم اور پختہ ارادہ کر لیا کہ پہلے تمہیں تندرست بنایا جائے۔ پیر علی شاہ نے آج تک کسی کمزور یا بے دست و پا انسان پر حملہ نہیں کیا۔ اور نہ میں تمہیں اپنے اصول سے مستثنیٰ کرنا چاہتا تھا۔"

یہ کہکر اس نے دونوں بندوقیں میرے سامنے رکھدیں۔ پھر کہنے لگا۔ "دونوں بندوقیں ایک جیسی مضبوط اور ایک ہی قسم کے کارتوسوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے جو پسند ہو وہ اٹھالو۔ چلو اب جنگل کی طرف چلیں۔ اور اپنے آتشیں ہتھیاروں کی قوت کا اندازہ کریں۔

اس کے جواب میں ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا۔ ایک ایسے انسان کی طرح جس پر جادو کر دیا گیا ہو رنج و ملال سے گردن جھکائے اس کے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔ پیر علی شاہ قریباً دو قدم مجھ سے آگے تھا۔ یکایک وہ ایک جگہ رک گیا۔ اور حاکمانہ انداز میں کہنے لگا۔ "بس وہیں کھڑے ہو جاؤ۔ میں اس جگہ کھڑا رہوں گا۔ اب ہم دونوں کو بندوقیں سر کر دینی چاہئیں۔"

اس وقت میں اپنے ہوش و حواس پر قابو پا چکا تھا۔ میں نے بندوق دور پھینکدی۔ اور الگ کھڑا ہو گیا۔

یہ دیکھکر پیر علی شاہ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اس نے اپنی بندوق کا سرا زمین پر رکھدیا۔ پھر عجیب ہی انداز میں کہنے لگا "کیوں کیا بات ہے؟"

میں نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کبھی تمہارے خلاف ہاتھ اٹھا سکوں گا۔ کیا تم مجھے اتنا ذلیل اور کمینہ تصور کرتے ہو کہ بلاوجہ تمہیں گولی کا نشانہ بناؤں؟ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

"تمہیں کرنا ہوگا۔ اور ایسا کرنے کے لئے میں تمہیں مجبور کروں گا!" اس نے قدرے بلند اور جوش بھری آواز میں جواب دیا "میں اس لڑائی کو بالکل ملتوی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ایک بے ہتھیار آدمی پر حملہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اپنی بندوق اٹھاؤ اور اسے مذاق نہ سمجھو"

یہ سنکر میں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

"اپنی بندوق اٹھاؤ" —— اس نے چلا کر کہا:۔

"ورنہ میں تمہیں بزدل کہوں گا"

مجھے معلوم نہیں کہ میں کیوں اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہوگیا۔ میں نے جھک کر بندوق اٹھالی۔

"میری طرف دیکھو" پیر علی شاہ نے حکم دیا۔ میں اس طرف پھر گیا۔

"مجھ پر شست لگاؤ" اس کا دوسرا حکم تھا۔

اس نے مجھ پر نشانہ باندھا اور میں نے بندوق کا منہ اس کی طرف پھیر دیا

پیر علی شاہ نے لبلبی دبا دی۔ اور بندوق کے چلنے کی صدائے بازگشت جنگل میں سنائی دی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے بندوق چلائی تھی یا نہیں۔ کیونکہ جب میں نے اس کی طرف دیکھا۔ تو وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر رہا تھا۔ رنج و افسوس کی ایک چیخ میرے منہ سے نکل گئی۔ اور میں جھپٹ کر اس کی طرف بڑھا۔ لیکن افسوس اسکی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

اس وقت سے لیکر آجتک ہر سال اس کے بچوں کیلئے گیہوں۔ چاول۔ جَو اور دوسرا خورد و نوش کا سامان لاتا ہوں۔ اور اُن کی گذر اوقات کیلئے حسب ضرورت بھیڑ بکریاں بھی دے جاتا ہوں جنہیں فروخت کر کے وہ کپڑے یا زندگی کی دوسری چیزیں خرید لیتے ہیں۔ میں شہرت یا ناموری کے لئے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ پیر علی شاہ کا فرض میرے ذمہ ہے۔ جسے مرتے دم تک ادا کرنا ہے۔

یہ کہکر اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ غروب ہونے والے سورج کی ہلکی کرنیں اس کے خوبصورت چہرے کو ارغوانی بنا رہی تھیں۔ اور وہ انتہائی کوشش سے آنکھوں میں اُمنڈے ہوئے آنسوؤں کو روک رہا تھا۔ ایک لمحہ کے بعد جب گھر جانے کے لئے اُٹھا۔ تو میں نے دیکھا کہ دو بڑے آنسو رخساروں پر بہنے کے لئے اس کی پلکوں میں مچل رہے تھے۔

# بادۂ کہن

(در رخیتۂ قلم مولٰنا ظفر علی خاں صاحب)

کچھ جانتے بھی ہو ہم نفسو کس ملک کے ہم سب افسر ہیں۔ کس دُرج کے ہم سب گوہر ہیں کس بُرج کے ہم سب اختر ہیں
ہم شانۂ زلفِ امانت ہیں ہم لطمۂ روئے کہانت ہیں آبادئ پہلوئے آمنہ ہیں ویرانئ خانۂ آذر ہیں
فرزند ہم ابراہیمؑ کے ہیں اور مستحق اس تعظیم کے ہیں پیراستہ جس سے فسانوں میں القاب جم و اسکندر ہیں
ایماں کے ہم ایما ہوتے ہیں اور سجدہ بپا ہوتے ہیں ہم خاکِ درِ پیغمبرؐ ہیں یا سرمۂ دیدۂ خاور ہیں
صدیقؓ ہوئے تصدیق میں ہم فاروقؓ بنے تفریق میں ہم ایماں طلبی میں بوذرؓ ہیں خیبر شکنی میں صفدر ہیں
ہیں جانِ حیا عثمانؓ کی طرح ہیں آنِ وفا سلمانؓ کی طرح اسلام ہے کف ہم خنجر ہیں طاغوت ہے رگ ہم نشتر ہیں

ہم صَلِّ لِرَبِّکَ پڑھتے ہیں پروان اسی سے چڑھتے ہیں
کیوں کر نہ عدو سب اَبتر ہوں ہم خیر کثیر کوثر ہیں

# مراسیت کے ادعائے قرشیت کی تاریخی حقیقت

## ضمیمہ نمبر ۱۸

ترجمہ - جن میں سے ایک مسمی میرے ایران میں نقل مکانی کی اور نقیب یا ہرکارہ کی اسامی پائی - اس حیثیت میں اُنکی اولاد قریشی[۱] اور رباب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہندوستان میں آئے[۲] - اور چشتیوں اور سیدوں کے میراثی بن گئے[۳] - پاسلا کا بگڑ کر پوسلا[۴] بن گیا - مسلمان سلاطین کے نقیب اور نقارچی ہندو راجاؤں کے ڈباڈیوں سے مطابقت رکھتے تھے - اس بیان کے مطابق جو بہتک سے آیا ہے - صرف اصلی میراثی قریشی ہیں[۵] - پوسلا اولاد میر اور ربابی سبکے سب غیر ملکی ہیں[۶] - اور ڈباڈی ہندوستان کے وطنی یعنی اصلی باشندے ہیں - ایک اور اختلاف کنندہ میراسیوں کو داؤد[۷] اور اسکے باپ ملکانہ کی اولاد بتاتا ہے - داؤد[۸] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مشہور عالم مسمی عبداللہ کا غلام تھا - ایک روز اس نے اپنے مالک کو دودھ کا پیالہ نہایت مستعدی سے دینے کے باعث یہ انعام حاصل کیا - کہ عبداللہ نے اسکو قانون وراثت اور اسکے متعلقہ شجرے سکھائے - لیکن اسکی اولاد کا پیشہ گر کر محض مو خر الذکر کو دہرانے تک محدود رہ گیا - یہ روایت گجرات میں مشہور ہے - نیز مندرجہ ذیل بھی - کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ سے نکاح کے لئے پیغمبر صلعم کے مکان پر کاشانۂ نبوت تعلیہ برات لے کر آئے - تو ایک مجلس قائم کی گئی - اور ایک روایت کے مطابق یہ دستور اب تک تمام صوبوں[۹] فرقوں اور قوموں میں موجود ہے - کہ سب سے پہلی چیز جو دولہن کے گھر میں دولہا کو کھلائی جاتی ہے - وہ دودھ تھا - ایک پیالہ شربت نیز دولہا کے آگے رکھا گیا - اور داؤد نے جو دولہن کے گھرانے کا ایک غلام تھا - اسکو دولہا کے ہونٹوں سے لگایا ::

وہ نوش کر گئے - اور غلام نے اپنا انعام مانگا - حضرت علی نے خالی پیالے میں دو یاقوت[۱۰] ڈال کر دے دیے - لیکن داؤد نے زیادہ چاہا - اور بابنیا بخشش کا مطالبہ کیا - حضرت علی نے جو قانون وراثت کے جاننے میں فاضل تھے - اسکو یہ علم سکھایا - اور اسی وجہ سے اس کی اولاد میراثی[۱۱] کہلاتے تھے ::

کدت یا گیت جس میں یہ روایت محفوظ ہے - بلقرار ذیل ہے ::

موا[۱۲] حکم خدا کا - ادمی جو آیا پاس :- ملیا کٹورا داؤد کو جن کا باپ عباس

پڑھ کر کلمہ - آکھو مومنو - جن جو آیا راس :- دودھ پلایا شاہ کو جیتوں ملی میراث

یہ حکایت التفات کے قابل تو نہیں - لیکن یہ اسلئے بیان کی گئی ہے - تاکہ معلوم ہو سکے کہ عوام کا اختراع کیسا دیرانہ ہو سکتا ہے - ایک شخص مسمی انس[۱۳] پیغمبر کا خدمتگار - انتہا - آپ کی

---

نوٹ از قاضی - [۱] کب وہ ، کوئی دستاویزی ثبوت [۲] کوئی مستند تاریخی حوالہ [۳] واہ چہ خوش - ایک لمحہ کے لئے فرض کرتے ہوئے کہ اگر آئے بھی تو کیوں ؟ صرف میراثی بننے کے لئے - کیا انکے میراثی بننے کے بغیر ہندوستان میں توکرانہ اور خدمتگارانہ لوازم کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی ؟ [۴] پوسلا اور کلیٹ میراسیوں کے قدیمی گروہ ہیں - [۵] مسلمانان ہندوستان کا عموماً اور قریشیان ہند کا خصوصاً کس قدر مجرمانہ تغافل ہے - کہ وہ موت کی سی نیند سو رہے پڑے ہیں - اور نہیں دیکھتے کہ انکے اردگرد کیا ہو رہا ہے - کیا اس شرارت آمیز غلط بیانی سے یہ نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا - کہ سرورِ دوجہان جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کو اس پیرایہ میں بالواسطہ طور پر اقوامِ عالم میں ایسی قبیل حضور کا نسبا ناتا بنایا جائے اور کیا اس افترا سازی کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ دشمنانِ اسلام اگر میراسی ہوں یا کوئی دوسرا بیک ہے ایک حیلے کر کے دنیا کی آنکھوں میں آپکے نسب مطہر کو گھناؤنی شکل میں دکھلانا چاہتے ہیں - فاعتبروا یا اولی الابصار - ہم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے - اب پھر علی الاعلان کہتے ہیں - کہ میراثی ہندی النسل اور ہندی الاصل ہیں - اور مذہباً گو یہ مسلمان ہیں - مگر ان کا نسب قدیم پوہڑہ - چنگڑ ، جیوار اور ماچھی کے ہم نسب ہیں - [۶] کوئی تاریخی ثبوت - از قاضی [۷] شجرہ میں تو داؤد بن پسنی کہلایا ہے - اور یہاں داؤد بن ملکانہ - بجائیکہ بروئے شجرہ مذکور - عبدالحق پاہر - بھاگٹر - اور یہی چار پشت کے زمانہ کا تفاوت داؤد اور ملکانہ کے درمیان ہے - وہ گورا ماند - باشد [۸] فرضی اور وضعی افسانہ نہیں - تو اور کیا ہے - تاریخ صحیح اس کا سراغ نہیں بتلاتی - حضرت فاطمہ نے جب حضرت علیؓ کے ساتھ اپنی نسبت کا حال سنا - تو بہت ملول ہوئیں - اور عرض کیا - کہ یا رسول اللہ - تزویج کر دی - مرا با مردے کہ نیست او را مالی و چیزے دیکھو - مدارج النبوت - جلد دوم صفحہ ۔۔ - مزید براں حضرت علی کی مالی حالت کا اندازہ ان امور سے بھی ہو سکتا ہے - کہ آپ نے اپنی ایک مدرعہ بیچ کر سامان شادی بہم پہنچایا - اور دوسری زرہ گرو رکھ کر دعوت ولیمہ کا انتظام کیا - اور ولیمہ بھی کیا تھا - چند صاع شعیر دانتر و جیس - یعنی چند کاسہ بو - کچھ کھجوریں اور کچھ کھجوروں کا حلوا - دیکھو - مدارج النبوت - جلد دوم صفحہ ۔۔ - بھلا اس وقت آپکی جیب میں لعل کہاں تھے - جو انعام میں غلام کو دیے گئے - اگر ایسا ہوتا تو آپ اپنی زرہیں کیوں بیچتے اور گرو رکھتے - کیا یہ صرف میراسیوں ہی کی دماغی ایجاد نہیں ؟ [۹] جب سرے سے یہ تمام تر نقشہ ہی غلط ہے - تو پھر اس کا نتیجہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؟ از قاضی - [۱۰] مراسیت کی قوت دماغی کا یہ عدیم المثال اختراع ہے - جس پر انکے ادعائے قرشیت کے تمام تر غوغا کا دارومدار سمجھنا چاہیے - کہیں داؤد کو غلام بنایا گیا - اور اسمیں عباس کا بیٹا بنایا - ایک پیشتر ازیں داؤد بن پسنی اور داؤد بن ملکانہ کہلایا گیا تھا - چون ندانند حقیقت رہ افسانہ زدند

[۱۳] پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی تفصیل مدارج النبوت - جلد دوم صفحہ ۔۔ میں موجود ہے - انمیں انس کا ذکر

اس کو میرآسا کا خطاب دیا۔ بعد ازاں وہ سلطان میر کہلایا۔ اور اسکی اولاد کا نام میراں۔ مسبد پڑ گیا۔ بعد اں سے میراثی کا بن گیا۔

بعض میراثی کو نک داس وَلَد برہما کی اولاد ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ کانک داس نے اپنے باپ مرض برہما کو دو س لیا۔ اور برہما نے شکرانہ کے طور پر اسے یہ نعمت عطا کی کہ لوگ اس کی تقدیس کریں۔ اور جو کچھ وہ کہے اُسے سچ سمجھا جائے۔ اسلئے لوگ آج تک میراسیوں پہ پھر ؔ رکھتے ہیں۔ میراسیوں کی نسل کے متعلق بعض حکایات عجیب قسم کی اختراع ہیں۔ جو غالباً اس مقصد کیلئے ہیں کہ معاشرتی توازن میں انکے درجہ کو بلند ظاہر کیا جائے۔ مثلاً ایک حکایت اس طرح ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو جلایا جانا تھا۔ تو انکے جسم کو لکڑی کے ایک تختہ کے کنارے پر رکھ کر تیز آگ پر رکھا گیا۔ لیکن لوگ انکو نیچے کھینچ نہ سکے۔ کیونکہ خدا نے ان کے بر خلاف کوشش کرنے کیلئے فرشتے بھیج دیئے۔ اس وقت شیطان رونما ہوا اور کہا کہ ابراہیم آگ میں اس طرح پھینکے جا سکتے ہیں۔ کہ ایک بھائی اپنی بہن عوام کے سامنے جماع کریں۔ عاد اور اسکی ہمشیرہ ہوگات اس ذلیل حرکت پر رضامند ہوگئے۔ اور فرشتے اس نظارے کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ اس وقت تختہ شعلوں میں نیچے چلا گیا!!

ایک اور کہانی میراسیوں کو ایک درویش کے گناہ کی اولاد بتاتی ہے۔ دو لڑکے انسانی شکل میں پیدا ہوئے۔ اور درویش نے ان سے کنارہ کشی کرلی۔ ایک بادشاہ بطور شاہزادہ کے انکی پرورش کی۔ لیکن شیطان نے رات کے وقت کا موقعہ نکال لیا اور انکو گانا۔

---

سلہ میر سیو۔ کیا اس بات کو ماننے میں کوئی حرج ہے کہ میر عاصی سے بگڑ کر میراسی بن گیا۔

سلہ حق برزبان جاری سلہ صرف میراسیوں پر ہی نہیں بلکہ برہمنوں اور نائیوں پر بھی۔ کیونکہ یہ سبکے سب ہندی النسل اقوام کی لاگیانہ خدمت ہی بجا لاتے ہیں۔ کیا اسکی وجہ میراسیوں کی بے جا پرواز تو نہیں؟ سلہ غیاث اللغات مطبوعہ ۱۳۳۲ھ اس بات کی مظہر ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور جناب سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس وقت تک چار ہزار دو سو دس سال کے عرصہ کا فرق تھا۔ اب ۱۳۸۲ھ ہے۔ ۱۳۳۲ھ سے لیکر ۱۳۸۲ھ تک ایک سو چھ سال کا وقفہ ہے۔ یہ اس میں جمع کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کو اب ۴۸۶۵ سال کا عرصہ ہوتا ہے ہم ذاتی طور پر اسکے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ اسلئے بغرض علم آدری سبزیال کے میراثی سے استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا اس سے یہ مراد تو نہیں؟ کہ میراثی اس وصل کا نتیجہ ہیں؟ اگر ایسا ہو تو یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہوگی جسکی رو سے پھر یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ میراثی کے وجود کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہوا ہے تو عبرت یا اولی الابصار۔

ناچنا اور دلالت موسیقی کا بجانا سکھلا دیا۔ پھر بادشاہ نے انکو نکال دیا۔ اور وہاں سے میراثیوں کی قوم کا آغاز ہوا سلہ

| | |
|---|---|
| گوجرانوالہ | قاضی نظیر حسین - فاروقی |
| ۱۵ نومبر ۱۹۶۲ء | ریٹائرڈ مستوفی |

---

(از قاضی) سلہ میراسی دراں چہ باشد کیا اسی بنا پر توحضرت بر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "شیطان ہے بیر میراسیاں دا" سلہ اگر یہ کہانی درست ہے۔ تو کیا اس آغاز پر سبزیال کا میراسی کچھ غور کرے گا۔

## (ضمیمہ نمبر ۱۹)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی۔

مبارک تیرہ سو سال کی تاریخ اسلام اس بات کی مظہر ہے۔ کہ اسلام پر سینکڑوں حملے ہوئے۔ مگر اسلام پژمردہ نہ ہوا۔ بیسیوں کاذب نبی اُٹھے۔ مگر ناکام و نامرادی مرے۔ لیکن اب چودھویں صدی ہجری کے ربع ثانی میں سر زمین پنجاب مرتبت سے ادعائے قرشیت کی صورت میں حضور سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مطہر پر جو خطرناک اور ناپاک حملہ باریک اور معرفت رسان پیرایہ میں کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے

ایسے ادعائے باطل کی جسارت کا باعث بعض یورپین مصنفوں کی خیال آفرینی ہی ہے جس کی جانچ پڑتال ہمارا اولین فرض ہے۔ لہذا سنیئے کہ سر ڈینزل ابٹسن کی یہ قیاس آرائی کہ عرب میں ہر ایک قبیلے کا اپنا ایک ایک راوی ہوا کرتا تھا۔ جس کا کام نسبوں کا بیان کرنا اور وراثت کے متعلق شجرہ یاد رکھنا تھا۔ اس لئے جب عربوں نے سندھ کو فتح کیا۔ تو یہاں بھی میراث کے متعلق شجرہ یاد رکھنے کا کام ان لوگوں ہی کے سپرد ہوا اور ان کو میراثی کے نام سے پکارنا شروع کیا گیا۔ تاریخی حیثیت اور تاریخی معیار سے بالکل افتادہ ہے۔ اور ہندوستان کے ہندی النسل میراسیوں میں غلط فہمی پھیلانے کا موجب۔ کیونکہ معاشرتی حیثیت کے لحاظ سے میراثی سندھ میں ایک بھاٹ یا کلاونت ہے۔ جو اپنے آقا (پٹھان) ہم کے ہمراہ میدان میں جاتا اور دوران جنگ میں شعر یا جنگی گیت گاتا۔ دیکھو سائیکلوپیڈیا آف انڈیا۔ جلد سوم۔ مطبوعہ ۱۸۸۳ء

میراث اگرچہ عربی زبان کا لفظ ضرور ہے۔ لیکن اسکے ساتھ حرف تی ذاتی یا نسبتی زیادہ کرنے سے بھی مطلوبہ معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔ برعکس اسکے تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ پنجاب کی بہت سی پنج ذاتوں کے لوگ، یہاں کی قدیم نسلوں کی اولاد ہیں۔

اور زیادہ تر یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اب چوہڑے۔ چمار۔ پہاڑی کولی یا اور لودی اسپرسی۔ پنجے ڈھیر۔ کھوکھری۔ لبانے۔ سانسی۔ نٹ۔ بازیگر۔ کہیوٹ۔ ہسکے۔ یارنی۔ گنڈیلے۔ اوڈ اوڈ وغیرہ کے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے[۱]۔ اور یہ ظاہر ہے کہ چوہڑا اور میراثی بلحاظ نسب قدیم یک جدی ہے۔ دیکھو گلاسری۔ جلد دوم صفحہ ۲۱۳

مزید براں یہ حقیقت شک وشبہ سے پاک ہے کہ جس طرح عربوں کی فتح ہسپانیہ کے بعد گاتھ قوم کے لوگ گلیشیا اور آسٹریا کے پہاڑوں میں جا گھسے۔ یا جس طرح انگلستان کو جب نارمنوں نے فتح کیا۔ تو سیکسن قوم کے سرکش پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اسی طرح آریاؤں کے حملہ کے موقعہ پر ہندوستان کے قدیم باشندوں کا حال ہوا۔ کچھ تو بے خانماں ہو کر جنگلوں کو چل دیئے اور جو کچھ شہروں میں رہے۔ تو وہ ذات پات کے رسم و رواج کی الجھنوں کے ماتحت اپنے اخلاق اور رسوم کو کھو کر نیچ اور کمین ہو گئے۔ چنانچہ جاٹ اقوام میں میراثی بھی ذات اور کمین سمجھا جاتا ہے۔ نیز یہ امر بہت بڑی حد تک یقینی ہے کہ پنجاب کی بہت سی نیچ ذاتوں کے لوگ اکثر وہ ہیں۔ جو یہاں کے اصلی قدیم باشندے ہیں۔ چنانچہ میراثی بھی نیچ ذات کے لوگوں میں داخل ہیں۔ دیکھو راولپنڈی اور لاہور کے اضلاع کا جغرافیہ مطبوعہ ۱۸۸۹ء

ماوراء ازیں۔ ڈوم۔ چوہڑا۔ میراثی۔ ماچھی جھیور۔ اور چنگڑ سب ایک ہی نسل سے ہیں۔ اور وہ ضلع سیالکوٹ[۲] میں اصلی قدیم[۳] باشندے ہونے کے دعویدار ہیں۔ دیکھو گلاسری جلد دوم۔ قدیم اقوام میں سے بعض کی رسوم عادات اور خصائص و فضائل ایسے ہیں۔ جو انہی سے مخصوص ہیں۔ اور کسی دیگر قوم اور نسل سے نہیں ملتے۔ جیسا کہ میراثی قوم کے افراد کی شکل و صورت۔ حلیہ۔ اوضاع۔ طرز کلام اور ہجو گوئی کی آبائی عادت۔ ہندوستان کے دستور قدیمہ کے مطابق اکثر جاٹ اقوام کی شجرہ خوانی کا کام سانسیوں اور میراثیوں کے ذمے ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ میراثی قریباً سب کے سب مسلمان ہیں ہندو میراثی یا تو جاٹ کہلاتے ہیں یا غالباً ڈوم[۴]۔ مزید براں کچھ سکھ بھی ہیں۔ جو ربابی کہلاتے ہیں۔ سانسی وسطی پنجاب کی خانہ بدوش قوم ہے۔ جس کے بوڑھے۔ بچے اور عورتیں گداگری کی آڑ میں جرائم بھی کرتے ہیں۔ عورتیں ناچتی اور گاتی بھی ہیں۔ بعض ایسی بھی ہوتی ہیں۔ کہ رنڈیوں کی طرح پیشہ کرنے لگ جاتی ہیں۔ سانسی گیارہ بارہ فیصدی مسلمان ہیں۔ تھوڑے سکھ ہیں۔ اور باقی ہندو۔ اب ذرا میراثی قوم کے افراد کے متعلق بھی سن لیجئے کہ دکنی[۵]

ہندو اور بمبئی میں میراثی ایک مسلمان جاتی ہے۔ یہ ڈوم میراثی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ جب مسلمان بنے تب مسلمان ڈوم کہلائے گئے۔ گیت وغیرہ ہی ان کا قومی پیشہ ہے کہیں کہیں مہمانوں کی گاتے پھرتے ہیں۔ اپنی بیٹریوں رنڈیوں کو بچپن ہی سے ناچ گانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ناچ گانے میں میراثنیں معزز خواتین کے ہاں جا کر طرح طرح کے کرتب دکھلا کر ان کا دل خوش کیا کرتی ہیں۔ مرد تمط ڈھولک۔ کھڑتال اور کنگری یا بنسری بجا کر گایا کرتے ہیں۔ جاٹ جاتی کی شادی اور مرگ کی رسومات کے وقت یہ اکثر ناچتے[۶] ہیں۔ گوڑگاؤں میں ڈوم اور کنجن ایک ہی خیال کیا جاتا ہے اور وہاں سے میراثی سمجھا جاتا ہے۔ جو طوائفوں کے ہمراہ طبلہ اور سارنگی بجاتا ہے۔ جو اکثر میراثی لڑکیاں[۹] بھی ہوتی ہیں۔ اور ایسے ڈوموں کو کھڑ داد (آ) یا سوفرداتی کہتے ہیں۔

وسطی پنجاب کی جاٹ قوموں کے ساتھ سانسیوں کے کچھ عجیب تعلقات ہیں۔ چنانچہ سانسی جاٹوں کو میراثیوں کا کام دیتے ہیں۔ اور جاٹوں کی ہر ذات یا گوت کا الگ الگ سانسی ہے۔ جو ہمیشہ اس کا شجرہ نسب یاد رکھتا ہے۔ اور بیاہ شادی کے موقعہ پر میراثی کی طرح کلیان کرتا ہے۔ راجپوتانہ میں سانسی اپنے آپ کو جاٹ کہلاتے ہیں۔ جن کا پیشہ راجپوتوں کا شجرہ نسب یاد رکھنا اور بیان کرنا ہے۔

یہ امر نہ صرف عین ممکن بلکہ یقینی ہے۔ کہ میراثیوں میں بعض ایسے بھی ہوں۔ جو نام کے میراثی ہوں اور اصل میں سانسی ہوں۔ کیونکہ پنجاب میں اب تک بعض ایسے عمر رسیدہ جاٹ موجود ہیں۔ جو اسبات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ ہمارے کئی موجودہ میراثیوں نے ہمارے شجرے ہمارے پرانے سانسیوں ہی سے سیکھے۔ اور یہ اس لئے کہ شجرہ خوانی اور نسب دانی کا کام اب بہت بڑی حد تک ان لوگوں سے مخصوص ہو چکا ہے۔ جو میراثی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ سانسیوں کے جرائم پیشہ ہونے کی وجہ سے اکثر زمیندار اقوام نے ان سے نسب دانی کا کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اور اب جو جاٹ قومیں سانسی رکھتی ہیں وہ میراثی نہیں رکھتیں۔ وہ برادری میں موہنہ[۴] وطعن ٹھیراتی جاتی ہیں۔

ڈوم یہ ایک ہندو اور مسلمان جاتی ہے۔ ہندوؤں ہی سے مسلمان بنائے گئے۔ یہ اپنے مہمانوں کی پیڑیاں یاد رکھتے ہیں۔ اور جب ان کی کلیان کرتے ہیں۔ تو تین دنی بیس بیس پشتوں تک سر زبانی کہہ جاتے ہیں۔ اور انکے اچھے اچھے گیت بنا کر سارنگی اور رباب پر گاتے[۸] ہیں۔ اب ان متذکرہ بالا حالات سے صاف ظاہر ہے کہ سانسی اور میراثی بلحاظ پیشہ شجرہ خوانی ایک ہی صف میں کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور جس طرح جاٹوں کی ہر ذات یا گوت کا الگ الگ سانسی ہے۔ اسی طرح پنجاب میں جاٹوں کی ہر ذات کا علیحدہ علیحدہ میراثی

---

[۱] پنجاب کی بعض اچھوت قومیں۔ انفرمیشن بیورو، پنجاب رسالہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۵ء [۲] انفرمیشن بیورو پنجاب [۳] قصبہ سبز پال ضلع سیالکوٹ ہی میں واقعہ ہے۔ یہ پہر سبز پال کا میرا کس نسبت سے اور ما اسے فرنیدیت کر سکتا ہے [۴] انفرمیشن بیورو [۵] انفرمیشن بیورو پنجاب

[۶] شجرہ خوانی [۷] جلد ۳ [۸] گلاسری [۹] انفرمیشن بیورو پنجاب [۱۰] کشمیری دنسن پرویپ شہ

یہی ہے۔ اور جس طرح میراثی شجرہ خوانی کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح سانسی بھی ابھی تک میراثیوں کی طرح نسب دانی اور شجرہ خوانی کا کام دیئے جا رہے ہیں۔ پس اگر شجرہ خوانی اور نسب دانی کا پیشہ ہی میراثیوں کے زعم باطل کے مطابق میراسیوں کے لئے دلیل قرشیت ہو سکتا ہو۔ تو پھر بایں حالات ادعائے قرشیت کا زیادہ تر استحقاق اس لحاظ سے سانسیوں کو پہنچنا چاہیے۔ لہذا اندریں صورت میراثیوں کے ادعا اور اسکے موجودہ نتیجہ کے روسے کیا یہ کہنا صحیح نہیں ہا کہ ؎

کلاغے تگ کبک در گوش کرد ؛ تگ خویشتن ہم فراموش کرد

کو ہنس کی چال اپنی بھی کھو بیٹھا۔ میراسیوں کی یہ کس قدر قابل رحم حالت ہے۔ کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

اب ذرا سانسی اور میراثی قوم کے افراد کی ایک نوع کی اخلاقی حالت کا بھی کچھ موازنہ کر لیجئے۔ کہ پنجاب کی جرائم پیشہ اقوام کے جو افراد قانون اقوام جرائم پیشہ کے ماتحت لائے جا چکے ہیں۔ اُنکی تعداد بشمول زن و بچہ ۱۹۳۱ء تک ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ پنجاب میں تو سانسی قوم کے افراد جرائم پیشہ اقوام میں داخل ہیں۔ اور صوبہ بہار میں ڈوم اور بنیڈ۔ لیکن شمالی دوآب گنگا کے جرائم پیشہ اقوام میں منجملہ چند دیگر اقوام کے سانسی اور میراثی بھی ہیں۔ اب ذرا یہ بھی دیکھ لینا چاہیے۔ کہ میراسیوں کے خیال باطل کے مطابق میراسیوں کا میراسیوں ہی میں شادی بیاہ کرنا میراسیوں کے لئے کس حد تک وجہ قرشیت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو پھر مشہور جرائم پیشہ "بوریئے" قوم کے افراد کے متعلق کیا کہنا چاہیے۔ جو ایک دوسرے سے شادی وغیرہ کے تعلقات جائز نہیں سمجھتے۔ اور فقط یہی نہیں کہ "بوریئے" اپنی گوت کے اندر شادی نہیں کرتے۔ بلکہ وہ شادی بیاہ کے معاملات میں میراثیوں سے زیادہ ملک رس اور اہل نظر واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ جس طرح کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں انکی جو رسوم خاص طور پر قابل ذکر اور قابل تعریف ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ نااہل مرد کی شادی نااہل عورت ہی سے ہو سکتی ہے۔ کانے مرد کی شادی کانی عورت ہی سے خوبصورت مرد کے لئے خوبصورت عورت تلاش کی جاتی ہے۔ اور بدصورت مرد بدصورت عورت سے بیاہا جاتا ہے

اب اگر بوریئوں کی ان عدیم النظیر خصوصیات کو میراثی قوم کے افراد کی بعض حسرتوں اور سانسیوں اور میراثیوں کے پیشۂ شجرہ خوانی و نسب دانی کی یکسانیت کو عدل و انصاف کے ترازو میں رکھ کر وزن کیا جائے۔ تو حق اور صداقت کی بارگاہ سے آخری فرمان یہ صادر ہوتا ہے کہ مراسیت کے ادعائے قرشیت کی ڈگری ڈسمس۔

---

[1] نقل از بیسویں باب مردم شماری ہند ۱۹۳۱ء پنجاب ... مطبوعہ ۱۹۳۳ء

# انمول موتی

اسلامی امور سے دلچسپی رکھنے والے علم دوست احباب ذیل کی کتابیں ضرور پڑھیں:۔

| کتاب | قیمت | کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|
| کمال معرفت | ۴ر | راز معرفت | ۴ر |
| ہندو شعرا کا نعتیہ کلام | ۶ر | کلام صدر | ۶ر |
| خطبات عزیزی | ۴ر | حیات النبی | ۶ر |
| اخلاقی کہانیاں | ۳ر | پھول اور کانٹے | ۱ر |
| علم غیب | ۶ر | تاریخ تبلیغ اسلام | ۸ر |
| سراج معرفت | ۴ر | سراج الدارین | ۵ر |
| دِلّی کی پہچان | ۲ر | اسلامی پردہ | ۵ر |
| انسداد گداگری | ۸ر | | |

بچوں۔ بوڑھوں اور عورتوں مردوں سب کے لئے یہ کتابیں واقعی "انمول موتی" ہیں ان کی معلومات سے بیش بہا فوائد حاصل ہوں گے۔ ہر علم دوست شخص کے کتب خانہ میں ان کتابوں کا ہونا جس قدر ضروری ہے۔ وہ ان کے ناموں سے ہی ظاہر ہے۔ پورا سیٹ منگانے والے احباب کو نصف محصولڈاک کی رعایت دی جائیگی۔"

مینجر "القریش" امرتسر

# اعتذار

میری دائم المریضی ہمیشہ معاونین "القریش" کی تکلیف کا باعث رہتی ہے۔ لیکن یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ ۹ جنوری کو پھر مرض مزمنہ کا آنکھوں پر حملہ ہوا۔ اور تادم تحریر پوری صحت نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ پرچہ مجبوراً چند روز کی تاخیر سے شائع ہوتا ہے۔ اب افاقہ ہے۔ اور روبصحت حالت ہے۔ ناظرین دعا فرمائیں۔ کہ شافی مطلق نیازمند کو شفائے کامل عطا کرے۔ امید ہے کہ ناظرین اس تاخیر کے لئے معذور سمجھیں گے۔"

مدیر

# مسئلہ وراثت اور مسلمان

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

وراثت کے متعلق شرعی قانون صاف اور نمایاں ہے۔ اور جس طرح بیٹا اور پوتا وغیرہ اپنے باپ دادا کی جائیداد (منقولہ و غیر منقولہ ہر قسم) کا وارث ہوتا ہے اسی طرح بیٹی اور پوتی وغیرہ بھی حقدار اور وارث ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ورثہ کو شریعت مطہرہ اسلامیہ کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ لڑکیوں کو حصہ دیتے ہیں۔ اور اپنے عدل و انصاف سے دنیا و عقبیٰ میں سرخروئی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن ہندوستان میں بالخصوص پنجاب و سرحد میں ورثہ کی تقسیم شرع محمدی کے مطابق نہیں ہوتی۔ بلکہ رواج عام کے مطابق ہوتی ہے۔ "رواج عام" ایک ایسا قانون ہے جس کی رو سے دختر وغیرہ وارثان شرعی کو [illegible] نا وارث قرار دیا گیا ہے۔

عام طور پر "رواج" پر ہی عمل کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا کوئی فرقہ کوئی جماعت اور کوئی برادری اس سے بچی ہوئی نہیں۔ خواندہ و ناخواندہ، دیندار و دنیادار سب اس [illegible] نظام میں مبتلا ہیں۔ اس رسم جاہلیت پر [illegible] فرض عمل ہے اور یہی طریقہ رواج پر عام طور پر عمل ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی عدل و انصاف سمجھ کر اس کی پابندی کی جاتی ہے۔ بعض لوگ تو قانون اسلام سے بالکل بے خبر ہیں اور احکام شرعی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ وہ تو جانتے ہی نہیں کہ اسلام نے لڑکیوں کو کیا کیا حقوق دیئے ہیں۔ لیکن بعض [illegible] مسئلہ وراثت کے متعلق واقفیت رکھتے ہیں۔ اور اچھے خاصے دیندار [illegible] لڑکیوں کو [illegible] اسی خیال سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے کہ آج کل تو رواج ہی ہے۔

بعض وارث عورتیں اپنا جائز حق حاصل کرنے کی غرض سے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہیں۔ تو جواب دعویٰ دیتے وقت صاف [illegible] یہ کہہ کر شریعت اسلامیہ کی توہین کرتے ہیں کہ "ہم شریعت کو نہیں مانتے ہیں" کہ تو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

افسوس صد افسوس ان لوگوں کی حالت پر ہے۔ جو رواج عام کی آڑ لے کر شریعت مقدسہ کی کھلے بندوں توہین کرتے ہیں۔ اور اولاد دختری پر کیسا کھلا کھلا ظلم کرتے ہیں۔ آج کل ہندو لیڈر تو اس فکر میں ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو جائے جس سے ہندو بھی لڑکیوں کو حصہ دینے لگ جائیں۔ لیکن آہ مسلمان اسلام کی سیزدہ صد سالہ تعلیم سے انحراف کر رہے ہیں۔ اور ہندو رواج کو پسند فرماتے ہیں۔

ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میاں عبد الحی صاحب ایڈووکیٹ ایم ایل اے نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں وراثت کے متعلق ایک مسودہ قانون پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ وراثت نکاح اور طلاق وغیرہ کے متعلق مسلمانوں پر شرع محمدی کی پابندی لازمی قرار دی جائے۔

میں خود اس مسودہ قانون کا دل سے حامی ہوں۔ اور اسلامی انجمنوں سے اسلامی اکابر سے خصوصاً اسلامی اخبارات سے پرزور درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس قانون کی حمایت میں زبردست پروپیگنڈا کریں۔ ہر شہر ہر قصبہ اور ہر قریہ میں مسلمانوں کے جلسے منعقد ہوں جن میں مسلمانوں کو اس قانون کی ضرورت کا احساس دلایا جائے۔ اور ایسی قراردادیں پاس کی جائیں جن میں [illegible] پر زور دیا جائے۔ کہ وہ اس قانون کو عام منظوری کے لئے سرکاری گورنمنٹ گزٹ میں شائع کر دیں اور تمام ممبران اسمبلی اس قانون کے حق میں رائے دیں۔ اگر یہ قانون اسمبلی میں پاس ہو جائے (جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے پاس ہو جانے کی امید ہے) تو تمام اہل اسلام رواجی قانون کی بجائے شریعت محمدیہ کے مطابق وراثت کی تقسیم پر مجبور ہوں گے۔ اور صنف نازک پر ظلم و ستم رواج عام کی ضمن میں ہو رہا ہے [illegible] ہو جائیگا۔ اور کوئی غاصب ان کے حقوق [illegible] کا مجاز نہ ہوگا [illegible]

[illegible] برادران قریش سے بھی باادب التماس کرونگا کہ وہ بھی اس موقعہ پر خاموش نہ رہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کی گذشتہ روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسودہ قانون وراثت کی حمایت کریں۔

خادم قوم (محمد عبد السلام قریشی لدھیانوی)

# روحِ ظرافت

(مرتبہ فیض محمد فیض لدھیانوی)

(۱) طفل میں بو ہو کیا ماں باپ کے اطوار کی — دودھ ڈبے کا اور تعلیم ہو سرکار کی
(اکبرؔ)

(۲) دیکھئے تو کوئی ایک سو چوبیس کی دسعت — ڈرتا ہوں کہیں ضبط نہ ہو جائے دعا بھی
(نظیرؔ)

(۳) سودا کے بہانے جو مجھے گھر سے نکالا — میں خوب سمجھتا ہوں تیری میں کا لا
(ظفر علیخاںؔ)

(۴) قوم سے پردے کے اٹھنے کا نتیجہ ہو گیا — جس کو میں بیٹا سمجھتا تھا بھتیجہ ہو گیا
(اکبرؔ)

(۵) کبھی داخل ریاست میں کبھی شامل سیاست میں — ہمارا مولوی بھی فی المثل تعالی کا بیگن ہے
(شرماؔ)

(۶) پہلے میخانہ میں تھے پیر خراباتِ امیرؔ — اب چلے مسجد جامع کی امامت کیلئے
(امیر مینائیؔ)

(۷) وہ دن گئے کہ جان کو خرمن کی فکر تھی — بجلی ہی سے بہار ہے اب میری کھیت میں
(نظیرؔ)

(۸) پکا لیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے جو لانا — ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا
(اکبرؔ)

(۹) میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں — اُن کا یہ حکم دیکھ میرے فرش پر نہ رینگ
(اقبالؔ)

(۱۰) اُدھر ہندو دق کی دُوں دُوں اِدھر گھر کی چوں چوں — یہ ہے مشرق کی مثالی وہ ہے مغرب کی خلاقی
(ظفر علیخاںؔ)

(۱۱) گھروں میں تنگدستی ہے دنورِ فاقہ مستی ہے — مگر ہندوستان دلدادۂ فیشن پرستی ہے
(فیضؔ)

(۱۲) ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں — کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں
(نامعلوم)

(باقی آیندہ)

لنڈن کے ایک اخبار نے بڑی محنت سے یہ خبریں حاصل کی ہیں۔ کہ ساری انگلستان میں صرف ایک عورت ایسی ہے جو اپنی روزی چائے چکھنے کے پیشہ سے کماتی ہے۔ اور لنڈن میں صرف ایک مرد ایسا ہے جو گھروں میں جاکر گھڑیاں درست کر کے اپنا معاش پیدا کرتا ہے۔ اور ایک شخص ایسا ہے جس کا پیشہ محض دھوئیں کی سیاہی کو فراہم کر کے بیچنا ہے ایک عورت ایسی ہے۔ جو والرس (دریائی جانور) کی مونچھیں فراہم کر کے بیچتی اور اپنی روزی پیدا کرتی ہے۔ چین میں یہ مونچھیں خاصی قیمت پر بکتی ہیں۔ کیونکہ چینی اس سے دانتوں کے خلال بناتے ہیں۔ لنڈن کے ایک آدمی نے اپنی زندگی کے ۳۶ سال محض اس کام پر صرف کر دیئے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں جاکر دیا سلائیاں جلا جلا کر اُنکی خوبیوں کی توضیح کیا کرے سب سے زیادہ تعجب انگیز پیشہ یہ ہے۔ کہ ایک آدمی اپنا گوشت بیچ کر روزی کماتا ہے۔ اُس نے ایک دفعہ اشتہار دیکھا کہ ایک امیر آدمی کے لڑکے کے چہرہ میں لگانے کیلئے انسانی گوشت کی ضرورت ہے۔ اُس نے اپنی جلد کا ایک ٹکڑا دو سو پونڈ کے معاوضہ میں فروخت کر دیا۔ جسے ڈاکٹروں نے بچے کے جلے ہوئے گوشت کی جگہ لگا دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے وہ یورپ کے مختلف ہسپتالوں میں جا جاکر یہی تجارت کر رہا ہے۔

امریکہ کا ایک آدمی پولیس کے کتوں کا شکار بن کر روٹی کماتا ہے۔ پولیس کو جب کسی کتے کے سدھانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ اُسے بلا لیتی ہے۔ اور یہ شخص موٹے اور مضبوط کپڑے پہن کر حاضر ہو جاتا ہے۔ کتا اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس شخص کا قول ہے کہ یہ پیشہ قدرے غیر محفوظ تو ہے۔ لیکن اس میں کمائی خوب ہوتی ہے۔

**معلق پل** کولوریڈو میں ایک معلق پل بنایا جا رہا ہے۔ جو بلند ترین مقام پر واقع ہونے کے لحاظ سے یکتا ہوگا۔ اس پل کی بلندی ۱۰۵۲ فٹ ہے۔ اور اس ۴

# اخبار و حوادث

**شہریارِ دکن کی رواداری**
ناندیر کے گوردوارہ کے تنازعہ میں اعلیحضرت شہریارِ دکن نے جو طرزِ عمل اختیار کیا۔ اسکی نظیر دیسی ریاستوں کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ جیساکہ ناظرین کرام کو معلوم ہے۔ تنازعہ سکھوں اور مسلمانوں کے مابین تھا۔ اعلیحضرت نے یہ محسوس کرکے کہ شاید سکھوں کو مسلمان احکام کا فیصلہ منظور نہ ہو۔ عدالتِ عالیہ کلکتہ کے ایک انگریز جج کی خدمات تصفیہ کے لئے مستعار لیں اور قرار دیا۔ کہ جج مذکور کا فیصلہ ہر حال میں ناطق اور قطعی ہوگا۔ جج کا فیصلہ مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اور اس کا مفاد یہ تھا۔ کہ ۰ رجنوری تک مسلمان مقام متنازعہ فیہ سے نعش قبر سے نکال لیں۔ اور اگر وہ خود نہ نکالیں تو سکھوں کو حق ہوگا۔ کہ وہ از خود اس کو نکال کر جگہ پر قبضہ کرلیں۔ تاریخ مقررہ تک چونکہ مسلمانوں نے فیصلہ کی تعمیل نہیں کی۔ اس لئے حکومت دکن کے حکم سے کلکٹر ضلع ناندیر نے نعش کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرا دیا۔ اور گوردوارہ سکھوں کے حوالے کر دیا

مسلمانوں کو فخر ہے۔ کہ اعلیحضرت نے خلفائے راشدین کی سنت کو زندہ کر دکھایا ہے۔ اگر غیر مسلموں میں کچھ بھی انصاف کا مادہ باقی ہے۔ تو انہیں ان الزامات تعصب و تنگ دلی سے بیزاری کا علانیہ اظہار کرنا چاہیئے۔ جو وہ بے سوچے سمجھے اعلیحضرت پر لگایا کرتے ہیں۔ اور نیز سکھوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ رواداری کی خو ڈالیں۔

**مقدمہ میرٹھ**
نئی دہلی ۱۱ رجنوری مسٹر ملز ڈ ہائٹ ایڈیشنل مجسٹریٹ نے آج مقدمہ سازش میرٹھ کا فیصلہ سنا دیا۔ شری یت معرم ویر سنگھ کو بری کرتے ہوئے مجسٹریٹ نے بقیہ ۳۱ ملزمان پر زیر دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند فرد جرم لگا کر انکو سشن سپرد کر دیا

جملہ ۳۲ ملزمان میں سے ۲۷ ہندو ۲ مسلمان اور ۳ یورپین اور ایک پارسی تھا بوالاہیں۔ جن میں سے مسٹر معرم ویر سنگھ بری کر دیئے گئے۔ ملزمان پر کمیونسٹ ہونے اور ملک معظم کو ہندوستان کی حکومت سے محروم کرنے کی سازش کا الزام لگایا گیا ہے۔

**طلباء اور سول نافرمانی**
احمد آباد ۱۱ رجنوری گجرات ودیاپیٹھ نیشنل یونیورسٹی کا نواں جلسہ تقسیم اسناد آج بصدارت مہاتما گاندھی منعقد ہوا۔ گاندھی جی نے بحیثیت چانسلر طلباء کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ انہیں سول نافرمانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

**۱۵ ہزار چینیوں کی موت**
پیکن ۱۰ رجنوری سنکیانگ مغربی صوبجات میں سردی کی شدت کی وجہ سے کم از کم ۱۵ ہزار آدمی فوت ہو چکے ہیں۔

**مسلمان دولہا ہندو دلہن**
بمبئی کرانیکل کا ایک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے۔ کہ اسے قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک نوجوان ہندو خاتون جو مہاراجہ اندور کی عزیز ہیں اپنے مسلمان سکریٹری مسٹر عبد الرشید بیرسٹر ایٹ لا سابق ساکن انبالہ سے شادی کرنے والی ہیں۔ انہوں نے انگلستان میں تعلیم پائی ہے۔ ان کا ارادہ مسلمان ہو جانے کا ہے۔ خاتون موصوفہ کے اعزا اس شادی اور خود مہاراجہ ٹوکوجی راؤ کے خلاف ہیں۔ یہ دوسری شادی ہے۔ جو ایک مسلمان مرد اور ایک ہندو خاتون میں ہوگی۔

**افغانستان**
پشاور ۵ رجنوری اعلیحضرت غازی نادر شاہ نے حال ہی ایک دربار منعقد کیا جس میں احمد زئی۔ جاجی جنگل۔ تندہاری اور وزیری ملک کثیر تعداد میں شامل ہوئے اعلیحضرت نے انہیں مطلع فرمایا۔ کہ جرمنی۔ روس اور فرانس کے نمائندے کابل پہنچ چکے ہیں۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھ سے بعض اشخاص نے مطالبہ کیا ہے۔ کہ میں سابق شاہ امان اللہ خاں کو واپس افغانستان بلا لوں۔ شہریار غازی کی اس تجویز پر حاضرین نے غصہ کے ساتھ پرزور احتجاج کیا۔ اور متفقہ طور پر اعلان کیا۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی امان اللہ خاں کو افغانستان واپس آنے کی اجازت نہیں دے سکتے

اعلیحضرت نمائندگانِ قوم کے متفقہ احتجاج پر مجبور ہو کر خاموش ہو گئے

اعلیحضرت نے والا حضرت جرنل محمد ہاشم خاں صدرِ اعظم کے نام فرمان بھیجا ہے۔ کہ مدرسے کھل گئے ہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک طلبہ کثیر تعداد میں مدرسوں میں حاضر نہیں ہوتے ضروری ہے۔ کہ وزارت تعلیمات کو اس باب میں تاکید کی جائے کہ طلباء کی حاضری کا اچھا بندوبست کیا جائے۔ صدرِ اعظم کو اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ بچوں کے والدین کو سلام خانہ میں دعوت دیکر سمجھائیے کہ بچوں کا پڑھانا بیحد ضروری ہے۔ اور انہیں چاہیئے کہ پابندی کے ساتھ بچوں کو مدارس میں بھیجیں۔ وزارت تعلیمات کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ابتدائی مدارس کا ضروری سامان جلد سے جلد جمع کرکے تعلیم شروع کر دیجائے۔ تاکہ سقوی دور میں جو اختلال پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا تلافی کا سامان ہو جائے

**امرتسر میں جشن آزادی**
۲۶ رجنوری کے روز ملک بھر جشن آزادی منانے کیلئے سودیشی پرچار کمیٹی

جو بفرمان عالی نشان سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام جاری ہے

جلد ۱۶ — نمبر ۳

## فہرست مضامین

## القریش کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ مسلمان خصوصاً قریشی زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار پر اسلاف و متقدمین کے صحیح جانشین بنجائیں ۔ یہ کہ قریش کا شیرازہ منظم و مجتمع ہو اور اندرونی اصلاح کے بعد وہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم پیش کرنے کا فرض ادا کرنیکے قابل ہوجائیں ۔ اسلام کی سی سنجیدہ اہتمام کر دینا دی ترقی حاصل کر نمیں اپنا پیش نہ کریں ۔ تعصب اللہ کورانہ تقلید سے پاک رہیں ۔ دولت ۔ وقت اور وقت ایسی بیش بہا نعمتوں کو بیہودگی سے نہ لٹائیں ۔ اپنے شکستہ قومی قلعہ کو اتفاق و اتحاد ہمدردی اور خلوص کے آہنی حصار سے مستحکم کریں ۔ یعنی تجھا ... ستی، اولوالعزم مآل اندیش مستقل مزاج اور کفایت شعار بنجائیں ۔ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالیں ۔ قومیت کی بنیاد ... سوشنز زوال نہ کریں ۔ آپ اگر ان زریں اصولوں کے حامی ہیں تو ادارہ قریش کی معاونت قبول کریں ۔ مدیر

## القریش کی مدد آپ
### کن طریقوں سے کر سکتے ہیں

(۱) رسالہ خود خرید کر،
(۲) اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر،
(۳) غیر مستطیع اصحاب کے نام جاری کرا کر،
(۴) قلمی امداد فرما کر،
(۵) متعلقہ کتب خانہ کی کتابیں خرید کر،
(۶) رسالہ کی صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق قیمتی مشورہ دے کر،
(۷) "القریش" کی تحریک پر توجہ دے کر اور دریافت طلب امور کا جواب دے کر۔

مینیجر

## انتظار کیجیئے

آپ کے قومی آرگن "القریش" کی آئندہ اشاعت انشاء اللہ تعالےٰ اور بھی دیدہ زیب ہوگی ۔ اس میں ہمدرد قوم محترم

**ڈاکٹر محبوب عالم صاحب**

صدیقی جالندھری ثم لدھیانوی کے ذاتی حالات اور آپ کی عکسی تصویر بھی شائع ہوگی ۔

مضامین کے لحاظ سے بھی نہائت دلچسپ ہوگا ۔ اس مفیدترین قومی ترجمان کی اعانت میں عجلت کرنا ہر قومی دردمند فرض ہے ،

نیازمند ، مینجر

## یاد رکھیے
### اور نوٹ کر لیجیئے!

(۱) اگر آپ کو کسی وجہ سے ۲۴ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو دفتر کو مطلع کر دیں
(۲) اگر آپ کا ایڈریس مستقل طور پر بدل جائے تو نئے پتہ سے دفتر کو اطلاع دے دیں
(۳) اگر کوئی پرچہ ڈاک کی غلطی سے موصول نہ ہو، تو مہینہ کے آخری تاریخ تک مکرر طلب کریں
(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں
(۵) دریافت طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ ضرور بھیجیں +
(۶) قومی امور سے متعلقہ استفسارات کا جواب دینے میں کبھی تاخیر نہ کریں +

مینیجر

## وہ تین خاص نمبر

جن کا ذکر صفحہ ۲۸ پر کیا گیا ہے ۔ اپنی نوعیت کے خاص نمبر ہیں ، ان کی مجموعی قیمت ایک روپیہ ہے ، القریش کے ہر نئے خریدار کی خدمت میں **بلاقیمت مفت** پیش کئے جائینگے ، یہ نمبر اپنی گوناگوں دلچسپیوں اور بوقلموں خوبیوں کی وجہ سے مقبول خاص و عام ہیں چند پرچے باقی ہیں اگر آپ انہیں بلاقیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو القریش کی خریداری قبول فرمائے یا وی پی کی اجازت دیجئے ، مینجر ،

## ضرورت ہے

ایک ۲۱ سالہ قریشی نوجوان کے لئے جو گورنمنٹ سروس میں اس وقت ۔/۵۵ ماہوار مشاہرہ پاتا ہے ۔ رشتہ کی ۔ لڑکی تعلیم یافتہ اسلیقہ شعار اور امور خانہ داری سے واقف کم و بیش ۱۸ سالہ ہو نسبتاً قریشی ہو ۔ نواح پنجاب سے ہو تو زیادہ انسب ہے ۔ جملہ خط و کتابت راز میں رکھی جائیگی ۔ مفصل حالات بذریعہ خط و کتابت معلوم کئے جا سکتے ہیں ،
معرفت ایڈیٹر صاحب "القریش" امرتسر

*

**Alquraish Amritsar.**

فخرقوم "حافظ نسب رسول" جناب قاضی نظیر حسین صاحب
فاروقی ریٹائرڈ مستوفی-گوجرانوالہ

The Empire Printing Press, Amritsar.

*

# دریا بہ حباب اندر

۱ "میری سرگذشت" کے عنوان سے محترم قاضی نظر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات شروع ہو گئے ہیں ، پڑھیے اور تاریخ کا لطف اٹھائیے ۔ آپ کی یادداشت اور واقفیت کا کمال یہ ہے کہ درجہ و دقیقہ تک سب کچھ ذہن میں محفوظ ہے جس نے حالات کو زیادہ پُراز معلومات بنا دیا ہے ،

۲ آج کا افتتاحیہ "اب یا پھر کبھی نہیں" ذرا گہری توجہ اور دلی درد کے ساتھ قومی حالات کا نقشہ سامنے رکھ کر مطالعہ فرمائیے ، اگر پہلو میں دل ہے تو ضرور اثر پذیر ہو گا ۔ اس میں بتایا گیا ہے ، کہ عہد حاضر کی اقوام ترقی و ارتقاء قومی کیلئے کس قدر انہماک و شغف اور جدوجہد سے کام لے رہی ہیں ، اور آپ کی ضرورتیں کیا ہیں ، اور ساتھ ہی

۳ "سنیئے اور فرمائیے" کے عنوان سے چند زندہ اور بیدار قوموں کی مساعی جمیلہ کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے آپ سے ایک سوال کیا گیا ہے یہ مضمون مرقع عبرت ہے اور شانے ہلا ہلا کر قریشیوں کو بیداری کی دعوت دیتا ہے ، چشم نکتہ بیں سے مطالعہ فرمائیے اور جواب سے سرفراز کیجئے ،

۴ "لو سنو" ایک خاص اور خاص الخاص آپ کے مطلب اور ہر انسان کے کام کا مضمون ہے ، ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل اور سینہ پر نقش کرنے کے لائق ہے ، آپ پڑھیں اور پھر پڑھیں ، اثر یہ ہو گا کہ آپ آمادۂ عمل ہو جائیں گے ، اور انسانی زندگی کے مقصدِ وحید سے کماینبغی واقفیت ہو جائیگی ، قومی کارکنوں اور دردمندوں ہی کو نہیں عوام کو بھی بشرطیکہ ان میں ذرہ بھر بھی صلاحیت موجود ہو جادۂ مستقیم پر لے آنا اور دل میں ایک ولولہ ، خون میں ایک ہیجان اور رگِ حمیت میں ایک حرکت پیدا کر دینے کے لئے اکسیر صفت لاجواب نسخہ ہے ، مطالعہ کیجئے اور فرمائیے کہ آپ نے اس خزانۂ پند و نصائح سے کیا اخذ کیا ،

۵ "تاریخ کا ایک دریدہ صفحہ" ایک دلچسپ تاریخی مضمون ہی نہیں بلکہ عبرت ملی اور اتفاق و یکجہتی کا سبق حاصل کرنے کے لئے بھی ایک مفید ترین مضمون ہے ، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک غیر مسلم کا سینہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے ساتھ ہی جرأت و صداقت کے نور سے کس قدر منور ہو جاتا ہے اور ثابت کیا گیا ہے ، کہ اتفاق و یکجہتی کی برکت سے اورنگ حکومت حاصل کرنا بھی کچھ مشکل نہیں ،

۶ "بزم قریش" میں چند ضروری باتیں نوٹ کرنے کے قابل ہیں ۔ احباب توجہ سے مطالعہ فرمائیں ،

۷ "نازک خیالیاں" ایک شاعر کی رنگیں بیانی کی جیتی جاگتی تصویر چند شعر ہیں جو خیالات کی بلند پروازی کا ہو بہو نقشہ پیش کرنے میں اپنی نظیر آپ ہیں سخن فہم احباب محظوظ ہوں ،

۸ "پند سودمند" "آئینہ پرورطینت" اصلاح الاخلاق و الاعمال کے لئے خاص نکات ہیں اور درس موعظت حسنہ پیش کرتے ہیں ۔

افسوس ہے کہ "تنظیم مرمیت کی حقیقت" کی جگہ اس دفعہ بھی دیگر مضامین نے لے لی ۔ اور مضمون لکھا لکھایا رہ گیا ۔ انشاء اللہ آئندہ ضرور شائع کیا جائیگا ۔

آپ اگر توسیع اشاعت میں کچھ مدد کریں ، تو القریش اور زیادہ دلاویز صورت میں صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ مزین ہو سکتا ہے ،

آئندہ اشاعت اور بھی دیدہ زیب ہو گی ، اور خاص طور پر ترتیب دیا جائے گا ۔ کسی تاریخی مقام کا عکسی فوٹو بھی لگایا جائیگا ۔ انتظار فرمائیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر
جلد ۱۶ نمبر ۳

# آب یا پھر کبھی نہیں!

اُٹھو، وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
سنبھلو، زمانہ چال قیامت کی چلگیا

کشمیری برادری کے رئیس، تاجر، بیرسٹر، وکیل، مجسٹریٹ اور جج وغیرہ بھی قومی اصلاح و ارتقاء کے لئے اسی طرح کوشاں ہیں جس طرح دیگر متوسط الحال افراد، ارائیں و رامین، برادری میں سر شفیع ایسی ممتاز ہستی ایک معمولی خادم کیطرح قومی امور میں حصہ لے رہی ہے، مسلم راجپوتوں میں سر رحیم بخش ریٹائرڈ ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈ آف پنجاب و پریذیڈنٹ کونسل بہاولپور اور مہدی زمان خان ڈپٹی کمشنر ایسی بلند و بالا شخصیتیں قومی خادموں کیطرح کام کر رہی ہیں، مگر زُبیؔ برادری کی کیفیت ملاحظہ کیجئے تو یہی نقشہ نظر آئیگا۔ بلوچ برادری کے آثار بیداری دیکھئے اور ذرا اپنی حالت پر بھی غور فرمائیے۔ مانا کہ آپ کو کسی بات کی ضرورت نہیں خدا کا دیا سب کچھ ہے لیکن قومی حیثیت میں آپ اقوام عالم سے بہت پسماندہ، کمزور اور بحد شکستہ و پراگندہ حال ہیں، کوئی تنظیم نہیں کہ تحفظ نسب ناموس میں کام آسکے، کوئی شیرازہ نہیں کہ حوادث ارضی و سماوی کے مقابلہ کی تاب ہو اور یہی وہ بے بضاعتی ہے جو صحابہ کرامؓ اور رسول اکرمؐ کی نسب اطہر پر بٹہ ہے، ہم قریشیت کے مدعی ہیں ہمیں آبا کے کارناموں پر فخر ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ شانِ قریشیت اور آنِ آبا کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نہیں کرتے، مراسیوں کا تشرّف

قریشیت کے لئے قومی مصیبت سے کم نہ تھا۔ لیکن آپ نے اس کے رد کرنے میں کیا حصہ لیا؟ اب قصابوں کا بے پناہ سیلاب آپ کے خاندانی وقار کو بہا لیجانے کے لئے بڑھا آرہا ہے، زمانہ اس کی آپ نے کیا فکر کی ہے؟ اگر کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اپنی شیرازہ بندی کر لی جائے۔ تاکہ آپ مشتبہ نظروں سے نہ دیکھے جائیں، حقوق پامال نہ ہوں اور وہ خاندانی متاع جس پر تمہیں فخر ہے ضائع نہ ہو،

آپکے ذاتی مشاغل نے اگر قوم کی حالت عمومی پر غور کرنیکی کبھی مہلت دی ہوتی تو آپ ان تمام کمزوریوں اور پسماندگیوں کا بخوبی موازنہ کر سکتے جو قوم کی ذلت و گمنامی کا باعث ہو رہی ہیں اور پھر آپ کی غیرت و حمیت ان سب انتشاتیوں کو کبھی جائز و روا نہ رکھتی، مگر خدا کی قسم آپ قوم و قومیت کیطرف سے بالکل بے پروا اور غافل واقع ہوئے ہیں اور نازک سے نازک تریں حالت میں بھی آپ کا خون حرکت میں نہیں آتا۔ آپ کے ذاتی مشاغل و دلچسپیاں خواہ کچھ ہوں۔ لیکن یہ تو آپ کا فرض ہے کہ قوم کو ذلت گمنامی سے ابھارنے اور قومیت کو بوقلموں حوادث سے بچانے کیلئے قومی خادموں کی حمایت و دستگیری کریں۔ خدائے برتر و اکبر نے قومیں اور قبیلے اس لئے مختص کئے۔ کہ وہ باہمی تعارف قائم کریں اور متحد و متفق رہ کر دینی و دنیوی فلاح پائیں، آہ! آپ کی سرد مہری سے قومی خادموں کے حوصلے پست ہیں اور آپ کی بے توجہی سے قوم پر زوال و ادبار کی کالی گھٹائیں چھا رہی ہیں، دیکھئے

قریشیت کی وہ شان، جاتی ہے
جد امجد کی آن، جاتی ہے

کیا قومی کارکنوں کو تنظیم قومیت میں آپ کی تائید و حمایت کی امید ہو سکتی ہے؟ صحیح جواب سے مطمئن کرنا ہر ناظر القریش اور درد مند قوم کا فرض ہے،

ہمیں کہنا تھا جو کچھ کہہ چکے اب دیکھنا یہ ہے
کہ ہوتا ہے ہماری آہِ سوزاں کا اثر کب تک!

آپ دیکھتے ہیں کہ القریش کس محنت، عرقریزی اور دماغ سوزی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور کیا خدمات انجام دے رہا ہے۔ پھر کیا توسیع اشاعت میں کوشش کرنا آپکا فرض نہیں؟

# کھل ای چشم تمنّا

## لذّتِ خوابِ گراں کب تک

سنبھل اَے دِل یہ شوقِ جلوۂ حسنِ بتاں کبتک
کھل اَے چشمِ تمنّا ، لذّتِ خوابِ گراں کب تک

دِل صد چاک وُقفِ طعنہای دوستاں کبتک
سرِ شوریدہ پامالِ جفائے دشمناں کب تک؟

رہے گا شکوۂ بیداد گر ورِدِ زباں کب تک
اُٹھے گا آتشِ خاموش سی آخر دھواں کب تک!

نکل اے دردِ دِل خوں بنکے پھر آنکھوں کے روزن سی
رہے گا اِس طرح سینہ میں آخر تو نہاں کب تک؟

مُہیّا دامنِ وحشت میں کر سامانِ آزادی
قفس میں بیٹھ کر ذکرِ بہارِ بوستاں کب تک

تڑپنے پر مدارِ زندگی اپنا ہے گلشن میں
کرے گا اے فلک تو اب ہمارا امتحاں کب تک

نیا شورِ سلاسل ہیں لیکر ساتھ پھر آیا
رہے گا اے جرس، صحرا میں تو گرمِ فغاں کب تک

نئی طرزِ فغاں کوئی الٰہی پھر عنایت کر
سناؤں اہلِ محفل کو پرانی داستاں کب تک

کِدھر رخصت ہوئی شانِ بلالی تیری اَے مسلم
رہے گا بے اثر یہ نغمۂ شورِ اذاں کب تک؟

رواں ہو پھر الٰہی صرصرِ دورِ صلاح الدّین
چلے گی گلشنِ اسلام میں بادِ خزاں کب تک

وُہ اٹھا شورِ الّا اللہ ناقوسِ کلیسا سے
نہ ہوگا محو اب عالم سے باطل کا نشاں کب تک

الٰہی صورتِ پروانہ جل کر عشقِ ملّت میں
ملیگی تیرے دیوانہ کو عمرِ جاوداں کب تک

محمد حسن شاہ خان صاحب رجسٹرار

(دہلی گنہ میکن)

# سُنئے اَور فرمائیے

## اَور کیا کرتے ہیں اور آپ کیا

### راول برادری

حال ہی میں بیدار ہوئی اور پھر ایسی کہ یکایک اَوجِ ثریا پر پہونچگئی ، ماہوار رسالہ اشاعت مقاصد اور تشہیر ضوابط کے لئے جاری ہے ۔ ان کے قومی مرکز "راول سنٹرل بورڈ" کا محفوظ سرمایہ چار ہزار نو سو دو روپے تین پائی تک پہونچگیا ہے ۔ کارکن نہایت مستعدی سے کام کر رہے ہیں اور قوم ان کی پشت پناہی اپنا فرض اولین سمجھتی ہے ۔

### کیکے زیئی

اس قوم کی ہمدردی ضرب المثل ہے ، منظم ہے اور قومی اصلاح میں سب سے پیش پیش ہے ۔ قبیحات کے ترک کرنے میں اس نے قابلِ تقلید قدم اٹھایا ہے ۔ پیدائش ، عقیقہ ، ختنہ ، لڑکی ۔ حجام کی واپسی ، کبارا ، مائیاں ، چھک ، جہیز ، ناگ ، موت وغیرہم تقاریب کے غیر شرعی رسوم قطعی بند کر دینے کا اعلان ہو چکا ۔ اور برادری کی نمائندہ جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ممبر اقرار نامہ کے مضمون پر دستخط کرے اور بصورت خلاف ورزی وہ ایسی رقم بطور جرمانہ ادا کرے جو کمیٹی تجویز کرے اور جو یکصد روپے سے زائد نہ ہوگی ، ماہوار رسالہ جاری ہے اور قوم مدد کر رہی ہے ،

### افغان

"اصلاح افغانان" کے نام سے قصور میں انجمن قائم ہے جس نے گذشتہ سال میں بیس یتیم وغریب بچوں کے تعلیمی اخراجات پورے کئے ہیں ، آٹھ سو روپیہ نقد خزانہ انجمن میں جمع ہوا جس میں سے پانچ ۔ قومی ضروریات پر خرچ ہوا اور تین سو موجود ہے ۔ نئے سال کے انتخاب میں خان بہادر سردار محمد احمد خاں رئیس قصور پریسیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں ، کارکن انہماک سے کام کر رہے ہیں ، اور قوم کا ہر اونیٰ و اعلےٰ فرد حامی و معاون ہیں ،

### مسلم راجپوت

"مسلم راجپوت کانفرنس" ایک کروڑ مسلم راجپوتوں کی ہمہ گیر مرکزی انجمن ہے جس کا سالانہ اجلاس امسال نہایت تزک و احتشام کے ساتھ انبالہ میں ہوگا ۔ نواب رانا نصر اللہ خان صاحب والئے آمود جلسہ کی صدارت فرمائیں گے ، جلسہ کو با رونق و کامیاب بنانے کے لئے قوم کی جن مقتدر ہستیوں کیطرف سے اپیل کیگئی ہے ، ان میں لفٹنٹ نواب محمد جمشید علی خاں او ۔ بی ۔ ای ، نواب آف باغپت ، محمد عبد الوہاب خاں رئیس آف مڈراک ، چودہری عبد الحمید خاں ایم ۔ اے پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہ پور ، چودہری نذیر احمد خاں وکیل کرنال ، چودہری نجیب خاں سشن جج راؤ محمد عبد الغفار خاں آف لاہا ایسے ممتاز افرادِ قوم ہیں ، اس کے علاوہ مولانا سر رحیم بخش کے ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ، ایم ، ایل ، سی ، رئیس ٹھکہ میراں جی سابق پریسیڈنٹ کونسل آف ریجینسی بہاولپور سٹیٹ کی طرف سے برادرانِ قوم کی خدمت میں شرکت اجلاس کے لئے نیاز مندانہ التجا کیگئی ہے ، یہ ہیں قوموں کے آثارِ حیات و ترقی ، لیکن نہایت ادب کے ساتھ آپ سے **میں پوچھتا ہوں** کہ جب دیگر اقوام اور ان کے مقتدر و سربرآوردہ افراد قطع نظر اس کے کہ وہ رئیس ہیں یا تاجر ، جاگیردار ہیں یا نواب ، عہدیدار ہیں یا بیرسٹر اپنی اپنی قومی ضروریات کا اس قدر احساس رکھتے اور انہماک سے کام لیتے ہیں تو آپ کیلئے کیا امر مانع ہے کہ آپ حرکت نہیں کرتے اور ہماری پیہم دردمندانہ اپیلوں اور دلگداز آرزوؤں پر نظر تک نہیں ڈالتے ۔ آخر آپکی بے پرواہیاں قومی مفاد کا کب تک خون کرتی رہینگی ؟

# اسلام اور تلوار

مخالفین اسلام جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے نظیر ترقی اور کامیابی کو دیکھتے ہیں، جس کی نظیر نہ آپ سے پہلے کبھی ملتی ہے اور نہ بعد میں نظر آتی ہے تو اس پر پردہ ڈالنے اور اس کی وقعت کم کرنے کے لئے طرح طرح کے اعتراض گھڑنے شروع کر دیتے ہیں، انہی اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے تلوار کے زور سے کامیابی حاصل کی، اور قوت بازو سے لوگوں کو اپنے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا

## تلوار کہاں سے آئی

مگر یہ اعتراض کرنیوالے اتنا بھی نہیں سوچتے، کہ ایک ایسے انسان کو جس نے یتیمی اور بیکسی میں پرورش پائی۔ جو کسی حکمران اور صاحب اقتدار خاندان میں پیدا ہوا جس کے پاس کوئی دنیوی طاقت اور قوت نہ تھی، جو بے سر و سامان اور یکہ و تنہا تھا۔ اس نے تمام ملک بلکہ تمام دنیا کے عقائد اور خیالات کے خلاف آواز اٹھا کر وہ تلوار کہاں سے اور کس طرح حاصل کی جو بینظیر کامیابی کا ذریعہ بنی اور اس تلوار کے چلانے والے میں اتنا زور اور اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ دنیا اس کے آگے جھکنے پر مجبور ہو گئی،

## تلوار اخلاص نہیں پیدا کر سکتی

اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ اعتراض اپنے غلط ہونے کا آپ ہی ثبوت ہے، پھر جب اس فداکاری اور جاں نثاری کو دیکھا جاؤ اس اخلاص اور محبت پر نظر کیجائے، اس فرمانبرداری اور سرفروشی کا خیال کیا جائے۔ جو آپ کی غلامی میں داخل ہونے والوں نے مصائب اور مشکلات اور تکالیف و صعوبات کے کوہ گراں کے مقابلہ میں دکھائی اور قدم قدم پر جس کا ثبوت دیا تو ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر حیرت ہوتی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ بانئے اسلام نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور زبردستی ان کو مسلمان بنایا۔

## جان نثاری اور دلیری

ایک صحابی کو جن کا نام زید رضؓ تھا۔ جب قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میں لے گئے۔ تو ابو سفیان نے جو اس وقت کافروں کا بہت بڑا سردار تھا ان سے کہا۔ اے زید رضؓ کیا اس وقت تم چاہتے ہو کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے اور تمہاری بجائے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کریں اس کا جواب غور سے سنیئے، زید رضؓ نے اپنی موت کی کچھ پروا نہ کر کے یہ کہا، میں نہیں چاہتا کہ اپنے گھر آرام سے بیٹھوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے،

موقعہ محل اور حالت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان الفاظ کی قدر و قیمت کا اندازہ کیجئے، یہ جواب سنکر ابوسفیان بول اٹھا۔ میں نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ کو جیسا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست دیکھا۔ ایسا کسی کا بھی دوست دیکھا اب کسی کا بھی دوست نہیں دیکھا۔

## صداقت کی تلوار

یہ چند واقعات جو اس وقت پیش کئے گئے ہیں۔ اس کا کافی ثبوت ہیں کہ بانئے اسلام علیہ السلام نے حق و صداقت کی تلوار بیشک چلائی۔ لیکن ظاہری قوت۔۔ طاقت سے چلنے والی تلوار کا اسلام کی اشاعت میں کوئی دخل نہ تھا۔ حق و صداقت کی تلوار کسی انسان کو قتل نہیں کرتی، بلکہ زندہ جاوید بنا دیتی ہے اور موت کے خوف کو دل سے بالکل نکال دیتی ہے۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد
و بارک وسلم

راقم
احمد گلزار از گوجرانوالہ

## رباعی

دل سے وصال موت کا ڈر جائے تو اچھا
حق کی طلب میں شوق سے مر جائے تو اچھا
قربان گاہ عشق میں سر جائے تو اچھا
انسان کوئی کام ہی کر جائے تو اچھا

# صولتِ فاروقی

دھوم تھی دنیا میں اس کے عدل اور انصاف کی / صولت و سطوت سے اس کی کانپتا تھا اک جہاں
تیغِ براں کو علم کرتا تھا جب بہرِ غزا / لشکرِ کفار کا باقی نہ رہتا تھا نشاں
زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ پھر دن رات کو / خوفِ خالق سے رہا کرتے تھے وہ گریہ کناں
بہرہ ور ہوتے تھے فیاضی سے اسکی خاص و عام / اس کا لطفِ عام تھا مانندِ بحرِ بیکراں
ایک بڑھیا ٹوک سکتی تھی سرِ منبر اسے / لیتا تھا درسِ مساوات اس سے ہر پیر و جواں
گشت راتوں کو وہ کرتا کہ تبدیلِ لباس / تاکہ اہلِ درد سے سن لے خود انکی داستاں

سادگی کو دیکھکر حیراں تھے شاہانِ دہر
اس کی شاہی سے بھی اندازِ فقیری تھا عیاں

زاہدی بی۔ اے

# نوائے عمل

تو ہوا ہے اگر جواں پیدا / کر جہاں میں نیا جہاں پیدا
اپنی تلوار کے دکھا جوہر / بزدلی کا نہ کر گماں پیدا
توڑ دے سلسلہ غلامی کا / کچھ تو کر زیرِ آسماں پیدا
نہ رہے غیر کی یہ محکومی / حریت کی ہو ایک شاں پیدا
سختیاں جھیل قوم کی خاطر / درد پہلو میں کر نہاں پیدا
فتنہ و شر کا نام تک نہ رہے / ساری دنیا میں ہو اماں پیدا

اجڑے گلشن میں پھر بہار آئے
فیض ہو جائے وہ سماں پیدا

(خواجہ) فیض لدھیانوی

# تاریخ کہنہ کا ایک دریدہ ورق

## غیرت و اتفاق کی بہترین مثال

بغوشاہ ترکستان کے دربار میں سلجوق نامی ایک شخص تھا، جو بغو سے خفا ہو کر مسلمانوں کی سرحد ددبار سمرقند میں چلا آیا۔ نواحی جندر میں یہ آکر ٹھیرا اور آبائی مذہب چھوڑ کر والئے ماوراءالنہر کے امتزاج سے مسلمان ہو گیا۔ جندر اس زمانہ میں بغوشاہ ترکستان کا باجگزار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے تو سلجوق مزاحم ہوا اور کہا۔ کہ کفار مسلمانوں سے خراج لیں، میں اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جندر کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور سلجوق کی شہرت کی یہی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی امداد سے ایلک خاں پر فتح پائی، تو سلجوق کا نام اور بھی بلند ہوا۔ سلجوق کا بیٹا میکائیل ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے دو بیٹے طغرل بیگ اور چغر بیگ اپنے دادا سلجوق کے ظلِ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونو بیٹے میکائیل اور داؤد اپنے باپ کی طرز پر تھے۔ اور دونوں پوتے تو بڑے ہی زبردست نکلے۔ سلجوقیوں سے حاکم ماوراءالنہر علی تگین معروف ایلک خاں اور ترکستان کے سلاطین دبنے لگے۔ ایلک خاں نے تمام سلاطین گرد و نواح کو جمع کر کے سلجوقیوں کا استیصال کرنا چاہا۔ اس پر چغر بیگ خراسان اور طوس سے ہوتا ہوا آرمینیہ کی طرف نواح سلطنت روم میں عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیوں کو والئے طوس نے اپنے ملک سے گذرنے دیا۔ اس پر وہ محمود کے عتاب کا مستوجب ہوا۔ چغر بیگ نے وہاں کئی قلعے فتح کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر پھرا۔ پھر یہ دونوں بھائی ایک جا ہو کر اپنی قوتِ متفقہ کا زور بلخ میں دکھانے لگا۔ خان کاشغر اور سلطان محمود نے باہم ملکر ایلک خاں کو جب سمرقند سے بھگایا تھا اس وقت سلجوقیوں کا بھی زور گھٹ گیا تھا۔ لیکن محمود کے مرنے پر مسعود کے زمانہ میں مرو اور ہرات پر چغر بیگ قابض ہو گیا اور خراسان میں بمقام نیشاپور طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا۔ اس کے بعد مسعود نے چڑھائی کی اور دونوں بھائیوں نے ملکر مسعود کا سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزاروں برس سے اس کی مثال نہ ملتی تھی، مسعود کو ہزیمت ہوئی اور سلجوقیوں کی سلطنت خراسان میں قائم ہوئی۔ نتیجہ پر غور کیجئے۔ (تاریخ اسلام)

---

## کینہ پرور طینت

"عفو تقصیر اشرف المخلوقات ہونے کی ایک شان ہے"۔ جو کچھ گذرا وہ ہمیشہ کیواسطے گذر گیا۔ اب نہ پھر وہ واپس آسکتا ہے اور نہ کچھ اسکی تلافی ہو سکتی ہے۔ اس لئے حکما کا قول ہے "گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ احتیاط" گذشتہ باتوں پر رنج و افسوس کرنا بجز تضیع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ عقلمندوں کی توجہ مبذول کرنیکے لئے زمانہ حال اور مستقبل ہی کافی ہے کام کا انبار جمع رہتا ہے اور اس لئے جو لوگ گذشتہ حالات کے متعلق اپنے دماغوں کو پریشان کرتے ہیں وہ سوائے اسکے کہ اپنے نادر اور قیمتی وقت کو بیکار ضایع کریں اور کوئی نتیجہ نہیں حاصل کرتے۔

دنیا میں کوئی متنفس بھی کسی کو اذیت کا تکلیف صرف اذیت یا تکلیف کی خاطر نہیں پہونچاتا۔ جب تک اس کو کسی قسم کا مفاد یعنی ذاتی منفعت یا مسرت یا ترقی عہدہ وغیرہ نہو۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے اس بنیاد پر ناراض ہو جائیں کہ ہم سے زیادہ اپنی ذات کو عزیز سمجھتا ہے اور بفرض محال یہ مان بھی لیا جاؤ کہ وہ اپنی بد باطنی کی وجہ کو لوگوں کو اذیت دیتا ہے۔ تب بھی اس کو پھول یا خار درخت سمجھنا چاہیئے جو ہمیشہ چھپا کرتے ہیں اور کھرو چے مارا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کام ہی یہی ہے۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است ۔ بلکہ مقتضائے طبیعتش این است

یہ لوگ رکیک الخیال، بزدل اور مکار ہوتے ہیں۔ جو تاریکی میں پتھر پھینکنے عادی ہوتے ہیں۔ (محمد ارشاد علی بیگ)

# ہاں سنو!

## ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے

ارادہ کی پختگی اور خیالات کی استواری انسانی زندگی کے مقصد کے لئے ضروری ہے کسی کام کی ابتدا کر کے انتہا کو پہنچا دینا پختگی کا ثبوت ہے زندہ قومیں ترقی کی دوڑ میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتی ہیں۔ اور اپنی ان تھک کوششوں سے اپنے مقصد حیات کو شرمندہ نہیں ہونے دیتیں حیات کا مقصد جیسا ایک بادشاہ کا ہے ویسا ہی ایک فقیر کا۔ لیکن دونوں میں اتنا فرق ایسا ہی ہے، جیسا بادشاہ و گدا میں، مگر یہ فرق صرف زندگی تک محدود ہے اور زمین دونوں کو اپنی آغوش میں خاموش لوریاں دے دے کر سلا دیتی ہے، اور اسی یکسانیت کا برتاؤ کرتی ہے۔ جس طرح ماں اپنی تمام اولاد سے کرتی ہے،

یوں تو دنیا میں ہر انسان کا مقصدِ حیات طبائع کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ لیکن مقصد جس سے عبارت ہے اس میں غریب بھی جدت کر سکتے ہیں اور امیر بھی حصہ لے سکتے ہیں "خیر الناس من ینفع الناس"۔ دولتمندوں کی دولت ان کے عیش و عشرت ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ غربا و مساکین کا بھی اس میں عام حق ہے، گو ہر زمانہ کا رنگ ایک جداگانہ طرز رکھتا ہے اور زمانے والے وہی طرز و روش اختیار کرتے ہیں، جس کی زمانہ میں مانگ ہو، موجودہ زمانہ اور اس کی ضرورتیں وہ نہیں ہیں جو پچھلے زمانوں میں تھیں، انسانی جذبات بدستور موجزن ہیں مگر ان کی حالت بدستور موجزن ہیں، مگر ان کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ خیالات میں تغیر اور تہذیب و معاشرت میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے۔ لوگوں کو اپنے اسلاف کی قائم کی ہوئی شاہراہ پر چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہوگیا ہے، اس لئے عقلمندوں کے مسلمہ اصول کے موافق ہمکو بھی اپنا مقصدِ زندگی قرار دینا چاہیئے، ہمیں زندہ قوموں کے اصول ترقی پر غور کرنا اور عملاً یہ ثابت کر دینا چاہیئے کہ مشرق بھی حالات و ضروریات کے لحاظ سے اصلاح پذیر ہو سکتا ہے اور دنیوی ترقی کی گتھیوں کو ناخن تدبیر سے کھول سکتا ہے،

ہندوستانی مدت سے اپنے مقصد حیات کو بھولے ہوئے ہیں اور اس بھولنے کا خمیازہ جس طرح بھگت رہے ہیں اس کو کچھ دل ہی محسوس کر رہا ہے، گذشتہ عالمگیر جنگ نے ہندوستانیوں کو بیدار تو کر دیا ہے مگر بیداری صبح کی محبوب نیند سے کم نہیں ہے کہ آنکھیں کھول کھول کر بند کر لیتے ہیں اور اٹھتے اسی وقت ہیں جب پڑوسی منزل مقصود پر پہونچکر اور کاروبار میں مصروف ہوکر ہم سے آگے ہو جاتے ہیں، گذشتہ جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ زندگی کا مقصدِ وحید قوم اور ملک کا تحفظ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپین قومیں اپنی حفاظت کے لئے تجارت سے دولت جمع کر رہی ہیں، انکی حفاظت کے لئے ہر روز جدید آلات حرب کا اضافہ کر رہی ہیں! اپنی قوم کو زندہ رکھنے کے لئے ہر قسم کی دماغی تدبیروں سے کام لے رہی ہیں، قوم و ملک کو باقی رکھنے کے لئے میدانِ جنگ میں قیمتی جانوں کا سودا انتہی راہوں میں کر رہی ہیں، یہاں تک کہ دوسروں کے جائز حقوق کی پامالی وہ اپنی "ڈپلومیسی" کی کامیابی سمجھتی ہیں، وعدہ وعید کی پابندی کو وہ ایک کھلونا سمجھتی ہیں مسیحیت یا دہریت کے سوا ہر مذہب و ملت کو رقیبانہ نظروں سے دیکھتی ہیں، غرضیکہ اپنے ہر پہلو سے اپنی زندگی کی ہر ادا سے اپنے "مقصدِ حیات" کو پیش پیش رکھتی ہیں اور بیداری ہو یا خواب، ہر وقت مقصد حیات ہی کے نقشے پر متجسسانہ انگلیاں پڑتی رہتی ہیں،

زندگی اس سے عبارت نہیں ہے کہ شب و روز آرام و آسائش اور ناؤ نوش میں مبتلا رہکر صبح سے شام یا شام سے صبح کر دیں، یا مغربی قوموں کی طرح ہوس کو اتنا بڑھائیں کہ دنیا کی ساری دولت ہر ممکن تدبیر سے اپنے قابو میں لے آئیں۔ برگزیدہ انسانوں نے ایسی حریصانہ زندگی کی مذمت کی ہے، انسان قارون کا جانشین بن کر صحیح معنوں میں نامور و ہردلعزیز نہیں ہو سکتا۔ ہردلعزیزی کی جڑ اسی وقت مضبوط ہو سکتی ہے جب زندگی کے مقصد کو پہچان لیا جائے، جڑ کی مضبوطی ہی سے شاخیں

پھوٹ سکتی ہیں اور درخت سرسبز رہ سکتا ہے۔ حیات کے مقصد کا پہچاننا جڑ ہی کی تو پاسداری ہے اور خدا کا پہچاننا عقل ہی کی پختگی کی علامت ہے۔ جب اس کی پختگی میں شبہ نہ رہیگا تو مقصدِ حیات بھی قائم ہوجائیگا پیدائش موت کی خبر دیتی ہے جسم فنا ہوجاتا ہے مگر اعمال باقی رہجاتے ہیں، عادات وخصائل دنیا کے کارنامے صفحۂ روزگار پر باقی رہجاتے ہیں۔ جن کو دنیا غور سے دیکھتی ہے۔ اس لئے یہ فریضہ انسانی ہے۔ کہ وہ خود کو پہچانتے ہوئے اس کو بھی یاد رکھے کہ وہ کس لئے خلق کیا گیا ہے اور اسے کیا کرکے اپنی خلافت کی یادگار چھوڑنا ہے۔ اگر کوئی بہتر یادگار (اعمالِ حسنہ) نہیں چھوڑی تو سمجھنا چاہیئے کہ زندگی کا مقصد ہی پورا نہیں ہوا۔

آج ہندوستان مغربی تہذیب کے زیر اثر ہے اور بہت کچھ اس کی وضع ومعاشرت میں فرق آگیا ہے۔ اور اب تو ہندوستانیوں کا ظاہری مقصدِ حیات "الناس علیٰ دین ملوکھم" پر قائم ہے اور اسی کو سب نے بلاغور وفکر زندگی کا کامیاب مقصد سمجھ لیا ہے۔ تاکہ صرف وضع ومعاشرت کی تبدیلی سے خط استوا کے باشندے بھی گورے یورپین معلوم ہونے لگیں، جیسا کہ ہمارے آزاد خیال ترکوں نے چھجے دار یورپین ٹوپیاں زیب سر کرکے یہ سمجھ لیا ہے، کہ اس تبدیل ہیئت ووضع میں ملک وقوم کی فلاح ہے مسلمانوں کا وجود یا ان کی ترقی نہ کپڑے بدلنے سے ہوئی ہے اور نہ معاشرۃ کی تبدیلی سے۔ بلکہ مذہب کے میدان میں انہوں نے اپنے اصیل گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جب تک ان میں مذہبیت باقی رہی یہ دنیا میں بڑھتے رہے ان کے فتوحات سے تمام عالم لرزتا رہا۔ آنحضرتؐ اور ان کے محترم جانشینوں نے نہ وضع بدلی اور نہ معاشرت۔ نہ عرب کا لباس چھوڑا نہ عرب کے خواص ترک کئے۔ وہی عرب کے رسم ورواج تھے۔ وہی عرب کی ہمدردی ومحبت تھی، وہی عرب کی غیرت وخودداری تھی اور وہی عرب کی شجاعت وبہادری تھی۔ انہوں نے اس کو اپنے سامنے مرنیوالوں اور اپنے سر سے اٹھنے والے بزرگوں سے سیکھا تھا اور قرآن مجید نے بتایا تھا۔ یا پیغمبر اسلام کی زبان سے۔ نشست وبرخاست سے، تحمل وبرداشت سے، ایثار وقربانی سے، وعظ وپند سے، ہمت واستقلال سے غرضیکہ انہیں کے حرکات وسکنات سے سب کچھ سیکھا تھا اور اسی تعلیم نے عرب وعجم، مصر وشام، ہند وافغانستان اور روم وترکستان کو زیرنگیں کرلیا تھا۔ جبتک ہماری وضع باقی رہی ہم بھی ممتاز رہے۔ جب تک ہمارا مذہب برقرار رہا ہم بھی نہ جنبش کرنے والے کوہ ہمالہ بنے رہے۔ جب سے یہ چھوٹا دنیا نے بھی بے رخی اختیار کرلی، اور مقصدِ حیات بھی پہاڑوں سے سر ٹکرانے لگا۔ مسلمانوں کا مقصدِ حیات تو یہ ہے کہ وہ مذہب کے پابند رہکر علمی ومنطقی ترقیاں کریں، خیالات وجذبات میں اعتدال رکھا گیا، اسراف سے بچیں، تعلیم میں بڑھیں، فرائض کو یاد رکھیں، اپنی برادرانہ رسی میں اپنے تمام بھائیوں کو مضبوطی سے کس لیں، ایثار وتحمل کے دامن کو وسیع کریں،

دنیا کی قومیں اس وقت بنی ہیں۔ جب ان کا مقصدِ حیات مقرر تھا۔ اس وقت بگڑی ہیں جب انہوں نے مقصدِ حیات کو جہالت کے نذر کردیا، اور بے اصول زندگی پر جانوروں کی طرح سانس لیکر زندگی کے غلط مفہوم کو سمجھنے لگے، مسلمانوں کا جب مقصدِ حیات منضبط تھا تو وہ ترقیوں پر ترقیاں کررہے تھے اور یورپین قومیں جھاڑیوں میں الجھ الجھ کر جھانک رہی تھیں، مسلمانوں کے مقصدِ حیات میں جب تزلزل واقع ہوگیا۔ تو اب یہ یورپ کو دیکھنے لگے۔ یہ انقلاب ہماری غفلتوں کا نتیجہ اور ہماری بے اصول زندگی کا خمیازہ ہے۔ جب تک ہم مذہبی رہ کر زمانہ کے موافق نہ بنیں گے اور ان باتوں سے احتراز نہ کریں گے، جو زندگی کو تلخ اور ناگوار بنا رہی ہیں ان امراض کا علاج نہ کریں گے۔ جن سے ہماری قومی صحت خراب ہورہی ہے، اس وقت تک ہم صحت سے ہمکنار ہوسکتے ہیں اور نہ قعرِ مذلت سے ابھر سکتے ہیں، سعی وجدوجہد ہیں کامیابی کے دروازے پر پہنچا سکتی ہے، تعلیمی ترقیاں ہیں نمایاں وممتاز بنا سکتی ہیں، انہیں کنجیوں سے مقصد حیات کا دروازہ کھل سکتا ہے،

نہ قوموں کے پنپنے کا کوئی قانون ہے اور نہ ملکوں کے سنورنے کا کوئی ضابطہ، قوموں کا مدوجزر، ملکوں کے انقلاب بتاتے ہیں کہ چند روز ادھر جو قومیں آسمان پر حکومت کررہی تھیں، اب ان کو زمین پر حشرات الارض بھی منہ نہیں لگاتے، دنیا کی حالت ایک ہنڈولہ کی سی ہے، جھولنے والے اس کی گردش میں تہ وبالا رہتے ہیں، پچھلے انقلاب، گذشتہ واقعات ہمارے کانوں میں اب بھی گونج رہے ہیں اور صفحات تاریخ میں باقی،

اس کو جانتے اور سمجھتے ہوئے مقصد حیات کو بھلا دینا اپنی زندگی کو خیرباد کہدینا ہے ،

ترقیاں دنیاوی ہوں یا روحانی یہ بغیر استقلال و کوشش کے کسی سے بھی نہ حاصل ہو سکیں ، دنیاوی ترقیوں کا میدان گلریز نہیں ہوتا ، کہ انسان گل چینی کرتا اور اس کی خوشبو سے دماغ معطر کرتا ہوا نکل جائے ، اور نہ روحانیت کی منزلیں ایسی سہل و آسان ہیں ، کہ انسان برسوں کا راستہ مہینوں میں ، دنوں کا راستہ گھنٹوں میں طے کر کے منزل مقصود پر پہونچ جائے ، ہمنے اس میدان کی بھی گلچینی کی ہے اور ان روحانی منزلوں پر بھی ہمارے ہی بزرگوں کے نشانات قدم اب تک ابھرے ہوئے ہیں ، بزرگوں کی یہ ریاضت اور مصائب زندگی کے مقاصد میں تھے جس کو انہوں نے اس طرح برداشت کئے کہ دنیا آج حیرت کرتی ہے ،

جو لوگ غافل ہیں اور اصول ترقی سے ناواقف ، اور اپنی زندگی کی غایت سے بھی ناآشنا اُن کی زندگی جانوروں کی زندگی ہے جس دل میں نہ جوش ہو اور نہ امنگ جس قوم میں نہ استقلال ہو نہ صبر اور نہ مصائب برداشت کرنیکی ہمت ، وہ اپنے مقصد حیات کو کیا سمجھ سکیگی ۔ عرب کے ریگستانوں میں پیغمبر اسلام کا پیام توحید سنئے ، کربلا کے بیابان میں حسینؓ کا مقصد حیات دیکھئے ، اجمیر کے کفرستان میں خواجہؒ کو نمازمیں مصروف پایئے ، ایران کے بہارستان میں کوہکن کی شیریں پرستی کو یاد کیجئے ، کولمبس کو نئی دنیا میں ڈھونڈھ لیجئے ، نپولین کا فرانس میں شاہانہ اقتدار دیکھ لیجئے ، یہ تھے مقصد حیات جن پر قومیں جتنا بھی ناز کریں تھوڑا ہے ،

منزل مقصود پر وہی پہونچتا ہے جو نہ پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور نہ صحراؤں کو ، نہ درندوں کا خوف ہوتا ہے ، بھوت پریت کا خطرہ ، خدا پر تقوی کئے ہوئے اپنی تدبیروں میں مصروف اور اپنی منزلوں کے مسافت کا شمار کرتے ہیں ، وادی طلب کی رکاوٹوں کو دور کرنا ، پیچدار راستوں میں نہ بھٹکنا ، اپنے مقصد کو مد نظر رکھنا ، نہ آندھی کا گرد و غبار آنکھوں کو ملنے کی جرأت کر سکتا ہے ، نہ بجلی کی چمک خیرگی پیدا کر سکتی ہے ، نہ بادل کی گرج دلوں کو ہلا سکتی ہے ، مصائب کا مقابلہ یوں کیجئے ۔ کہ

سر شمع ساں کٹائیے پر دم نہ ماریئے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے

کام کو شروع کرنا اور مشکل سمجھ کر ادھورا چھوڑ دینا مقصد حیات کا بودا پن ہے مشکلیں جب ہی آسان ہو سکتی ہیں ، جب ان کا مستعدی سے مقابلہ کیا جائے مہلک امراض اسی وقت زائل ہو سکتے ہیں ، جب ان کا صحیح تشخیص کے بعد مسلسل علاج کیا جائے ، ایک ہی مرض کے دو مریض ایک اپنی بد پرہیزی سے مرجاتا ہے ، دوسرا اپنی احتیاط سے بھلا چنگا ہو جاتا ہے ، ایک میں مقصد حیات کا اصلی جوہر تھا دوسرا صرف جوہر کی چمک کو زندگی کی روشنی سمجھ رہا تھا اچھے ہونیوالے نے مصائب کا مقابلہ کر کے اپنے صبر و استقلال کی سکت دکھلا دی ۔ مرنیوالے نے آنکھیں بند کر کے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ۔ مقصد حیات کوئی ہنسی کھیل بھی نہیں ہے اور نہ کوئی معمولی سودا ہے جو بازار کی ہر دکان سے مل سکے ، علوم و فنون کی ڈگریاں حاصل کرنے میں کیسی کیسی محنتیں اٹھانی پڑتی ہیں ، کیسے کیسے روح فرسا مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے فتوحات ملکی میں دانتوں پسینہ آجاتا ہے ، روپیہ کی بربادی اور جانوں کی قربانی یہ تو اس کا معمولی صدقہ ہے ، مگر کامیابی کے بعد جو مسرت ہوتی ہے وہی مقصد حیات کی حقیقی فتح ہے ،

---

**تصحیح** ناظرین القریش مطبوعہ ۱۶ فروری ۳۶ء میں "خاندان نادر قبیلہ سادہ گورایہ" کے مضمون میں بقرار ذیل تصحیح کر لیں :

(۱) صفحہ ۱۱ کالم ۱ حالات خاندانی تذکرے کی بجائے حالات کے خاندانی تذکرے

(۲) " " کالم ۲ حشمہ بنت حشام " حشمہ بنت ہشام

(۳) " " " ریاح " رباح

(۴) شام و مصر کے آگے عراق ، جزیرہ ، خوزستان ہونا چاہیئے

(۵) صفحہ ۱۲ کالم ۲ سرزمین اسلام کو کی بجائے سرزمین ہند پر اسلام کو

(۶) " " " ایک درہ جو کابل سے " ایک درہ میں جو کابل سے

(۷) " ۱۳ کالم ۱ ہزیرہ خاتون سلطان غیاث الدین کی بجائے ہزیرہ خاتون بنت سلطان غیاث الدین ، (۸) صفحہ و کالم مذکور بختیار کی پر نمبر ۳ کا نشان ہونا چاہیئے

(۹) صفحہ ۱۳ کالم ۱ بابر پر نمبر ۲ کا نشان (۱۰) مذکور اراضی جاگیر کی بجائے اراضی جاگیر

(۱۱) صفحہ " کالم ۲ پنجاب اگر احمد شاہ نے کی بجائے پنجاب آکر احمد شاہ نے ،

(۱۲) " " حاشیہ پر ۱۵۳۰ء سے پہلے نمبر ۲ درج ہونا چاہیئے ۔

(۱۳) صفحہ ۱۴ کالم ۱ بوقت دس دن گوجرانوالہ میں کی بجائے بوقت دس بجے دن کے گوجرانوالہ میں

# میری سرگذشت

## تاریخی رنگ میں

### قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات انکی قلم سے

نمبر ۱

حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ قریش نے جب اشاعت اسلام کا تہیہ کیا تو برق رفتاری کا اندازہ دکھلاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلے اور تین سو سال تک کوس لمن الملک بجاتے رہے، منجملہ دیگر اسباب کے ان کی کامیابی کی غالب وجہ یہ بھی تھی کہ سپاہی ہوں یا سپہ سالار، سیاح ہوں یا تاجر ہر حیثیت میں خدا کی وسیع سرزمین کو جہاں پر کہ وہ پہونچتے آنکھیں کھول کر دیکھتے اور وہاں کے تمدن و معاشرت کو بنظر غائر مطالعہ کرتے،

میری سروس کا تمام زمانہ بلوچستان ہی کی سرزمین سے وابستہ رہا اور میں نے بغیر کسی خارجی تحریک کے محض اپنی ذاتی دلچسپی کی بنا پر اپنی استعداد کے مطابق جہاں جہاں گیا کچھ نہ کچھ اخذ کرنے کی کوشش کی،

ہر شخص کے کوائف ذاتی مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس تماشاگاہ عالم میں قدرت کی تجویز کے مطابق جو پارٹ مجھے ادا کرنا پڑا اور جس ماحول میں میری زندگی کی بعض منازل طے ہوتیں میں اسی کے مطابق ممکن ہے کہ اختصار کے ساتھ حالات کے اظہار پر مجبور ہوں۔ البتہ یہ کوشش ضرور کرونگا کہ اسے جلد تر ختم کر سکوں،

میں اپنے ذاتی حالات کو محض چند خانگی باتوں تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتا بلکہ جو کچھ میں نے دیکھا اسے قوم کے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس میں اگر کوئی کام کی بات ہو تو قوم اس پر غور کر سکے۔ ایسے حالات زندگی کے تجربہ اور مشاہدہ کا نچوڑ ہوا کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ہر قریشی اپنے حالات کی قلم بندی میں ان کا تتبع کرے

والسلام، مخلص نظیر حسین از گوجرانوالہ

سنہ ۱۹۰۲ء میں میری پیدائش قصبہ سادو گورایہ میں ہوئی۔ جو گوجرانوالہ سے بجانب جنوب مغرب دس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے، جناب حضرت امام حسین علیہ السلام ششماہہ تولد ہوئے تھے اور میں چھ ماہ اور ستائیس دن کا پیدا ہوا،

اس بنا پر کہ اس قسم کا بچہ زندہ رہ سکے گا یا نہ؟ خاندان میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، لیکن میری دادی صاحبہ محترمہ کی فراست اور اصرار پر میری پیدائش پر اسیطرح کی خوشی منائی گئی جس طرح کہ نو ماہ کے توانا بچے کی ولادت پر منائے جانے کا دستور ہے، میرے اعضاء کی کمزوری کے لحاظ سے باحتیاط تمام روئی میں لپیٹ کر مجھے اس وقت تک زچہ خانہ ہی میں رکھا گیا جب تک کہ نو ماہ کی میعاد کا عرصہ پورا نہ ہو لیا اور اس وقت مجھے سردی ہوا اور تمازت آفتاب سے بھی محفوظ رکھا گیا۔ اگرچہ اس دوران میں بارہا اوقات ایسا ہوتا کہ میری متعلق امید زیست منقطع پائی جاتی۔ لیکن پھر دفعۃً آثار حیات نمودار ہو جاتے۔ غرضیکہ اسی قسم کی کشمکش میں تین مہینے کا عرصہ منقضی ہوا

جدی الاصلی والد جہر جناب سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران پر سیاہ داغ تھا[۱] میری دائیں ران پر پیدائشاً سفید داغ ہے،

مراسم ضروریہ کی تکمیل کے بعد میرا نام ضیاء حسین رکھا گیا۔ جو بعد میں لانا جلال الدین[۲] صاحب سکنہ دیرکا ضلع امرتسر کی تجویز پر نظیر حسین ہوا۔

---

[۱] ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ گھوڑے پر سوار تھے اتفاقاً ان کی ران کھل گئی، یہود اہل نجران نے آپ کی ران پر سیاہ داغ دیکھ کر کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہی شخص ہمکو ہمارے ملک سے خارج کریگا۔ دیکھو تاریخ خلفاء ۵۳

[۲] ہمارے خاندان کے رشتہ دار تھے،

ابتدا میں اگرچہ کسی قدر شکستہ حالت تھی لیکن جوں جوں قوت و طاقت آتی گئی، شکستگی رفع ہوتی گئی۔ میں قریباً چار سال کی عمر میں تھا جبکہ گاؤں کے ایک سکھ زمیندار[1] نے میرے جسم کے ایک نشان کی بنا پر میرے متعلق یہ کہا۔ کہ "یہ لڑکا صاحب اقبال ہوگا"[2] میری عمر پانچ سال پانچ ماہ اور پانچ دن کی تھی جبکہ حصول تعلیم مروجہ کیلئے مجھے سادھو گورائیہ کے ورنیکلر پرائمری مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں اکتوبر ۱۸۸۳ء میں میں نے پانچویں جماعت کا امتحان تعریف کیساتھ پاس کیا

۹ساون سمت ۱۹۳۷ بکری کو جب میرے دادا جان قبلہ قاضی نبی بخش صاحب کا انتقال ہوا تو عین اسی وقت اتفاقاً مجھے ایک کاغذ کا پرزہ دستیاب ہوا جس پر پنجابی زبان میں قبلہ مرحوم کی اپنی تصنیف کا اپنے قلم سے لکھا ہوا یہ شعر مندرج تھا کہ

> ب، پچھے رہے نظر حسین قاضی ساڈی آ گئی وقت تیاریاندے
> کریں نوکری وچ سرکار میاں نالے نیک رکھیں بند ہیایاں دے

یکم اپریل ۱۸۸۴ء کو بغرض تعلیم انگریزی گوجرانوالہ کے گورنمنٹ سکول میں داخل کیا گیا۔ اور خاندان بھر میں سے اس آغاز عمل کی اولیت کا سہرا میرے سر پر بندھا۔ چار ماہ کے بعد میں مشن ہائی سکول میں داخل ہوگیا۔ جہاں ۱۸۹۰ء میں تعلیم سے فارغ ہوا۔ ۱۸۹۱ء میں محکمہ بند وبست کا کام سیکھا۔ لیکن قضا و قدر نے میرا آب و دانا سرزمین بلوچستان میں ایک لمبے عرصے کیلئے مقدر کیا ہوا تھا۔ اس لئے طلبداشت پر میں ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو سبی[3] پہونچا۔ یہ میرا سب سے پہلا اس قدر لمبا اور طویل ریلوے سفر تھا۔ ۱۰ جنوری ۱۸۹۳ء کو وہاں کے اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کا سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوا۔ جہاں ۱۰ مارچ ۱۸۹۴ء تک اسی عہدہ پر کام کیا۔

۱۸۹۳ء میں بلوچستان کے اعلے حکومتی نظام میں تغیر عظیم رونما ہوا۔ کہ میر خداداد خاں صاحب احمدزئی خانِ قلات ۳۶ سالہ حکمرانی کے بعد مستعفی ہوئے اور ان کے فرزند کلاں میر محمود خاں[4] ۱۰ نومبر ۱۸۹۳ء کو آنریبل ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان کے دربار منعقدہ کوئٹہ میں فرمانروائے قلات بنائے گئے،

چند وجوہات کی بنا پر علاقہ جھالاواں کے حصہ زہری میں سردار گوہر خاں زرک زئی نے شورش برپا کردی اور سرکشی اختیار کرلی۔ اس لئے سردار مذکور کا خلف اکبر میر محمد یوسف خاں جو ایک عرصہ سے علیگڈھ میں بغرض تعلیم بھیجا جاچکا تھا، فروری ۱۸۹۴ء میں وہاں سے واپس سبی منگایا اور سترہ سال کی عمر میں تھا کہ اسے چیف آف جھالاواں بنایا گیا اور مجھے اس کا اتالیق مقرر کیا گیا،

۱۲ مارچ ۱۸۹۴ء کو منگلوار کے دن روانگی جھالاواں کے لئے بمعیت غلام علی بلوچ (بدرقہ) جب میں سبی سٹیشن سے ½۸ بجے شام کی ٹرین میں مِل پٹ سٹیشن پر پہونچنے کے لئے سوار ہوا تو اپنی دوست واحباب اور سکول کے طلبہ کو جو میری مشایعت کے لئے آئے تھے میں نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ "اب میرے لئے تخت ہوگا یا تختہ" کیونکہ گوہر خاں کی شوریدہ سری کے حالات کے لحاظ سے پُر آشوب وقت میں میرا وہاں جانا آگ میں کودنے اور موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا۔ لیکن میں نے عواقب ونتائج سے بے نیاز ہوکر محض خدا تعالیٰ ہی کے فضل کے بھروسہ پر، ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم پر عمل کیا۔

۱۴ مارچ ۱۸۹۴ء۔ یہ پہلا دن تھا۔ جبکہ علاقہ کچھی کی کفدست سرزمین میں داخل ہوا۔ کچھی کا رقبہ چار ہزار ساٹھ مربع میل اور آبادی ۹۲۷۵۹ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کے مشہور ترین شہر بھاگ[5]، ڈاڈھر، سنھڑی، حاجی، لاہڑی، میرپور، سنی، شوران[6]، گاجان، جھل، گنداوہ اور کوٹڑہ[7] ہیں۔ دوپہر کو سراہ میں نے پہلی مرتبہ شہر بھاگ کو دیکھا۔ جو مِل پٹ سے چودہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ بات اس وقت خارج از وہم و

---

[1] جوہڑی کا جگت سنگھ۔ [2] یہ پیشگوئی اپنے وقت پر حرف بحرف پوری ہوئی۔ [3] قدیمی نام سِوی ہے جو سنسکرت زبان کے لفظ سے مشتق ہے انگریزوں نے سبی موسوم کیا۔ سطح سمندر سے ۴۳۳ فٹ بلند اور گوجرانوالہ سے ۴۲۰ میل دور فاصلہ واقعہ ہے۔

[4] ہز ہائینس سر میر محمود خاں بیگلر بیگی (خان خاناں) جی سی آئی ای موجودہ خان قلات

[5] اصل نام باغ ہے۔ جس سے ایک ہزار تین ہجری اس کا سن تعمیر نکلتا ہے، خانانِ قلات کا سرمائی ہیڈ کوارٹر ہے [6] ۱۵ مارچ کو یہاں مقیم ہوا۔ [7] تاریخی مقام ہے اور خان قلات کا سرمائی ہیڈ کوارٹر بھی، ۱۷ مارچ کو میں نے اسے دیکھا، یہاں ایک اچھا خاصہ باغ ہے اور ایک ناتمام مسجد کلاں بھی، میر خداداد خانصاحب نے اسکی تعمیر شروع کرائی تھی، کاش کہ پدر نتواند پسر تمام کند کا مضمون ہوتا [8] ۱۹ مارچ کو یہاں قیام کیا، یہاں پہونچنے کے لئے تین راستے ہیں (۱) منگاف اسٹیشن سے براہ بھاگ (۲) نڈعلی (۳) مِل پٹ سٹیشن سے براہ بھاگ ۳۔ نتال سٹیشن سے براہ جھوک قاسم شاہ [9] درہ مولا بھی کہا جاتا ہے[10] حلیہ بقرار ذیل، عمر قریباً ۶۰ سال رنگ سانولا، قد درمیانہ جسم پُر تیلا، لمبی داڑھی جو ناف تک پہونچتی ہے۔ گوڑ مونچھیں جو جوانی تک کیتیں کانوں تک پہونچتی تھیں عقابی آنکھیں اور ستواں ناک [11] مجھ سے ہر ایک ہفتہ پہلے سبی کو روانہ ہو گئے تھے۔

گمان بھی کہ اس سے پونے نو سال بعد قدرت کے ازلی پروگرام کے مطابق اسی بھاگ میں علاقہ نیابت بھاگ کا حاکم کیا جاؤنگا۔ علاقہ کچھی کی مسافت کو طے کرتا ہوا ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ء کو درہ مولا میں داخل ہوا، جہاں سے علاقہ جہالاواں کی حدود کا آغاز ہوتا ہے، درہ مذکور کی دونو جانب سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ صاف اور شفاف پانی کی شائیں شائیں کرتی ہوئی متعدد ندیاں بہتی ہیں، اس درہ میں قابل کاشت اراضی کی قلت اور بہتے ہوئے پانی کی فراوانی سے بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔ کہ خدا نے یہاں پانی کی ندیاں تو جاری کر دیں، مگر انکے رسے اور ٹی کا کوئی بند وبست نہیں، ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو زیدی میں پہونچا، جہاں سردار گوہر خاں اور سردار یوسف خاں مقیم تھے، زیدی سردار پہاڑ خاں ساسولی کا ہیڈ کوارٹر ہے، اور گوہر خاں بطور ایک پناہ گزیں دوست کے یہاں رہتا ہے، میں نے زیدی ایک سو چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ تمام مسافت میں نے سانڈھنی کی سواری کے ذریعے طے کی شتر سواری کا یہ پہلا اتفاق تھا۔

اب میری زندگی کا دور جدید شروع ہوا، براہوی اور بلوچ اقوام کے طریق زندگی کے مطابق انکے سیاہ بالوں کے کالے کالے کمبلوں کا ایک گدان[1] میری رہائش کے لئے مختص کیا گیا۔ سرداران مذکور خود بھی اسی قسم کے گدانوں میں اقامت پذیر تھے۔ نہ ڈاکخانہ نہ تارگھر، نہ ہسپتال، نہ موچی نہ دھوبی نہ حجام نہ مہتر، البتہ بنئے کی ایک دوکان مگر اس میں بھی پھیکا پکوان،

موسم گرما میں یہاں زیتون کے ایک درخت کے سایہ تلے میرا بسیرا تھا۔ رات کو زمین کا فرش اور آسمان کی چھت، میں براہوی اور بلوچی زبانوں سے قطعاً نا آشنا تھا اور یہاں کے لوگوں کی مادری زبان براہوی تھی۔ جس کے جلد تر سیکھنے کی میں نے امکانی کوشش کی اور لباس بھی براہویانہ وضع کا اختیار کر لیا۔

براہوی اور بلوچی زبانوں ہی میں نہیں بلکہ براہوی اور بلوچ اقوام کے لباس میں بھی فرق ہے۔ بلوچ پرانی وضع کا انگرکھا بشکل حلبی جبہ کے پہنتے ہیں اور براہوی کرتہ یا انگرکھا نہیں رکھتے بلکہ ایک دراز پیراہن جسے چولا کہتے ہیں زیب تن کرتے ہیں،

بلوچی زبان میں "جہلا" جنوب کو کہتے ہیں اس لئے جو علاقہ شہر قلات سے جنوب کی طرف تھا، باصطلاح زبان بلوچی اسے جہلاوان کہا گیا اور یہ نام اس وقت رکھا گیا۔ جبکہ قوم بلوچ نے قلات کی حکومت براہوی اقوام سے چھین لی، ورنہ اس علاقہ کا قدیمی نام توران ہے۔ جو بحوالہ روضۃ الصفا عہد غزنویہ سے پیشتر ایک زمانہ میں منجملہ دیگر ممالک کے میرے جد امجد حضرت فرخ شاہ کابلی بادشاہ کابل کے زیر حکومت تھا، آہ کس قدر دردناک نظارہ ہے کہ اب یہ ملک غیروں کے تصرف میں ہے، تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اتفاقاتِ زمانہ سے صرف توران ہی کا نام تبدیل نہیں ہوا، بلکہ وہ متصل سرزمین بھی جو اب افغانستان کے نام سے موسوم ہے اسی خراد پر چڑھ چکی ہے، ہندوں کی پرانی کتابوں میں اس کا نام بالھیک مندرج ہے، جب اس پر ایرانی قابض ہوئے تو دو حصوں میں منقسم کرکے اس کا نام زابلستان اور کابلستان رکھا گیا جب سکندر اعظم اس پر متصرف ہوا تو یونانی زبان میں اس کا نام بکٹیریا پڑا۔ جب مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ تو کابل و قندھار سے لیکر ایران تک کا ملک خراسان کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر نادر کی وفات کے بعد جب اکتوبر ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ ابدالی تخت قندھار پر متمکن ہوا تو اس وقت سے اس ملک کا نام افغانستان ہو گیا۔ لیکن مغربی حصے کو اب بھی لوگ خراسان ہی کہتے ہیں،

جہالاواں ۲۵ درجہ ۲۹ دقیقہ اور ۲۹ درجہ ۲۱ دقیقہ عرض شمالی اور ۶۵ درجہ ۱۱ دقیقہ اور ۶۷ درجہ ۲۷ دقیقہ طول شرقی قلات سے بیلہ اور کچھی کے میدانوں سے لیکر کران اور خاران کی گھاٹیوں تک یہ پھیلا ہوا ہے، اس کی انتہائی لمبائی شمالاً جنوباً دو سو چالیس میل اور شرقاً غرباً ایک سو میل ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۲۱۱۲۸ مربع میل ہے، اور ۲۰۸‌۹۴۷ نفوس کی آبادی؛

بلوچستان کی موجودہ حالت عمومی پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ سو سال کے اندر عربوں نے اس ملک کو مذہب مذاق و عادات تمدن و معاشرت، طریق بود و ماند اور اوضاع و اطوار کے لحاظ سے سرزمین عرب کی ایک نوآبادی اور خوبصورت تصویر بنا دیا تھا،

[1] ایک قسم کی جھونپڑی جیسا کمبل کا گھر جو اک ۱
[2] . . . کو زدی بھی کہا جاتا ہے۔

اب اگرچہ ان کی حکومت یہاں ختم ہو چکی ہے مگر اپنے ایام حکمرانی میں جو پائیدار اور گہرا اثر انہوں نے ڈالا۔ ویسا اثر غیر عرب مسلم سلاطین ہند اپنی ساڑھے آٹھ سو سالہ حکومت میں ہندوستان پر نہ ڈال سکے۔ بلوچستان کا ملکی مذہب صرف اسلام ہے۔ لیکن ہندوستان میں جب سلطنت مغلیہ کے کھنڈرات پر حکومت انگلشیہ کے قصر کی بنیادیں رکھی گئیں۔ تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں ۱/۴ ۳ کروڑ سے زائد نہ تھی۔ اگر بخلاف اس کے بلوچستان میں آج مسلمانوں کی ۹۴ فیصدی آبادی ہے، جو عربوں کی نہ مٹنے والی دائمی یادگار ہے

قاضی نظر حسین فاروقی، ریٹائرڈ مستوفی

# نقد و نظر

## "شہاب" عید نمبر

راولپنڈی سے مولوی محمد یٰسین صاحب ہزاروی کی زیر ادارت سہ روزہ شائع ہوتا ہے اور قابلیت کے ساتھ ترتیب دیا جاتا ہے مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت میں خاص خدمات انجام دے رہا ہے۔ ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء کا اخبار عید نمبر کے نام سے رنگین شائع کیا گیا ہے، بہترین منثور و منظوم مضامین سے مزین ہے، ہر قسم کا دلچسپ اخباری مواد موجود ہے مسلمانوں کو ایسے مفید جرائد کی قدر کرنی چاہیئے، قیمت سالانہ ۸ روپے، منیجر "شہاب" راولپنڈی سے منگائیے،

## "عفت" عید نمبر

یہ زنانہ ماہوار رسالہ مولوی سید محمد رضی صاحب ایم۔ اے کے زیر سرپرستی اور امۃ الزہرا و بلقیس جمال خاتون کی ادارت میں دہلی سے شائع ہوتا ہے، مارچ کا رسالہ عید نمبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے کتابت و طباعت دیدہ زیب، حجم کم و بیش ۸۰ صفحات، سرورق خوشنما، قابلیت سے ترتیب دیا گیا ہے، مضامین بالعموم اصلاحی اور نتیجہ خیز ہیں "مملکت منزل کی ملکہ" کے عنوان سے سید محمد رضی ایم اے کا مضمون ایک خاص مضمون ہے "راز ہستی" بھی ایک اچھا مضمون ہے اور دیگر مضامین بھی۔ قیمت سالانہ چار روپے ششماہی ۲ روپے نمونہ کا پرچہ ۴ر، مہتمم رسالہ "عفت" دہلی سے منگائیے :-

## حصار اسلام

بٹالہ (گورداسپور) سے میاں سلطان احمد صاحب ندوی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن) کی ادارت میں یہ اصلاحی و تبلیغی رسالہ جاری ہوا ہے۔ اس کا مقصد وحید مسلمانوں کی اصلاح اور انہیں افلاس سے نجات دلانا ہے، یہی رسالہ پہلے ہفتہ وار اخبار کی شکل میں نکلتا تھا اور ناقابل برداشت حوادث کی تاب نہ لاکر اس کی اشاعت ملتوی ہو گئی تھی اب ماہوار رسالہ کی صورت میں جاری ہوا ہے۔ کاغذ کتابت دیدہ زیب، شروع میں مرزا بشیر الدین محمود امیر جماعت احمدیہ کا عکسی فوٹو دیا گیا ہے، چندہ سالانہ دو روپے، فی پرچہ ۳ر، منیجر صاحب "حصار اسلام" بٹالہ سے طلب کیجئے،

## "صادق"

اس نام سے پیرزادہ ولی احمد صاحب مخدومی کی ادارت میں ہفتہ وار اخبار گوجرانوالہ سے شائع ہوتا ہے، جو محنت و عرق ریزی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے، واقعات ملکی اور حالات حاضرہ پر معقولیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے، چوتھا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ ۱۸×۲۲/۴ سائز کے ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ طباعت قابل توجہ، قیمت سالانہ عوام سے ۳ روپے، منیجر اخبار صادق گوجرانوالہ کے پتہ سے طلب کریں،

# کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن؟

پنڈت دھرم بھکشو لکھنوی نے اِس نام کی ایک کتاب لکھ کر شہر و فساد کے دلوتوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کے مروجہ عقائد پر جن کو اصل اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ بہت کچھ معقول اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اور ہر مذہب کے عوام ایسے ہی وہمی عقائد کے معتقد ہوا کرتے ہیں۔ خود وید بھومی کے رہنے والے پراچین مت کے بھگتوں کے دلوں اور دماغوں کا معائنہ کیا جائے۔ تو شائد اِس وہم پرستی میں وہ سب سے آگے ثابت ہونگے۔ لیکن اگر معترض اخلاص کا لذت آشنا ہو۔ تو عموماً ایسے اعتراضات اِصلاح عقائد کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ قرآن شریف نے ایسے ہی اعتراض کر کے شرک پسند مذاہب کو ایک حد تک مجبور بہ توحید بنا دیا۔ میں نے اِسی حسن ظن سے اِس کتاب کو دیکھنا چاہا۔ لیکن افسوس کے ساتھ نتیجہ مطالعہ کے اظہار پر مجبور ہوں۔ کہ یہ کتاب بحالات موجودہ مرثیہ ہے ہندی قومیت کا۔ اور انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ آزادی ملک کی راہ میں ایک ہمالہ ہے۔ اور غلامستان ہند میں طوق و زنجیر اور دار و رسن کا گراں قدر اضافہ ہے۔ مذہب و اخلاق کی مقدس سرزمین میں ہلاہل کا بیج ہے۔ ایسے مریضان مذہبیت قریباً ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی طرح اپنی دماغی خرابی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ اگر عوام اِن کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے باز آجائیں۔ تو اِن کے مہلک مرض کی بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ جہاں تک تجربہ و مشاہدہ کا تعلق ہے۔ شور و واویلا کشت و خون اِن کا صحیح علاج نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے مدارکوں کے باوجود بھی یہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایک نفسانی مرض ہے۔ علم النفس کی رُو سے اِس پر غور کیا جائے۔ تو اِس کے صرف تین سبب ہو سکتے ہیں۔ جن کے دفعیہ کے بغیر اِس مرض سے رہائی دشوار ہے۔

(۱) نقص تربیت (۲) معاش کی مجبوریاں (۳) سب سے بڑھ کر سوسائٹی کا بگڑا ہوا مذاق [illegible]

تدبیر علاج یہی ہو سکتی ہے۔ کہ عوام کو حقیقت مذہب مقصد مذہب اور کھلے طور پر وحدت مذاہب سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ اور فروعی باتیں جن کو پیشہ ور ملاؤں، پنڈتوں اور پادریوں نے اہم بنا رکھا ہے۔ نظرانداز کر دینی چاہئیں۔

میں نے اِس فعل کو دماغی خرابی کا نتیجہ کہا ہے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ایسے مصنفین کا کلام عموماً مربوط نہیں۔ خود ہی ایک بات بہت شدت سے ثابت کرتے ہیں۔ اور چند ہی صفحات کے بعد اس کی تردید میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ پیش نظر کتاب علاوہ بہت سی دوسری خیانت کارانہ کوتاہیوں کے اِس قسم کی بے ربطیوں سے بھری پڑی ہے جن پر توجہ کرنا گویا دیوانے کو نصیحت دینا ہے۔ لیکن اِس لئے کہ عوام اِن سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اِس کے متعلق خاموشی اختیار کرنا بھی نامناسب معلوم ہوا۔ یہاں ایک آدھ مثال نقل کرتا ہوں۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ تو باقی آئندہ عرض کرونگا۔ صفحہ ۳۷ اور ۳۸ میں جبرئیل کے متعلق لکھا ہے:-

غالب ہے کہ وہ ملک ہند کا کوئی برہمن ہو......حضرت خدیجہ کے پاس ہندوستان اور دیگر ممالک کے لوگ اکثر آیا جایا کرتے تھے.....کیا عجب ہے کہ ہندوستان کا کوئی برہمن ہی ویدک دھرم کے پرچار کے لئے گیا ہو۔ اور اسی نے حضرت کو تعلیم و تلقین کی ہو۔ چنانچہ میں نے اِس پر مفصل بحث اور کامل تحقیق کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن ویدوں کے چند منتروں کی تفسیر ہے۔ اور حضرت محمدؐ صاحب ویدک دھرم کے ہی ماننے والے اور پرچارک تھے!

اِسکے خلاف صفحہ ۴۳ پر پیغمبر علیہ السّلام کو مصنف قرآن اور صاحب علم ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوا لکھتا ہے۔ "میں تو اِنکو ایک جید علّامہ اور پہلے درجہ کا عاقل تسلیم کرتا ہوں.....اگر حضرت کو اُمی کہا گیا ہو۔ تو یہ محض کسر نفسی پر شمار کیا جائیگا" صفحہ ۳۶ پر ایک صاحب خدا بخش نامی کی رائے کو پیش کرتا ہے:-

اگر مجھ کو اجازت دی جائے۔ تو میں کہونگا۔ کہ قرآن پیغمبر علیہ السلام کا صرف ایک کچا روزنامچہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہینڈ بک یا پاکٹ ڈائری ہے۔ جس میں وہ اپنی روزمرہ کی باتیں یا یادداشت لکھا کرتے تھے۔ صفحہ ۳۸ پر اسی قرآن کے متعلق جسے ابھی وید مقدس کا ترجمہ مان چکا ہے۔ یا ایک بڑے علامہ کی تصنیف کہہ چکا ہے۔ لکھتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کلام خدا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں اختلافات کا موجود ہونا اِس کو کسی صحیح عقلمند دماغ اور انسان کے خیال سے خارج کر دیتا ہے" کیا ایسے مصنف کے دماغ کو صحیح سمجھا جا سکتا

# متضاد خیالات

## حیدرآباد کی دو تقریریں

دسمبر ۲۹ء کے آخری ہفتہ میں لارڈ ارون وائسرائے ہند حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تھے، وہاں آپ نے ایک زبردست تقریر کی تھی جس پر حیدرآبادیوں نے خوشی کا نہیں بلکہ افسوس کا اظہار کیا تھا۔ کہ "یار وفادار" کے ساتھ جس نے انگریزوں کو ابتدائی ایام میں تکلیفات سے نجات دلائی ہے اور ان کی سلطنت کو ہندوستان میں محکم بنایا ہے اس کا شکرگذار ہونے کی بجائے الٹا زیربار احسان بنایا جاتا ہے۔ دکن کے اخبارات نے بھی لارڈ ارون کی اس تقریر کو ناموزوں و نامناسب اور تلخ و ترش ظاہر کیا تھا۔

اس تقریر کو ابھی بمشکل ایک مہینہ گذرا ہے کہ سر ولیم بارٹن ریذیڈنٹ کو حیدرآباد سے رخصت ہونیکے وقت ایک الوداعی تقریر کرنی پڑی۔ آپنے لارڈ ارون کے خلاف اپنی تقریر میں بڑی میٹھی میٹھی باتوں میں آصفیہ سلطنت کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

(۱) تسخیر قلعہ سرنگا پٹم یعنی سلطان ٹیپو کی لڑائی کے زمانہ میں حیدرآباد کا زعفرانی علم یونین جیک کے ساتھ ساتھ قلعہ پر لہرا رہا تھا (۲) غدر کے نازک زمانہ میں حیدرآباد سے برطانوی حکومت کو زبردست امداد ملی (۳) جنگ عظیم میں عراق عرب میں حیدرآبادی افواج نے کارہائے نمایاں انجام دیے (۴) انگلستان اپنے "یار وفادار" کی اخلاقی و مادی امداد کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب لارڈ ارون نے اپنی تقریر میں برطانوی جتاتے جتائے تھے اس وقت گورنمنٹ کی کیا پالیسی حیدرآباد یا ریاستوں کے متعلق تھی اور اب جب ان کے قائم کردہ ریذیڈنٹ نے حکومت نظام کی امداد و اعانت کے شکریہ کا راگ الاپا ہے تو کیا پالیسی ہے۔ حیدرآباد دکن کا موقر اخبار رعیت لکھتا ہے کہ اپنی تقریر کے وقت وائسرائے بہادر کو اطمینان تھا کہ کانگرسیوں اور حکومت کے درمیان کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو جائیگا۔ لیکن خلاف توقع جو واقعات یکم جنوری کے بعد پیش آ رہے ہیں انہوں نے گورنمنٹ کو کم از کم ریاستوں کے متعلق اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور کر دیا ہے، اور وہ کی تقریر بھی اسی پالیسی کے ماتحت ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی ریاست کے متعلق دو ذمہ دار نمائندگان حکومت برطانیہ کے پیرایۂ بیان اور لب و لہجہ میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،

ایک اور وجہ ہمعصر مذکور نے بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ وائسرائے کی تقریر سے جب حیدرآباد کے وطن پرستوں کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ تو انہوں نے قومیت و وطنیت کی وقعت و آزادی قائم رکھنے کے لئے ایک انجمن قائم کرلی۔ اب سر ولیم بارٹن کی خوش کن باتیں کیا ہمارے بڑھتے ہوئے قومی و وطنی جذبات کو فناہ کر سکتی ہیں ؟

ہمارے خیال میں ان تقریروں کے مطالب اور لب و لہجہ کے اختلافات کی کوئی وجہ ہو اس میں کلام نہیں کہ برطانوی مدبرین کے بیانات و خیالات کسی مخصوص پالیسی کے حامی ہوتے ہیں۔ جب ان کی پالیسی بدلنے پر آتی ہے تو ان کے بیانات میں بھی ایک نمایاں تبدیلی نظر آنے لگتی ہے واقعات اس کے شاہد ہیں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں :-

## مملکت آصفیہ

**سلطان العلوم کی فیاضی** تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطانہ کی کریم النفسی و فیض بخشی ضرب المثل ہے مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب آپکی شاہانہ فیاضی کا شہرہ ہے کوئی ادارہ اور کوئی انسٹی ٹیوشن نہیں جو آپ کے کرم و عطا اور بذل و سخا کے بحر بیکراں سے سیراب نہ ہوتا ہو۔ حال میں حضور نے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو پچاس ہزار کا گراں بہا عطیہ یکمشت عطا کرنے کے علاوہ ایکہزار روپیہ ماہانہ کی امداد بھی منظور فرمائی ہے۔ فرمان شاہی بھی جاری ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ

> تم سلامت رہو ہزار برس
> ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

**خطابات** اعلحضرت نے سالگرہ ہمایونی کی تقریب پر رکن عدالت عالیہ کو صمد نواز جنگ بہادر، بیرسٹر عدالت عالیہ کو اصغر یار جنگ بہادر اور کوتوال بلدہ کو رستم یار جنگ بہادر کے معزز خطابات سے مفتخر فرمایا۔

**نئے رزیڈنٹ** حیدرآباد دکن سے سابق رزیڈنٹ کی واپسی پر رائٹ آنریبل لفٹنٹ کرنل ٹرنس سیزی کیسری ایس آئی ای ایم جی سی آئی ای بطور رزیڈنٹ تشریف لائے ہیں نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات، نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس اور صدر المہام مال کوتوالی اور چند دیگر معززین استقبال اسٹیشن پر تشریف لیگئے م

# وفا شعار لڑکی

۱۸۰۳ء میں جنرل لے جولیس، نپولین بونا پارٹ شہنشاہ فرانس کے قتل کی سازش میں ماخوذ ہوا اور اثبات جرم پر سزائے موت کا مستوجب قرار دیا گیا۔

جنرل مذکور کی ایک ۱۴ سالہ لڑکی تھی اپنے باپ کی نسبت یہ حکم سنکر نہایت مغموم اور پریشان ہوئی، اسکی رہائی کی بہت تدابیر سوچیں مگر کسی سے اطمینان نہ ہوا۔ آخر دوسری صبح چپ چاپ پا پیادہ قصر شاہی کیطرف روانہ ہوئی۔ باب عالی پر پہونچکر رک گئی، اور خیال کیا کہ

در میرو وزیر سلطان را بے وسیلت مگرد پیرامن
سگ و درباں چو یافتند غریب ایں گریباں گرفت واں دامن

وہی بات نہ ہو کس طرح منزل مقصود پر پہونچوں۔ پہلے تو ذرا مایوس ہوئی مگر تھوڑی دیر غور کرکے آگے بڑھی اور جرأت کرکے دربان کو اپنا قصۂ غم کہہ سنایا دربان کچھہ تو تھا ہی نرم دل اور مزید براں اس کے اس کے عجز و انکسار، داستان مصیبت اور حسن خداداد سے ایسا متاثر ہوا کہ محل میں داخل ہونیکی اجازت دیدی، اور یہ سیدھی ملکہ جوزف آئین شہنشاہ بیگم کے حضور میں پہونچی ملکہ اس کی صورت دیکھہ کر حیران رہ گئی۔

ملکہ :۔ تم کون ہو؟ لڑکی :۔ بدنصیب جنرل جولیس کی بیٹی۔ ملکہ۔ آنے کا سبب؟

لڑکی :۔ حضور! میرے باپ کو جہاں پناہ کے خلاف سازش کے جرم میں سزائے موت کا حکم ہوا ہے اور عنقریب اسے ہمیشہ کے لئے مجھسے جدا کیا جائیگا۔ مہربان ملکہ! میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ بیگناہ ہے ممکن ہے مجرم ہو اور اس صورت میں لازم ہے کہ اس کو سزا دیجائے لیکن وہ اکیلا نہیں مریگا۔ اسکے بغیر یہ غمزدہ بھی زندہ نہیں رہیگی۔ وہ مجھے پیار کرتا تھا اور میری خاطر اسے ہر طرح منظور تھی اگر وہ دنیا سے کوچ کر جائیگا۔ میرا قیام بھی غیر ممکن ہے۔ رحمدل ملکہ مہربان ملکہ! میری حالت پر رحم کرکے اسکی معافی کی شہنشاہ سے سفارش فرمائیں،

یہ الفاظ غمزدہ لڑکی نے اس منت وسماجت سے کہے کہ ملکہ کو رحم آگیا اور اسکی آنکھیں بار بار اسی نظر عنایت سے دیکھنے لگیں۔ اگرچہ نپولین نے اسی خاص طور پر کہہ رکھا تھا کہ چونکہ اس کے خلاف نہایت خطرناک سازشیں ہو رہی ہیں وہ کسی ایسے شخص کی سفارش نہ کرے اور اگر عرض کرنا ضروری ہو تو تحریری ہونا چاہیئے۔ مگر رحمدل ملکہ نے صلاح دی کہ جب شہنشاہ وزیروں کے ہمراہ فلاں کمرے سے گذریں تو ان کے حضور میں پیش ہو کر عرض کرے۔

چنانچہ جب شہنشاہ اس کمرے سے گذرنے لگا تو مصیبت زدہ لڑکی جلدی سے اسکے پاس پہونچی اور قدموں پر گر کر نہایت عجز سے دردناک لہجے میں التجا کی۔

"معاف کرو! معاف کرو! میرے باپ کو، میرے باپ کو معاف کرو"

نپولین نے اس اجنبی لڑکی کو ایوان خاص میں دیکھہ کر حیرت کا اظہار کیا اور کسی قدر کرخت آواز میں کہا۔ "میں نے کہہ رکھا ہے کہ مجھے اس قسم کے نظارے دیکھنے منظور نہیں، لیکن نامعلوم! باوجود میرے حکم کے تمہیں میرے سامنے آنیکی کس نے اجازت دی بس صاحب چھوڑ دو"

یہ کہکر اس سے اپنے آپکو چھڑانیکی کوشش کی مگر لڑکی اسکے پاؤں سے لپٹ گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ چہرے پر اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہوئے۔ الحاح وزاری سے کہا۔

"معافی۔ معافی، میں اپنے باپ کے لئے معافی مانگتی ہوں۔"

نپولین نے کہا۔ تمہارا باپ کون ہے اور تم کون ہو؟

لڑکی نے مودبانہ جوابدیا۔ "جناب میں مس لے جولیس ہوں۔ میرے باپ کے قتل کئے جانے کا حکم صادر ہو چکا ہے۔"

نپولین نے ذرا توقف سے کہا۔ "ہاں! مس صاحبہ! لیکن یہ دوسرا جرم ہے جسمیں تمہارے باپ نے ہماری جان لینے کی سازش کی افسوس میں تمہارے لئے کچھہ نہیں کر سکتا۔"

لڑکی نہایت متانت اور سادگی سے بولی۔ "جناب یہ میں جانتی ہوں۔ پہلی دفعہ میرا باپ بالکل بیقصور تھا اور آج میں انصاف کی خواہشمند نہیں بلکہ معافی کی خواستگار ہوں۔ اور اس کے لئے معافی کی التجا کرتی ہوں۔"

نپولین اس نظارے سے بہت متاثر ہوا اور اس کا لفظ لفظ اسکے دل میں گھر کر گیا۔ پیار سے لڑکی کا ہاتھہ پکڑا اور محبت بھری آواز سے کہا "اچھا میری لڑکی، تمہاری خاطر میں تمہارے باپ کو معاف کرتا ہوں، اب اٹھو اور مجھے چھوڑ دو،"

اس مژدہ جانبخش کی لاانتہا مسرت لڑکی کی کمزور طبیعت سے برداشت نہ ہوسکی۔ بیہوش ہوکر زمین پر گری۔ ملازم جھٹ اٹھا کر شہنشاہ بیگم کے کمرے میں لیگئے۔ جہاں فوراً ہوش لائی گئی اس ناگہانی صدمہ سے بہت کمزور ہوگئی۔ لیکن دلمیں تاب نہ تھی کہ یہاں اور ٹھیرے۔ اگرچہ ملکہ نے اصرار کیا مگر اس نے اجازت چاہی اور دعائیں دیتی رخصت ہوئی۔

نپولین کا ایڈیکانگ اور اسکی عورت یہ خوشخبری پہونچانیکیلئے لڑکی کے ہمراہ ہوئے۔ جب جیل میں پہونچے۔ جنرل لے جولیس ایک اندھیری کوٹھری میں جان سے بیزار آہ و فغاں کر رہا تھا لڑکی جاتے ہی اس سے لپٹ گئی اپنے باپکو وہ خوشخبری سنانے کے ناقابل تھی جسم تھر تھرانے لگا۔ آنکھیں پتھرا گئیں اور بیہوش ہوکر گر پڑی اس کے باپ کو رہا کر دیا گیا۔ پھر پہونچکر اسکو ہوش آیا۔ لڑکی کی محبت اور استقلال کی بیحد تعریف ہونے لگی ؛ م

# اقتباسات

## زندگی کا ثبوت

دیوان چند بارہ سال قبل سید پور ضلع جہلم میں ایک یتیم لڑکا تھا جس کو آسمان کی نیلی چھت کے نیچے کوئی پناہ دینے والا نہ تھا۔ یہ لڑکا بے یار و مددگار گاؤں سے نکلا اور کسی نہ کسی طرح دہلی پہونچگیا۔ وہاں اس نے چند پیسے مہیا کرکے سودا بیچنا شروع کیا۔ قسمت نے یاوری کی اور بارہ سال کی مدت میں مفلس و قلاش یتیم لالہ دیوانچند رئیس و ٹھیکیدار دہلی بن گیا۔

لالہ دیوانچند بارہ سال کے بعد اپنے وطن گیا اور وہاں جسقدر غریب و نادار لوگ تھے ان کی امداد کی اور چند روز ان کو خوب دعوتیں بھی دیں۔ لیکن دفعتہً لالہ صاحب بیمار ہوگئے اور پشاور میں کچھ عرصہ زیر علاج رہکر اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے دس لاکھ روپیہ ہندو انسٹی ٹیوشنوں اور تعلیمگاہوں کی نذر کردیا۔ اور چند بیواؤں کو جو دو ہزار دو سو روپے ماہوار کی امداد وہ اپنی زندگی میں دیا کرتے تھے اس کو جاری رکھنے کی تاکید بھی کی۔ اس طرح لالہ دیوانچند نے ثابت کردیا۔ کہ اگرچہ وہ مرگئے مگر انکا نیک نام زندہ ہے اور مدت تک زندہ رہے گا۔

## "الفقیہ" "المنیر" اور "کشمیری"

یہ تین ہفتہ وار اخبار ہیں۔ الفقیہ امرتسر سے المنیر ضلع گوجرانوالہ اور کشمیری لاہور سے نکلتا ہے۔ تینوں اپنی اپنی جگہ اچھے اخبار ہیں۔ المنیر نے گذشتہ سے پیوستہ سال اپنے ناظرین کے پاس اپنی مشکلات کا اظہار کیا۔ اس پر چار سو خریداروں نے دو دو سال کی قیمت پیشگی ادا کردی اور کئی معاونین نے اپنے عطیجات سے امداد کی۔ یہی مشکلات الفقیہ کو کچھ عرصہ سے پیش آرہی ہیں۔ انکی اپیل پر اس کے کئی معاونین نے بیس بیس اور پچاس پچاس روپے سے انکی اعانت کی ہے اور کئی کئی خریدار بھی دئے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک بزرگ نے اس کو ایک سو روپیہ قلات سے ایک اور معاون نے ۲۴ روپے نقد بطور امداد اور آٹھ جدید خریدار اور ایک نے عطیہ اور خریداروں کی قیمت ملا کر ۴۹ روپے دئے ہیں۔ معاصر کشمیری میں لگاتار سنہری فہرست شائع ہورہی ہے اور ہر ہفتہ دس بارہ خریداروں کا اضافہ ہوتا ہے، ہم ہر سہ اخبارات کو ایسے ہمدرد معاونین کی اس اعانت پر مبارکباد دیتے ہیں، کیا قریشی برادران کچھ توجہ فرمائیں گے ؟

## علی گڈھ کے دو طالب علم

ایک گورنر ایک تاجدار

آنریبل نواب سر حافظ محمد احمد سعید خاں صاحب کے سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ بی۔ ای جو اس وقت صوبۂ یوپی کے ہوم ممبر ہیں۔ علیگڈھ کالج کے طالب علم ہیں۔ وہ چھتاری ضلع بلند شہر کے تعلقہ دار ہیں۔ ۱۹۳۳ء میں سر الگزنیڈر ہیلی گورنر یوپی کی وفات کے بعد دو ماہ تک آپ صوبہ متحدہ کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے علیگڈھ کالج ہی میں تعلیم پائی ہے

ہز ہائی نس نواب سر حمید اللہ خانصاحب بی۔ اے جو ریاست بھوپال کے تاجدار ہیں۔ علیگڈھ کالج کے تعلیمیافتہ ہیں۔ جب آپ کالج میں پڑھتے تھے تو آپکو کبھی اس بات کا وہم و گمان ہی نہ تھا کہ بھوپال کے فرمانروا ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کے دو لو بھائیوں کے انتقال نے آپ کیلئے میدان صاف کردیا۔ آپ نے بی۔ اے کی ڈگری اسی کالج سے حاصل کی ہے۔ کالج کو ان اپنے ہونہار، ہوشمند اور قابل عزت فرزندوں پر بجا ناز ہے

## تنظیم فنڈ کا روپیہ

تنظیم فنڈ کا روپیہ جو اس قدر علقوں اور دقتوں کے ساتھ فراہم کیا گیا تھا۔ کس مپرسی کی حالت میں ہے، اعلان ہوا کہ پانچہزار روپیہ بنک میں سے نکلوا کر غازی نادر خاں کی امداد کیلئے بھیجا جائے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ ابھی تک قریشی صاحب کی تحویل میں ہے۔ غازی نادر خاں کی امداد ہمارا فرض ہے۔ لیکن کیا تنظیم مساجد ہمارا فرض نہیں ہے ؟ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ

(۱) کیا تنظیم مساجد کی ضرورت اب باقی نہیں رہی ؟

(۲) کیا اس تحریک کا دوبارہ شروع کرنا ممکن نہیں ہے ؟

(۳) کیا کوئی جماعت اس کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لینے کو تیار نہیں ہے ؟

(۴) کیا جمعیتہ تبلیغ انبالہ اس کی اہل نہیں ہے ؟

## مذہبی رواداری

ریاست کپورتھلہ میں مسلمانوں کی آبادی ۵۳ فیصدی ہے وزیراعظم خان بہادر میاں عبدالحمید صاحب ہیں جن کے حسن تدبر سے ریاست مذکور ہر پہلو سے ترقی کررہی ہے۔ انصاف اور رواداری کی دولت وہاں عام ہوگئی ہے اور مہاراجہ صاحب بہادر کو اس کا اس درجہ خیال ہے کہ ریاست کے ہندوؤں کے شاندار مندر اور سکھوں کے دلکش گوردوارہ کے ساتھ ایک عالی شان مسجد کی موجودگی آپ نے ضروری تصور فرمائی اور چار لاکھ روپے کے صرف سے خود اپنی زیر نگرانی ایک ایسی مسجد تعمیر کرائی۔ جو عربی فن تعمیر کا بہترین نمونہ اور عظمت و رفعت میں بہتر سے بہتر مساجد کا مقابلہ کرتی ہے۔ مہاراجہ صاحب کا یہ کارنامہ انکی بے تعصبی اور رواداری کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ریاست کے اعلی عہدیدار میں بھی اسی رواداری کو ملحوظ رکھا جائے گا ؎

(مختلف جرائد)

(۱) اس اشاعت میں اس درد مند قوم کا غائبانہ تعارف کرایا جاتا ہے جس نے قرشیت کے نسب و ناموس کو مراسیت کے ہاتھوں بچانے میں قلمی جہاد کیا۔ اور ہندوستان کے کم و بیش سترہ لاکھ سادات قریش کی لاج رکھنے کے علاوہ رسول اکرم ص کی نسب اطہر کی حفاظت کی، امید ہے کہ قارئین کرام آپ کی شبیہ دیکھ کر نصف الملاقات کا شرف حاصل کریں گے اور خوش ہونگے۔

قاضی صاحب کی ہمت، جرأت و صداقت قابل ہر ستائش ہے، آپ نے قوم و قومیت کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کیا اور بذات واحد وہ کام کیا جو ایک منضبط و منظم باڈی کو کرنا چاہیئے تھا۔ چونکہ "میری سرگذشت" کے عنوان سے آپ کے ذاتی حالات بالتفصیل شائع ہو رہے ہیں۔ اسلئے ہم آپ کی ان مساعی اور کارہائے نمایاں کے متعلق جن کا قبل ازیں کئی بار ذکر آ چکا ہے کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے اور نہ ضرورت ہے، دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بھائیوں کو آپ کی تقلید کی توفیق دے اور آپ کو اپنے حفظ امن میں رکھے۔ آمین!

---

(۲) قریشی سردار علی صاحب انسپکٹر نے قومی حالات سے متاثر ہوکر پانچ روپے کی رقم اس پراپیگنڈا کے لئے ارسال کی ہے، جو تنظیم قومی کے لئے "القریش" نے شروع کیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر ہمدردانِ قوم بھی اس ضرورت کا احساس کریں گے۔ خداوند کریم محترم مخیّر کو جزائے خیر دے آمین!

---

(۳) بعض احباب چھ چھ ماہ خاموش رہنے کے بعد یکدم عدم رسی رسالہ کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ طریق درست نہیں اور وہ اس لئے کہ دفتر کو ڈاک پوسٹ کر دینے کے بعد کچھ علم نہیں ہوتا۔ کہ کس بھائی کو رسالہ نہیں پہونچا اور خاموشی اسبات کی دلیل ہے کہ رسالہ بروقت پہونچ رہا ہے لیکن جب چھ ماہ کے بعد شکایتی خط موصول ہوتا ہے اور اس کے یہ الفاظ نظر سے گذرتے ہیں، کہ "چھ ماہ سے کوئی پرچہ ہی نہیں آیا" تو کلیجہ شق ہو جاتا ہے، ادہر ہم حق بجانب، اور ادہر وہ سچے، بعض اوقات دفتر میں پرچے باقی نہیں رہتے کہ شکایت کنندہ احباب کی فائل مکمل کرنے کے لئے بھیجدیئے جائیں، اس لئے ہر صاحب اس بات کو خوب نوٹ کرلیں۔ اور عدم رسی رسالہ کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر دیدیا کریں۔ تاکہ دفتر کو بروقت اطلاع ہو جائے اور مکرر پرچہ بھیجا جا سکے۔ آئندہ بعد کی شکایتیں قابل پذیرائی نہ سمجھی جائینگی،

(۴) بعض بہی خواہانِ قوم خصوصاً محترم مولوی محمد سعید عالم صاحب فاروقی کے اس استفسار کے جواب میں۔ کہ "امرتسر میں قوم کی نمائندہ جماعت کے کب تک عملی قدم اٹھانے کی توقع ہوسکتی ہے اور کیا اس کے منصۂ شہود پر آنے کے افتتاح پر بیرونجات سے بھی کوئی تشریف لائیں گے"؟ التماس ہے۔ کہ سرگرم کارکناں اور سرغنہ اصحاب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس مرکز کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ جن کی پیروی میں ترقی پذیرفتہ اقوام شاہد مقصود پر پہونچیں۔ یہ باڈی کسی خاص کنبہ یا خاندان تک محدود نہ ہوگی، بلکہ ہندوستان بھر کے قریشیوں کی ہمہ گیر جماعت ہوگی۔ اس لئے ابتدائی کارروائی کے بعد قوم کو ایک عام دعوتِ شرکت دیجائیگی اور مخصوص دردمندان قوم سے اپیل کی جائیگی۔ کہ وہ قومی نکبت و ادبار کی گتھی کو اپنے ناخن تدبیر سے کہولنے کے لئے تشریف لائیں، خدا کرے وہ وقت جلد آئے اور قوم کے سر سے تمام نحوستوں کے بادل چھٹ جائیں،

(۵) نام بنام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جن احباب کی خدمت میں ان کی خواہش پر یا جنہیں دردمند قوم سمجھ کر القریش دو ایک بار نمونۃً بھیجا جا چکا ہے، انہیں خود معلوم ہے، لہذا التماس ہے کہ وہ اس قومی خادم کی سرپرستی قبول فرمائیں، وی پی کا آرڈر دیں یا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجوا کر مشکور کریں تین روپے سالانہ یا چار آنہ ماہوار آپ کے لئے کچھ حقیقت نہیں۔ لیکن اس قومی ارگن کے لئے اسی میں سب کچھ ہے،

جو احباب اب بھی خاموش رہیں گے، دو ہفتہ بعد ان کی خدمت میں وی پی ارسال کر دیا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا۔

# نازک خیالیاں

ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی — دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
کون لاتا ترے عتاب کی تاب — خیر گذری کہ سامنا نہ ہوا

یہ سیر ہے کہ دوپٹہ اڑا رہی ہے ہوا — جو وہ چھپاتے ہیں سینہ کمر نہیں چھپتی

سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں، پاؤں کہیں — ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو
ہم نہ کہتے تھے بناوٹ ہے یہ سارا غصہ — ہنس کے لو پھر وہ انہوں نے ہمیں دیکھا دیکھو

اندھیرے میں وہ آ لپٹے تھے پہلے کس کے دھوکے میں
کہ جب آخر مجھے دیکھا تو شرما کر کہا، تم ہو؟

امید کے بھڑکے ہوئے شعلوں کو بجھانے — دل آ گیا کھنچ کر مرا اشکوں کے بہانے

(حسرت)

# نمکدانِ ظرافت

**مسافر** (ہوٹل والے سے) مرغی تیار ہے؟
**ہوٹل والا**، نہیں جناب!
**مسافر** - اچھا بھنا ہوا گوشت ہی سہی، وہ تو تیار ہوگا۔
**ہوٹل والا** - نہیں جناب،
**مسافر** - کباب تو ضرور ہوں گے،
**ہوٹل والا** - نہیں جناب،
**مسافر**، تو تمہارے ہوٹل میں اس وقت ہے کیا؟
**ہوٹل والا** - جناب ہوٹل والا،

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا ضروری ہے، مینجر-

# گلدستۂ رنگین

(مرتبہ خواجہ فیض محمد صاحب لدھیانوی)

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
اقبال

اڑا سکتے نہیں جو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی — نکالیں گے وہ بت کیسطرح توپوں والی ماں کو
ظفر علی خاں

منہ بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھی گیسو بڑھے،
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے،
ذوق

پالک کا یہاں بھاؤ بنفشہ سے سوا ہے — بھاجی کو جو کوئی چاہے ہری گھاس پکالے
حیران

چھایا ہے ابرِ توبہ شکن آسمان پر — حجرے میں آج شیخ کے مے خانہ چاہیئے
کیف

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے،
غالب

گر ہند کو اقوام کی مجبون نے مارا — انگلینڈ کو مے چین کو افیون نے مارا
تیر

کل کہہ رہے تھے خواب میں مہدی سے گو کبلے
تہذیب حاضرہ کے شجر سب ہیں کھو کبلے
شاکر

بیداد تری دیکھ کے یہ حال ہوا ہے — عاشق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا
داغ

جو ڈر کر نارِ دوزخ سے خدا کا نام لیتے ہیں — عبادت کیا وہ خالی بزدلانہ ایک خدمت ہے
جوش

فیض بہتر ہے کہ لندن کے کسی فیشن کو — تحفۂ دل بھیدوں بنڈل بنا کر ڈاک میں
فیض

# ارتقائے انسانی میں اسلام کا حصہ

## تمدن اسلام کا اثر یورپ پر

### مسلمانوں کا شوق تحقیق و تدقیق

یورپین سائنس پر عربوں کا یہی احسان نہیں کہ انہوں نے بڑی بڑی انقلاب انگیز ایجادات کیں یا بڑے بڑے حیرت انگیز نظریے قائم کئے۔ بلکہ ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اس کا وجود پیدا کیا۔ دنیائے قدیم حقیقی معنوں میں سائنس سے ناواقف تھی۔ یونان کی ہیئت اور ریاضی نے کبھی ٹھوس صورت اختیار نہیں کی اس میں شک نہیں کہ یونانیوں نے علمی معلومات کے بڑے بڑے بے نظیر ذخیرے جمع کئے۔ ان کو مناسب ترتیب دی بڑے بڑے اہم نظریے کئے۔ لیکن تحقیقات کے صبر آزما طریقے سائنس کے دقیق ذرائع، مسلسل اور متواتر مشاہدہ اور تجربہ۔ ان تمام چیزوں سے یونانی دماغ بالکل ناواقف تھا۔ ہاں سکندریہ میں بلاشبہ علمی تحقیق کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن سکندریہ کی علمی سرگرمیاں ایک صدی کے اندر اندر مبدل بہ توہم ہو گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جس چیز کو سائنس کہا جاتا ہے۔ وہ یورپ کے اندر اس وقت پیدا ہوئی۔ جبکہ تحقیق کا ایک نیا شوق بر روئے کار آگیا۔ تفتیش و تدقیق کے نئے ذرائع پیدا ہو گئے۔ ریاضی نے ایسی ترقی کر لی جس سے یونانی قطعاً ناآشنا تھے۔ یہ نئی روح اور نئے طریقے یورپ میں مسلمانوں نے پیدا کئے تھے

چونکہ مسلمانوں کو محض زبانی جمع خرچ کرنے کا شوق نہ تھا۔ بلکہ وہ انہیں چیزوں کو ماننے کے عادی نہ تھے۔ جو تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق ہوں۔ اس لئے انہوں نے یونانی علوم سے مستفید ہونے میں زیادہ توجہ اسکندریہ کے کتب خانے کی طرف کی۔ جہاں بطلیموس نجوم و جغرافیہ کے متعلق تحقیقات کرتا رہا۔ اور اقلیدس، ارشمیدس اور ڈایوفنٹس وغیرہم کی ریاضی کتابیں موجود تھیں، انہوں نے یونانی ذخیرۂ معلومات کو اپنی تحقیقات کی بنیاد بنایا۔ لیکن کلیتہً اس پر بھروسہ نہیں کر لیا۔ بلکہ یونانیوں کے دعاوی کو حقیقت کے اصلی معیار (مشاہدہ اور تجربہ) پر پرکھ کر ان کی غلطیوں کو رفع کیا۔

مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے خلاف اصل نظریوں میں اپنا اور دنیا کا وقت ضائع کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ بے اصل نظریے قائم کرنے میں اہل یورپ کو خود مہارت نامہ حاصل تھی۔ چنانچہ سونا بنانے کا وہم مسلمانوں کے نہیں بلکہ یونانیوں کے ذریعہ سے پھیلا تھا۔

مسلمانوں کو جس قدر علمی مواد ملا۔ انہوں نے اس کو یونانیوں کے طریق عمل سے بالکل مختلف طریق پر استعمال کیا۔ انہوں نے یونانی سائنس کی ایک زبردست کمی کو پورا کیا۔ یونانی نظریوں کے شائق اور واقعات و حقائق سے بے پروا تھے۔ اسکے مقابل مسلمان محققین نظریوں کے شائق نہ تھے۔ بلکہ حقائق کے شیدا تھے۔ واقعات و حقائق کے اسی مشاہدے اور تجربے کے اسی اصول پر مسلمانوں کی تمام علمی کارگذاری مبنی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بطلیموس کے نظریۂ تکوین کو تو تسلیم کر لیا۔ لیکن اس کی طیار کردہ ستاروں کی فہرستوں اور اس کے بیان کئے ہوئے اعداد و شمار پر اعتبار نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے خود نئی فہرستیں طیار کیں۔ جن میں نظام بطلیموس کی غلطیاں ظاہر کر دیں۔ انہوں نے زمین کی پیمائش کی۔ حرکت رجعیہ اعتدالین اور میل منطقۃ البروج معلوم کئے۔ اور ان اغراض کے حصول کے لئے ایسے ...... نفیس آلات ایجاد کئے جو یونانیوں کے آلات سے کہیں زیادہ اچھے تھے۔ اور صحت میں یورپ کے آلات سے بدرجہا بہتر تھے۔ ہر محقق علیحدہ علیحدہ کام کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ ایک وقت ایک ہی چیز کے متعلق تحقیق و تفتیش بغداد اور قاہرہ ایسے دور و دراز مقامات پر جاری رہتی۔ اور یوں پوری پوری صحت کا امکان قائم رہتا۔ صحت اعداد و شمار کا اس قدر اہتمام کیا جاتا کہ محققین اپنی تحقیقات کی صداقت کا حلفیہ تحریری بیان دیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کی وقت نظر، صحت اعداد و شمار، واقعہ نگاری اور حقیقت شناسی، ان کے ہر کام میں ظاہر ہے۔ جب مامون الرشید نے اپنے پوسٹماسٹر ابن خرداذبہ کو تمام مملکت کے خشک اور تر راستوں کا نقشہ طیار کرنے کا حکم دیا۔ تو اس بات کی تاکید کر دی۔ کہ ہر مقام طول بلد اور عرض بلد کے صحیح معیار پر ظاہر کیا جائے۔ البیرونی معدنی نمونے جمع کرنے کے لئے چالیس سال تک دنیا کے مختلف ممالک میں پھرتا رہا اور اسکے معلوم کئے ہوئے اوزان نوعی آج بھی تسلیم کیا

جاتے ہیں۔ ابن بیطار نے تمام عالم اسلامی سے نباتاتی نمونے جمع کئے۔ اور ایک طرف ایران و ہندوستان اور دوسری طرف یونان واندلس کے نبات نامے طیار کئے۔ اور ان کا باہم مقابلہ کیا۔ مشہور یورپین محقق مایر ابن بیطار کی ایک تصنیف کو جس میں اس نے ایک ہزار چار سو پودوں کا حال تحریر کیا ہے۔ عرق ریزی کا ایک قابل یادگار نمونہ قرار دیتا ہے۔

اب عربوں کے اس علمی مذاق۔ مشاہدے کے شوق۔ اور تجربے کے کا مقابلہ کرو۔ ارسطو سے جس نے علم طبقات پر بہت کچھ لکھا۔ لیکن بغیر تجربہ کرنے کے جس نے علم الحیوانات پر بڑی بڑی کتابیں لکھیں۔ لیکن بغیر حقائق کو دیکھنے اور پرکھنے کے۔ جو نہایت بے تکلفی سے لکھتا ہے کہ مردوں کے دانت تعداد میں عورتوں کے دانتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح یونانی طبیب جالینوس جو زمانہ قدیم کا سب سے بڑا ماہر طب تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ نچلے جبڑے میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ جالینوس کی یہ گرانقدر تحقیق دنیا میں تسلیم کی جاتی رہی تا آنکہ ایک مسلمان محقق عبد اللطیف انسانی کھوپری کو ملاحظہ کرنے کی تکلیف کرتا ہے۔ اور اس کی حقیقت اور ماہیت پر صحیح روشنی ڈالتا ہے۔

## مسلمانوں کی علمی بے تعصبی

عرب بمطابق اطلبوا العلم ولوکان بالصین (علم اگر چین ایسے دور دراز ملک میں بھی ملے۔ تو اسے وہاں جا کر حاصل کرو) جہاں کہیں سے انہیں علم حاصل ہوتا لے لیتے۔ ان کی ہیئت اور ریاضی کا ماخذ یونانی تھا۔ ہندوؤں سے بھی انہوں نے ریاضی کی تحصیل کی اور پھر انہوں نے ہندوؤں اور یونانیوں کے علم ریاضی کو ملا کر ایک ایسا بے نظیر علم تیار کیا۔ جس پر آئندہ تمام علم تحقیقات کا دارومدار رہا۔ اس زمانے میں جب کہ عیسائی دنیا میں ریاضی کی واقفیت قاعدہ اربعہ سے متجاوز نہ تھی۔ اور جمع و تفریق انگلیوں پر کی جاتی تھی عربوں نے دنیا میں صفر کا نشان ایجاد کیا۔ اور قاعدہ اعشریہ جاری کیا الجبرا خالص ان کی ایجاد ہے۔ جس میں انہوں نے مساوات درجہ دوم و سوم کو حل کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے علم المثلث کو مدون کیا۔ جس نے انسان کی قوت تحقیق میں پیشتر سے ہزاروں گنا اضافہ کر دیا۔

مسلمانوں نے ریاضی کے مختلف شعبوں کو ترقی دینے کے علاوہ تجربہ کی بنیاد رکھی۔ اور پھر ریاضی اور تجربہ دو نو چیزوں نے جدید سائنس کی بنیاد قائم کی علم کیمیا میں جو گذشتہ زمانوں میں جادوگری کا مترادف سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے کشید، تقطیر اور تصعید کے عمل رائج کئے۔ یہ علم عربوں کے ہاتھوں میں آجانے کے بعد ایک فن شریف بن گیا۔ انہوں نے گندھک اور شورے کے تیزاب بنائے۔ الکحل کی صنعت قائم کی۔

مسلمانوں کے سائنس کی طرف توہمات کو بہت کچھ منسوب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ لوگ تحقیق کے بغیر اپنی کتابوں میں کچھ نہ لکھتے تھے۔ عامیانہ مذاق کی کتابوں میں بلاشبہ توہمات کو دخل تھا۔ لیکن محققین کی تصنیفات اس قسم کی خرافات سے بالاتر تھیں۔ تانبے اور دوسری ادنٰے دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا تخیل یورپ میں عیسائیت کے اس عقیدے نے پھیلایا تھا۔ جس کے مطابق گرجا میں رکھی ہوئی شراب اور روٹی میم کا گوشت اور خون بن جاتا ہے۔ یہ عقیدہ عیسائیوں میں تیرہویں صدی میں پیدا ہوا تھا۔ اور مسلمان سونا بنانے کے خیال کی تردید اس سے مدت پہلے کر چکے تھے۔

سر ایڈورڈ تھارپ اپنی تصنیف "تاریخ الکیمیا" میں لکھتے ہیں۔

"تصوف اور توہم نے کیمیا میں عربوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ عیسائیوں کے ہاتھوں دخل پایا۔"

تحقیق و تفتیش کے یہی نئے طریقے جو مسلمانوں نے رائج کئے۔ یہی علمی

# پند بر دیوار

(۱) تفکرات کو پاس نہ آنے دو۔

(۲) امن کی تلاش کرو اور اس کے تعاقب میں جاؤ۔

(۳) خوش رہو۔ مسرور دل زیادہ عرصہ تک زندہ رہتا ہے۔

(۴) کبھی مایوس نہ ہو۔ مایوسی ایک جانکاہ بیماری ہے۔

(۵) مردانہ وار کام کرو مگر اتنا نہ کرو کہ زندگی خطرہ میں پڑ جائے۔

(۶) جتنی قوت روزانہ پیدا ہوتی ہے اس سے کم خرچ کرو۔

(۷) جلدی نہ کرو۔ منزل پر زیادہ تیز رو بھی اسی وقت پہونچتا ہے جس وقت سست رو۔

(۸) خوب سیر ہو کر سوؤ اور آرام کرو۔ نیند قدرت کی بڑی نعمت ہے۔

(۹) جوش و ہیجان سے باز آؤ ایک لمحہ کا جوش بھی مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

(۱۰) زیادہ مت کھاؤ، بھوکے نہ رہو، اپنے اعتدال کو ضرب المثل بنا دو۔

# انقلاب روس پر ایک نظر

## ۶ نومبر کی رات

رُوس کے بسنے والے ۶ر نومبر کی رات کو زارشاہی کے زیر حکومت سونے کے لئے گئے۔ علی الصبح اُٹھ کر دیکھا۔ تو دارالسلطنت سینٹ پیٹرس برگ میں عظیم الشان انقلاب ہوچکا ہے۔ رات سوتے وقت کسی کو بھی گمان نہ تھا۔ کہ صبح زارشاہی کے عوض ایک نئی سلطنت کے سایۂ عاطفت میں آجائینگے۔ لیکن کبھی ایسے حیرت انگیز واقعات ہو جاتے ہیں۔ جنکا خیال کرنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔ یہی حال رُوسی انقلاب کا بھی ہے۔ سینٹ پیٹرس برگ جو اب لینن کی یادگار "لینن گراڈ" کہلاتا ہے۔ ۶ر نومبر کی شام تک سب کے سب پُرانے حال زار میں غافل پڑے تھے۔ ایک ہی شب میں بالشویکوں نے کیل کانٹے سے لیس ہوکر شہر پر قبضہ کر لیا۔ علی الصبح شہریوں نے اُٹھ کر دیکھا کہ دُنیا بدل گئی ہے۔ بازار میں بالشویک سپاہیوں کا پہرا ہے۔ ہر چہار طرف صرف بالشویک اخبارات ہی بک رہے ہیں۔ کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی ہو جایا کرتی تھیں جن میں زار کے حامی۔ قومی غدار کرینی کا کچومر نکال دیا گیا تھا۔ آخرش وہ پیٹرس برگ سے نکال دیا گیا۔ اِس فتح کے بعد لینن اور ٹراٹسکی وغیرہ رہنماؤں کا شاندار جلوس نکال کر روس کی بڑی کانگریس میں لایا گیا۔ اور وہاں کٹی دُھواں دھار تقریریں ہونے کے بعد حسب ذیل اعلان شائع کیا گیا۔

زار کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ پوری طاقت کسان مزدور اور فوجوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اسلئے میدان جنگ میں جو فوج ہے۔ اُس سے اپیل کی جاتی ہے۔ کہ اپنے فرائض کو پہچانے اور اُس کو کامیاب بنائے۔ روس کا وزیر اعظم کرنسکی اور اُسکے ساتھی ایک دوسرا انقلاب کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مزدور، کسان اور فوجوں کی یہ بغاوت بیکار ہو جائے۔ اسلئے سپاہیو کرنسکی کی مخالفت کرو۔ انقلابی بھائیو! کسی گاؤں میں کرنسکی کی فوج کو نہ بڑھنے دو۔ فوجیو! کسانو! مزدورو! انقلاب کی مشعل تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اُسے کبھی نہ بجھنے دو!!!!

"اِنقلاب زندہ باد"

**انقلاب کے مخالفین** اپنی بہادری سے بولشویکوں نے ۷ر نومبر ہی کو زار شاہی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور ایک طرح سے اُسکی جگہ پر اُنہوں نے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ لیکن اُن کے خلاف کئی بڑی بڑی طاقتیں تھیں۔ کرنسکی ایک عظیم الشان فوج لے کر سینٹ پیٹرس پر چڑھائی کرنے والا تھا۔ وہ دھڑا دھڑ اِس مضمون کا اشتہار دے رہا تھا۔ وہ جلد از جلد بالشویکوں کو اُن کی اُس حرکت کی سزا دیگا اور پھر سے زار شاہی کا علم دارالسلطنت پر لہرائے گا۔ اخبارات بھی بولشویک تحریک کے خلاف زہر کا بیج بو رہے تھے دُوما یعنی رُوسی پارلیمنٹ میں بھی زبردست مخالفت کی جارہی تھی۔ اِس سے مخالفوں کو ایک "بالشویک مخالف کمیٹی" بنانے کا موقعہ مل گیا۔ اِس کمیٹی کا کام جیساکہ اُس کے نام سے ظاہر ہے۔ رُوس سے بولشویکوں کا نام ونشان مٹانا تھا۔ ریلوے یونین بھی انقلاب کے دوسرے ہی روز اِس "جمعیت نجات" میں شامل ہو گئی۔ ڈاک خانہ اور ٹیلیگراف کی یونین نے بھی اِس کمیٹی سے تعلقات قائم کرلئے۔ اِن سبھوں نے نہ صرف بولشویکوں کا بائیکاٹ کیا بلکہ کرنسکی کو بھی جمعیت میں شامل ہونے کی دعوت بھیجی۔ ایک طرف تو بالشویکوں کے خلاف اتنا زوردار پروپیگنڈا تھا۔ اور دوسری طرف بالشویک تھے جنہیں کامل امید تھی۔ کہ مخالفوں نے اُن کو مٹانے کے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ جھوٹا پروپیگنڈا کیا، بولشویکوں کے ظلم کی جھوٹی داستانیں گڑھیں۔ اُس کی ایک مثال یہ ہے کہ کچھ اخباروں نے یہ گپ اُڑا دی۔ کہ شہزادہ ٹامنو کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن ولیعہد کے رشتہ داروں نے اِسکی تردید کی اور اعلان کیا۔ کہ ٹامنو زندہ ہے۔ اِن سب اخباروں نے جنرل ٹامس کے قتل کی خبر شائع کر دی۔ لیکن بعد میں یہ سب بھی غلط ثابت ہوئی۔ بولشویک دشمنوں کی اِس کمینہ حرکت اور زہریلے پروپیگنڈے سے بالکل نہیں گھبرائے۔

**بولشویک وزیر اعظم** البتہ اُنہیں یہ شک ضرور ہو چلا تھا۔ کہ کہیں تعلیم یافتہ بولشویکوں کی کمی کے سبب انقلاب کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ اُس وقت ان میں تعلیم کی بہت کمی تھی۔ وزیر اعظم کی قابلیت کی انتہا یہ تھی کہ وہ ایک فرانسیسی بینک میں کلرک رہ چکا تھا۔ اور وزیر تجارت کو بالکل تجارت کا شعور نہ تھا۔ اُسکے اسلاف نے بھی کبھی تجارت کی صورت نہ دیکھی تھی۔ لیکن

لینن اور ٹراٹسکی کا یہ حال تھا کہ جس کسی جلسہ میں بھی وہ لوگ پہونچ جاتے تھے۔ وہیں بالشویکوں کی جے ہوتی تھی۔ انہوں نے کسان مزدور اور فوجوں کے علاوہ غلام ملک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے انقلاب کے دوسرے ہی روز ایک اعلان شائع کیا۔ اعلان میں کئی غیر ملکی سلطنتوں کے نام تھے۔ اس کا اثر بہت ہی اچھا پڑا۔ فوج، کسان، اور مزدور اب تک یہ رائے قائم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ کس کا ساتھ دیں۔ اور کس کی مخالفت کریں۔ اس اعلان کے بعد وہ سب بولشویکوں کے ساتھ ہوگئے۔ اس مشہور اعلان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اگر کوئی ملک کسی ملک کو تلوار کے زور سے غلام بنائے رکھیگا۔ اور اس ملک کی جدوجہد پر بھی اسے آزاد نہ کریگا۔ تو وہی سلطنت کے نقطہ نظر سے وہ سخت مجرم ہے۔ اور یہ سرکار اس سلطنت کے خلاف اعلان جنگ کردے گی کبھی کوئی خفیہ صلح نہ ہوگی۔ جو کچھ ہوگا دنیا کے سامنے ہوگا۔

باشندگان روس کے نام ایک دوسرے اعلان میں بتلایا گیا کہ زمین کسانوں کی ہے۔ اسلئے ان کی کھیتیاں ان کی مالک ہونگی۔ سب سے آخر میں سلطنت دعوی کرسکتی ہے۔ ٹالسٹائی کے معتقدوں کا اصول ہے کہ وہ لوگ سیاست سے الگ رہتے ہیں۔ اور اس کی خوبیوں کو بھی قبول نہیں کرتے ایک تو کسان ایسے ہی تنہائی پسند اور تنگ خیال ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ لینن کی نسبت ٹالسٹائی سے زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ کسان انقلاب کے جھنڈے تلے آکر جمع ہوگئے۔ اور زارشاہی سے نفرت کرنے لگے۔ جس نے ان کے خون کو بالکل چوس لیا تھا۔ سرمایہ دار رہنما اور سلطنت کے جاگیردار ہمیشہ آزادی کی راہ میں کانٹے بن کر چھاگئے ہیں تمام بولشویکوں نے اپنے زریں اصول کے ہتھیاروں سے غداروں کے اثر سے وطن کو بالکل پاک وصاف کردیا۔ فوجوں میں تنظیم نہ تھی۔ ان پر چاروں طرف سے آفتوں کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ لیکن تنظیم کی آگ ایسی بھڑکادی گئی۔ کہ بڑے سے بڑا خرمن فساد جل کر خاک وسیاہ ہوگیا۔

سرمایہ داروں کی ترقی کا راز عوام کی اقتصادی حالت کی تباہی میں مضمر ہے۔ لیکن اس سے ان کے دل میں زمینداروں سرمایہ داروں کے خلاف آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔

انقلاب کی سعی تو پہلے پہل ہر دلعزیز نہیں ہوسکتی۔ لیکن بعد میں سبھی مظلوم اس کے سایۂ عاطفت میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی کمزوریوں کو نکال کر کامیاب بنانے میں جان تک نثار کردیتے ہیں۔ علی ہذا القیاس جس سلطنت

# معلومات عجیبہ

## یہ آدمی ہے یا لیٹر بکس؟

کہنے کو یہ ایک طنزیہ جملہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ برلن میں ایسے لیٹر بکس ہیں جو آدمی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں چند ایسے پوسٹ بکس ہیں جو سڑکوں کے کنارے انسانی شکل میں کھڑے رہتے ہیں۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پوسٹ مین کھڑا ہے۔ اس کے سینہ میں ایک لمبا سوراخ ہے۔ خط اسمیں ڈال دیجئے وہ لوہے کا حبشی رساں مسکرا کر گردن ہلائے گا۔ اور پھر سر کو اونچا کرے گا۔ اسی طرح جب خطوں کی کثرت سے اس کا پیٹ بھر جائے گا تو وہ حبشی رساں خودبخود چلنا شروع کردیگا۔ اور بڑے ڈاکخانہ پہونچ جائیگا۔ اور سب خطوط چھوڑ کر پھر وہیں آکھڑا ہوگا۔ دیکھئے سائنس کی ترقی ابھی اور کیا کچھ دکھاتی ہے۔

## پوسٹ کارڈ کا تیل

تیل آمد۔ تیل سرسوں اور دیگر قسم کے کئی تیل آپ نے سنے اور دیکھے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ پوسٹ کارڈ کا تیل بھی نکل سکتا ہے۔ اور مرض داد کے لئے وہ مفید ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے روزنامچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ملنسار نظامی نے جب کہا۔ کہ پوسٹ کارڈ کا تیل داد کیلئے اکسیر ہے تو سب حیران ہوگئے۔ کیونکہ سینکڑوں کارڈ جلائے جاتے ہیں۔ اگرکبھی ان کا تیل نکلتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ ملنسار صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے سب کے سامنے تام چینی کی ایک رکابی میں پوسٹ کارڈ جلایا۔ اور اس میں سے تیل نکل آیا۔ کس کو معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ جن کاغذوں اور کارڈوں پر ہم ہر روز لکھتے رہتے ہیں۔ انکے اندر تیل بھی ہوتا ہے۔ اور وہ کار آمد بھی ہے۔

**سیرۃ العباس** — حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمِ مکرّم حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات عربی کی معتبر کتابوں کا انتخاب بزبان اُردو قیمت ۱۲؍

**مدارِ اعظم** — حضرت سیدنا بدرالدین صاحب کے مفصل حالات آپ کے خاص خلفاء کے اور خاندان چشتیہ و قلندریہ و نقشبندیہ کے اُن بزرگوں کے حالات جن کی نسبت مداریہ حاصل ہے۔ قیمت ۸؍

**مامُونِ اعظم** — یعنی خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی کی سوانح عمری مصنفہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری قیمت ۸؍

**رباعیاتِ حافظ** — حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازیؒ کی رباعیات معہ ترجمہ و شرح اور سوانح عمری قیمت ۸؍

**الحرّیت فی الاسلام** — اِسلامی حریّت و مساوات و جمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر زبردست بحث مولانا ابوالکلام آزاد کی معرکۃ الآرا تصنیف قیمت ۱۲؍

**دعوتِ عمل** — نہایت ضروری اور قابلدید رسالہ مصنفہ مولانا آزاد قیمت ۸؍

**خطاب بہ اقبال** — مولوی سید شوکت حسین صاحب شوکت علیگ سابق مدیر معاون روزنامہ سیاست لاہور کا دلپذیر فارسی کلام جس میں علامہ اقبال کے فلسفہ انشک ریزی پر نئے پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے عجب لطیف کتاب ہے۔ قیمت ۱؍

**حقیقۃ السیادات** — اِس میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قریش کا خاندانی لقب سید ہے اور اسمیں سے سادات بنی ہاشم کی لقب سید و شریف ہے۔ جو لوگ ساداتِ قریش کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اسلئے ہر قریشی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ناموں کے ساتھ لقب سید ضرور رکھیں کتاب قابلدید اور فتویٰ کی حیثیت رکھتی ہے قیمت ۳؍

**حقیقۃ السیاداتِ الہاشمیہ** — ایک اعتراض کا زبردست معقول و منقول جواب ساداتِ بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت۔ اور یہ کہ آل علی۔ آل عباس۔ آل

۲۸
القریش امرتسر
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۲
راز معرفت ۴ر
محصول ڈاک بذمہ خریدار
کمال معرفت ۴ر
پیام امین
یہ لاجواب کتاب انگریزی فرانسیسی، جرمنی، ہندوستانی اور چینی صدہا کتابوں کا انتخاب ہے۔ قرآن کریم کے متعلق علمائے مغرب کے خیالات کیا ہیں۔ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے۔ دنیا کی کس کس زبان میں کلام پاک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن کن ذرائع سے اور کیونکر پہنچیں ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیام امین ہی کے اوراق دیکھتے ہیں۔ ان میں ستر کے قریب دنیا کے نامور مورخوں مصنفوں اور نامور لوگوں نے قرآن کریم عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے، اس کتاب کا دنیا کی مختلف چھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔
قیمت فی جلد ایک روپیہ، ناظرین القریش سے ۱۲ر
تاریخ المشاہیر
جس میں ۸ ائمہ و علماء ۵ مشائخ و اصفیاء، الملوک وزراء ۴ قاضی القضاۃ اور ۴ شعراء و ادباء کے سبق آموز اور ترقی و کامیابی پر آمادہ کرنیوالے حالات زندگی دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔ صفحات سوا دو سو کلاں قیمت مجلد ۲ روپے اور بلا جلد عہ۔ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین کی تازہ ترین تصنیف، جو بہترین تصنیفات میں جگہ پانے کے قابل ہے۔ تمام ان لوگوں کو جو ذاتی اور قومی ترقی کے خواہاں ہیں اس نادر و بے نظیر تصنیف کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کتابت طباعت دیدہ زیب۔ سرورق رنگین،
تاریخ تبلیغ اسلام عہ
ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ۶ر
اسلامی پردہ ۵ر
خطبات عزیزی ۴ر
سراج الدین ۵ر
اخلاقی کہانیاں ۳ر
۲۔ شادی سے پہلے شادی کے بعد عجیب کتابیں ہیں
قیمت ۸ر
تین خاص نمبر
"القریش" کے تین خاص نمبر جدید دلچسپ اور فائدہ مند ہیں
نبی نمبر یعنے رسول اکرم ﷺ کے حالات زندگی۔ منظوم و منثور، واقعات نہایت دلکش پیرایہ میں تفصیل کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔
صدیق نمبر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی سوانح عمری منظوم و منثور، دلاویز پیرایہ میں، بے حد دلچسپ، بہترین دل و دماغ کا نتیجہ۔ قابل قدر چیز ہے۔
نظام نمبر دولت آصفیہ کی مختصر تاریخ۔ اور دکن کے موجودہ فرمانروا کے فضائل شہریاری کا مبسوط تذکرہ۔ دولت آصفیہ اور سرکار انگریزی کے تعلقات۔ دکنی کی ابتدا سے لیکر تا ایں دم ۱۷۲۶ء سے اسوقت تک جستہ جستہ حالات
ہر سہ کی مجموعی قیمت ایک روپیہ
انسداد گداگری
اس میں آیات قرآنی احادیث نبوی علمائے کرام صوفیائے عظام حکما اور مشاہیر کے اقوال اور تاریخی واقعات سے بھیک مانگنے کی برائیاں ظاہر کی گئی ہیں اور زکواۃ و خیرات اور صدقات کا صحیح مصرف بیان کرکے بغیر ضرورت بھیک مانگنے اور دینے کو روکنے کے مفصل طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ دلچسپ بھی اتنی کہ پڑھنے میں لطف آتا ہے۔ اہل الرائے حضرات نے بہت پسند کیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو اسے پڑھنا چاہیئے۔
مصنفہ میاں سلطان احمد چودری ایم۔ آر۔ اے ایس (لندن)، کتابت طباعت دیدہ زیب۔ ضخامت ۸۰ صفحات
قیمت فی نسخہ صرف آٹھ آنے، چند نسخے باقی رہ گئے ہیں، جلد منگا لیجیئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔
کلام صدر ۶ر
حیات النبی ۴ر
پھول اور کانٹے ۱ر
سراج معرفت ۴ر
والدین کا اثر اولاد پر ۴ر
علم غیب ۶ر
عورت کے سو کام ۴ر
دلی کی پہچان ۲ر
ملنے کا پتہ:- مہتمم کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر
آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام محمد علی ... پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر القریش سے شائع ہوا۔

بفرمان عالی نشان سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہ واجلالہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام جاری ہے

بابت ماہ

۱۷ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ذیقعد سنہ ۱۳۴۸ھ

## القریش کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ مسلمان خصوصاً قریشی زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار پر اسلاف و متقدمین کے سچے جانشین بن جائیں۔ یہ کہ قریش کا شیرازہ منتظم و مجتمع ہو۔ اور اندرونی اصلاح کے بعد وہ قرآن کریم کی تعلیم و تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اسلام کی رسی مضبوط تھام کر دینی و دنیوی ترقی حاصل کرنے میں پس و پیش نہ کریں۔ تعصب اور کورانہ تقلید سے پاک رہیں۔ دولت، وقت اور قوت کی [illegible] نہ بنائیں۔ اپنے شکستہ قومی قلعہ کو اتفاق و اتحاد و ہمدردی اور خلوص سے [illegible] اپنی معاشرت سے تمام [illegible] دور کریں۔ ہمیشہ مستقل مزاج اور کفایت شعار بن جائیں۔ بنا بریں وہ دوسروں پر نہ [illegible] ہیں۔ قومیت کی بنیاد ان کو [illegible] اگر ان زرین اصولوں کے حامی ہیں۔ تو القریش کی معاونت قبول کریں۔ (ایڈیٹر)

## القریش کی مدد آپ کن طریقوں سے کر سکتے ہیں

(۱) رسالہ خود خرید کر۔

(۲) اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر۔

(۳) غیر مستطیع اصحاب کے نام جاری کرا کر۔

(۴) قلمی امداد فرما کر۔

(۵) متعلقہ کتب خانہ کی کتابیں خرید کر۔

(۶) رسالہ کی صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق قیمتی مشورہ دے کر۔

(۷) القریش کی تحریک پر توجہ دے کر اور دریافت طلب امور کا جواب دے کر۔

منیجر

# اعتذار

نیازمند ایڈیٹر کئی روز بعارضہ درد و شکم مدہ علیل رہا۔ اس اثنا میں مجبوراً دفتر کا کوئی کام نہیں ہو سکا۔ اس لئے "القریش" کی ترتیب حسب دلخواہ نہیں ہو سکی۔ جن اصحاب کے مراسلات کے جوابات نہیں دیئے جا سکے۔ وہ بھی معذور سمجھیں۔

نیازمند
رونق صدیقی

## یاد رکھیے اور نوٹ کر لیجیے

(۱) اگر آپ کو کسی وجہ سے ۱۴ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو دفتر کو مطلع کر دیں۔

(۲) اگر آپ کا ایڈریس مستقل طور پر بدل جائے تو نئے پتہ سے دفتر کو اطلاع دے دیں۔

(۳) اگر کوئی پرچہ ڈاک کی غلطی سے موصول نہ ہو تو مہینہ کے آخری تاریخ تک ضرور طلب کر لیں۔

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔

(۵) دریافت طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ ضرور بھیجیں۔

(۶) قومی امور سے متعلقہ استفسارات کا جواب دینے میں کبھی تاخیر نہ کریں۔

منیجر

## وہ تین خاص نمبر

جن کا ذکر صفحہ ۲۸ پر کیا گیا ہے۔ اپنی نوعیت کے خاص نمبر ہیں۔ ان کی مجموعی قیمت ایک روپیہ ہے۔ "القریش" کے ہر نئے خریدار کی خدمت میں بلا قیمت مفت پیش کئے جائینگے۔ یہ نمبر اپنی گوناگوں دلچسپیوں اور بوقلموں خوبیوں کی وجہ سے مقبول خاص و عام ہیں۔ چند پرچے باقی ہیں۔ اگر آپ انہیں بلا قیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو القریش کی خریداری قبول فرمایئے۔ یا وی۔ پی کی اجازت دیجئے۔

منیجر

## ضرورت ہے

ایک ۲۱ سالہ قریشی نوجوان کے لئے جو گورنمنٹ سروس میں اس وقت -/65 ماہوار مشاہرہ پاتا ہے۔ رشتہ کی لڑکی تعلیم یافتہ، سلیقہ شعار اور امور خانہ داری سے واقف کم و بیش ۲۰ سالہ ہو۔ نسباً قریشی ہو۔ نواح پنجاب سے ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ جملہ خط و کتابت راز میں رکھی جائیگی۔ مفصل حالات بذریعہ خط و کتابت معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

معرفت ایڈیٹر صاحب القریش امرتسر

قریش کا قابل فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم قریشی
جالندھری ثم لدھیانوی

The Empire Printing Press Amritsar.

# دریا بہ حباب اندر

نیاز مند ایڈیٹر کی علالت کی وجہ سے اگرچہ اس دفعہ ترتیب میں کوئی خاص خوبی پیدا نہیں ہوئی تاہم مضامین ایک سے ایک دلچسپ مفید اور نتیجہ خیز ہے، اور ہر نوع کی دلچسپیاں موجود ہیں،

**کون ہو کیا ہو؟** ایک نظم ہے جو قریش کے عین حسب حال ہے، قومی درد رکھنے والے دل اگر اسے غائر نظر سے مطالعہ کریں گے تو اس میں اصلاح حال کے بہت سے راز پنہاں پائیں گے، قوم کے عروج و زوال کا صحیح نقشہ کھینچکر رکھدیا گیا ہے۔ جس میں ایک خاص تاثیر موجود ہے، خدا کرے برادرانِ قریش کے قلوب اس سے متاثر ہوں اور وہ قوم کی اصلاح و ترقی کے لئے آمادہ و تیار ہو جائیں،

**"عربی خون کا ایک گرم قطرہ"** ایک دلچسپ تاریخی مضمون ہے اور غیرت و خودداری کا سبق دیتا ہے۔ حبِّ وطن اور حبِّ ملّت کی ایک عدیم النظیر داستان ہے، ایک وہ تھے کہ قوم پر جان دینا موجب نجات سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ اپنا آپ بھول کر تعیش پسندی پر مٹ رہے ہیں کاش ہمیں بھی خدا ان کا دل دیتا اور ہم بھی نام لیوایانِ قوم میں شمار ہوتے

**"قریش کی نمائندہ عملی جماعت"** خدّام القریش کے نام سے ایک صحیح اور درد مند جماعت قومی خدمات کیلئے تیار ہو گئی ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیے، قوم کو ایسی جماعت کی ضرورت تھی، جو پوری ہو گئی، اب شاہراہِ عمل پر چلنے میں راہ نوردان کی مدد کرنا آپ کی قومی حمیت پر منحصر ہے،

**"تعارفات"** اس اشاعت میں اس عنوان کے تحت قریش کے قابلِ فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کے ذاتی حالات شائع ہوئے ہیں، اور آپ ہی کی عکسی شبیہہ سے یہ اشاعت مزین ہے، آپ نے مرزائیت کے سرغنہ "شہزادہ آزاد" کے دانت کھٹے کرنے میں مردانہ وار جرأت و دلیری سے کام لیا اور قوم کی تنظیم و شیرازہ بندی کے لئے بیتابی کے ساتھ کوشاں ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین اس غائبانہ تعارف سے مسرور ہونگے،

**"قریشیانِ پنجاب سے خطاب"** اس عنوان سے برادرانِ قریش کے نام آپ کا ایک پیغام ہے اور قابل توجہ ہے ملاحظہ فرمائیے،

**"تاریخ کا ایک ورق"** سلطنت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان کے دلچسپ تاریخی حالات ہیں۔ اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے ایک بہترین مضمون ہے،

**"نا رسیدہ خیالیاں"** مختلف شعرائے باکمال کا ایک طرح پر تخیل۔ خوش پہلوؤں کا حسن بیان نہیں ملتا۔ پر کیا کیا خیال آرائیاں کیگئی ہیں، علم دوست احباب کیلئے ایک لطیف گلدستہ ہے، ملاحظہ کیجئے، اور داد دیجئے،

**"بزم قریش"** دیگر امور ضروریہ کے علاوہ ایک بغدادی قریشی اور ایک ایرانی قریشی کا ایک ہی قسم کا پیغام جس پر توارد کا شبہ ہوتا ہے، اس میں درج ہے، ناظرین کرام سے خصوصاً اور درد مندانِ قریش سے عموماً التماس ہے کہ وہ اس پیغام کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور اگر جواب مناسب ہو تو تحریر فرمائیں تاکہ ان دور افتادہ درد مند برادران کی اطلاع کے لئے آئندہ اشاعت میں شائع کر دیا جائے۔

**"خیالی انجمن"** اور **"مقالات"** وغیرہ اور بھی بہت سے مضمون ہیں جو دلچسپی کے ساتھ پڑھے جانے کے قابل ہیں،

اپریل سنہ ۱۹۳۰ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جلد ۱۶ نمبر ۴

## تخمیس بر غزل اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطانہ

روشن از ذات خدائی یا حبیبؐ — مہر برجِ اصطفائی یا حبیبؐ
زخم دل را چوں شفائی یا حبیبؐ — دردِ دل را چوں دوائی یا حبیبؐ
چوں درونِ دل نیائی یا حبیبؐ

من دریں عالم بسے گردیدہ ام — در ہمہ محراب و منبر دیدہ ام
ایں تماشا را کہ اکثر دیدہ ام — از ہزاراں سجدہ برتر دیدہ ام
بر درِ تو جبہہ سائی یا حبیبؐ

ہر چہ دارم ہر چہ میدانی دہم — در بہا ایں تاج سلطانی دہم
بوسہ بر آیاتِ قرآنی دہم — وقت مردن جاں بآسانی دہم
روئے خود را گر نمائی یا حبیبؐ

نام تو وردِ زبانِ من شدہ — ہر دو عالم راز دانِ من شدہ
ہجرِ تو آزارِ جانِ من شدہ — باعثِ آہ و فغانِ من شدہ
بے کسی و نارسائی یا حبیبؐ

فیض تو عام ست ازینجا تا بحشر — اے شفیع و خیر خواہ ما بہ حشر
ایں خطاب از تو کنم فردا بحشر — چوں تو شافع را دعثماں را بحشر
ہست ایں شانِ خدائی یا حبیبؐ

(سید) آغا اشہر
لکھنوی

# دُنیا کا فیاضّ تاجدار

## زِندہ باد حضورِ نظام، پائندہ باد دولتِ آصفیہ

سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس اعلیحضرت حضور نظام تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ بلاشبہ ایک جلیل القدر عظیم المرتبت تاجدار ہیں، حق رسی، نصفت شعاری، معارف نوازی، رعایا پروری، اور معدلت گستری کے اوصافِ حمیدہ میں بفضل اللہ تعالیٰ تاجدارانِ اقالیم عالم میں آپ ایک ہیں،

دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہبی وعلمی ادارے قطع نظر اس کے کہ وہ کس مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے ابر کرمِ شاہانہ سے سیراب ہو ہو کر آپ کے جان و مال اور اقتدار خسروانہ کے ثنا خوان ہیں،

رہے سر پر رعایا کے ترا سایہ ہما پایہ
رہے سر پر ترے شاہا ہمیشہ ظلِ رحمانی
(رونق)

عالم پناہ نے گذشتہ دنوں از رہِ معارف نوازی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو پچاس ہزار روپیہ یکمشت اور ایک ہزار روپیہ ماہانہ کی امداد سے نوازا۔ اور اب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی روز افزوں ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس لاکھ روپے کا گراں بہا عطیہ مرحمت فرمایا اور دو ہزار روپے ماہوار کی مستقل امداد میں ایک ہزار روپے کا گرانقدر اضافہ فرما کر دنیائے اسلام کے قلوب کو اور بھی مسخر کر لیا ہے،

زندہ باد حضور نظام
فرخندہ باد سلطنتِ دکن

---

نہ کیوں نازاں ہو تجھ پر آج شاہا ملّتِ بیضا
ترا مہر تدیّن کر رہا ہے نور افشانی
(رونق)

**شہزادگانِ عالی وقار** ادام اللہ فیوضہ ہندوستان کے مختلف مگر مشہور مقامات کا سیر فرما رہے ہیں، آپ کی رونق افروزی امرتسر کی خبر ۵ اپریل کو موصول ہوئی اور معلوم ہوا کہ آپ ۸ کی صبح کو نزولِ اجلال فرمائیں گے، اہالیانِ شہر کے دل عقیدت مندانہ فرحت و مسرت سے شرابور ہو گئے، اور انتظار کی گھڑیاں دیکھنے لگے، آپ ۸ کی بجائے ۹ کو تشریف فرما ہوئے، ریلوے سٹیشن امرتسر پر ایک جم غفیر استقبالاً موجود تھا۔ جہاں بلند اقبال مہمانان کا شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ پھول نچھاور کئے گئے اور دعائیہ قصائد و محامد پڑھے گئے، مشتاقانِ دیدار کے دل کے دل اور ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے، اور حد نگاہ تک انسانوں کا ایک لق و دق جنگل نظر آتا تھا۔ اللہ اکبر کے نعروں سے انبساط و شادمانی کی گونج پیدا ہو رہی تھی۔ جلیل القدر مہمان اپنے مصاحبوں اور میزبانوں کی معیت میں امرتسر کا مشہور گوردوارہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور واپسی پر محمڈن اینگلو اورینٹل ہائی سکول کا معائنہ فرمایا جہاں انجمن اسلامیہ کے معزز اراکین نے اپنے مفتخر مہمانوں پر خلوص و عقیدت کے پھول برسائے اور پرجوش خیر مقدم کیا۔ سکول کے وسیع اور کھلے میدان میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پریسیڈنٹ انجمن نے سپاس نامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں شہزادہ معظم جاہ نے ایک موزون تقریر فرمائی۔ فوٹو لینے کے بعد رفیع الدرجات مہمان لاہور تشریف لے جانے کے لئے ریلوے سٹیشن کو روانہ ہو گئے،

دعا ہے، کہ

وہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

# کون ہو؟ کیا ہو؟

(از پروفیسر قاضی جلال الدین صاحب)

الا اے قوم بتلادوں تجھے تو کون ہے کیا ہے
تو وہ مخلوق ہے اللہ کی جو نام لیوا ہے

جہاں بانی کا جوہر تیری فطرت میں چمکتا ہے
اولوالعزمی کا گوہر تیرے چہرے پہ دمکتا ہے

تو صدیوں سے رہی ہے مصلح اقوام عالم میں
نمایاں اب بھی ہیں پچھلے ترے کارنامے عالم میں

تری سطوت کی ہیبت سے جہاں اب بھی نہیں خالی
تو اب بھی اک چہارم ارض کی کرتا ہے رکھوالی

تری کرّ کا سکہ ڈھلتے ہیں سب بھی ٹکسال
جہاں میں اب بھی ہے تو ہی ہے وقعت سے ٹکسالی

دہانوں کی گرج تیری بجھی ہے جو سمندر کا بل ہے
وہ ٹکرائی ہے اقیانوس قلزم کے سوال سے

یہی کلمہ حق چین میں جیتی کی زباں پر ہے
یہی قرآں غالب ایشیا میں ہر مکاں پر ہے

ہمی کا ورد طنجہ میں ہر اک کام و دہاں پر ہے
یہی اعوذ و تسمیہ زبانِ ترکماں پر ہے

تمام افریقہ اب بھی نغمۂ توحید گاتا ہے
منارِ صوفیہ تکبیر یورپ کو سناتا ہے

ترقی اور تنزل کے ہوئے ہیں سینکڑوں چکر
مگر قوم مسلماں ایکدن بیٹھی نہیں تھک کر

اگر ہندی مسلماں بزدلی سے رہ گئے تھک کر
تو دی ایرانیوں نے دشمنانِ دیں کو ٹکر

گیا گر اندلس بدلے میں بلقاں ہاتھ آیا ہے
مٹے اموی تو ترکوں نے یہی نقشہ جمایا ہے

کیانی سلطنت ابتک ترے قبضہ میں باقی ہے
قیامِ مرکزِ دین ہے تمہیں کو ابتک ہی ضرورت باقی ہے

ترا اک کلمہ گو بزم خدیویہ کا ساقی ہے
تری ہم قوم سے کابل میں ابتک طمطراقی ہے

ابھی باغ جہاں میں پھول تیرے لہلہاتے ہیں
ابھی دنیا میں ترے جھنڈے پرچم اڑاتے ہیں

کہاں ہیں ترک و تاجیک و عرب اقوامِ عالم میں
کہاں ہیں ازبک و کرد و مغل افغانی آدم میں

سنوسی و دروزی جرکسی شامل ہیں سب ہم میں
نہیں نجدی و ریفی کم کسی سے اپنے دم خم میں

نہ محتاجِ تعارف سرحدِ افغانیہ والے
نہ جتلانے کی حاجت کون ہیں البانیہ والے

ریاستہائے ہندی نقش ہیں تری حکومت کے
فلسطین میں صدا اب بھی شاہد تری رحمت کے

ابھی جاری ہیں چشمے بہ رہے ہیں خیر و برکت کے
سبق ہندوستاں میں لے رہے ہیں علم و حکمت کے

قیادت تجھ میں باقی ہے سیاست تجھ میں باقی ہے
ابھی شکر خدا کہ عجب حکومت تجھ میں باقی ہے

سلاطین و ملوک شاہ و شاہنشاہ ہیں تجھ میں
خوانین و بیگ اور مہتر و نوابوں ہیں تجھ میں

سپہر راجِ نوابی کے مہر و ماہ ہیں تجھ میں
خداوندانِ نعمت مثل آصف جاہ ہیں تجھ میں

تری خاتون بھی مالک ہیں گر ہو مسند حکومت کی
تو بیگم بھوپال ہے اس کی سیاسی قابلیت کی

تجارت اور فلاحت ایک ہی حد تک تجھ میں جاری ہیں
مشینوں کے عمل سے گرچہ تو ناحال عاری ہے

کوئی پیشہ نہیں ہے جس میں تو اور سب سے عاری ہے
کروڑوں کی تری ہر ملک میں مردم شماری ہے

زمانے نے کسی کے دل میں ڈر تیری بلا کو ہو
کسی سے مال اور زر کی خطر تیری بلا کو ہو

زمیں وہ جنکے مندر میں تو زمیں ہو بھری زر کے
زمیں وہ بیباں جنکی مکمل ہوں جواہر سے

زمیں وہ جنکی دولت کھنچتی ہو سود ہر گھر سے
زمیں جن کے علاقوں سے گھروں پر لٹکے ہیں جبر سے

مسلمانوں کو خطرہ ہے تو ہے ایمان کا خطرہ
نہ ان کو مال کا ڈر ہے نہ ان کو جان کا خطرہ

مجاہد تم میں لاکھوں ہیں ہزاروں عالم و فاضل
شمار انکی نہیں ہے کہیں جنہوں نے ڈگریاں حاصل

ہیں صدہا حاکمانِ مملکت اور ناظم و عامل
بہت ہیں عابد و زاہد خدا ہیں فلسفہ کامل

ترے جاہل کو عالم سے زیادہ پاس ہے دیں کا
ہمت ہے ہر پیادہ کو کہ گھبرانا نہ آئے فرزیں کا

علی گڑھ معارف ہے معارف عثمانیہ جاری
یہ دو ہیں مہر و ماہ علم جن سے ہے ضیا باری

یہ ہیں تعلیم کے مرکز نشانِ رحمت باری
انہیں سے قصر ملت کے ستونوں پہ ہے گلکاری

تصور میں اگر تو بہ حذف کر دیکھیے ان کو
فضائے ہند پر اندھیرا چھا جائے ابھی دن کو

تو اب بھی مردی مردانگی کی آن رکھتی ہے
تو ہے خیر الامم اور قوت ایمان رکھتی ہے

ہدایت کیلئے پیشِ نظر قرآن رکھتی ہے
نکوکاری کا اپنے دل میں اک ارمان رکھتی ہے

تو عالی ظرف ہے باحوصلہ ہے بامروت ہے
نقطہ جو شے ذرا کم ہو گئی ہے وہ حمیت ہے

## نواب سر افسر الملک کی وفات

نواب سر افسر الملک بہادر دولت آصفیہ ۱۸۔ مارچ کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ مرحوم دولت آصفیہ کے نہایت وفادار افسر تھے۔ آپ نہایت معمولی حالت سے ترقی کرتے کرتے سپہ سالار اعظم کے منصب تک پہنچے۔ میر محبوب علی خاں مرحوم سابق شہریار دکن کو افسر الملک بہادر کی ذات پر بے حد اعتماد تھا۔ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں بھی بہت قدردانی فرماتے رہے۔ وائسرائے ہند نے بھی شاہ دکن کو انکی وفات پر اظہار افسوس و ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے۔

# عربی خون کا ایک گرم قطرہ

اسپین میں جب مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہوا تو اس انتشار کی حالت میں کچھ مسلمان افریقہ چلے گئے۔ کچھ اسپین ہی میں رہ کر عیسائیوں کے مظالم سہنے لگے اور کچھ لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کرکے ان مظالم سے نجات حاصل کرلی، اور عیسائی سلاطین کے مقربین میں داخل ہو گئے۔ انہی عیسائیوں میں اموی خاندان کا ایک بہادر بھی شامل تھا جس کا اسلامی نام محمد بن امیہ تھا۔ لیکن عیسائی ہونے کے بعد الدن انطونیو مولائی دی قرطبہ دقالور کے نام سے پکارا گیا۔ اس کی صُلب سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ جن میں ایک کا نام فرننڈو جو خاندانی لقب سے ممتاز تھا۔ نہایت آزاد اور ہردلعزیز شخص تھا اور غرناطہ کی مجلس امرا کا ممبر منتخب ہوگیا تھا۔ اس تعلق سے وہ ۱۵۶۵ء میں یعنی فتح غرناطہ کے ستر سال بعد ایک بار مجلس امرا میں جبکہ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی شریک ہونے کے لئے گیا۔ اور جیسا کہ تمام امرا کا دستور تھا۔ اپنی تلوار دروازے پر رکھدی لیکن اپنے خنجر کو اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کیا۔ اس کی یہ روش صدر مجلس کو پسند نہیں آئی اور اسپر اس نے سختی کے ساتھ اس کو سرزنش کی، فرننڈو نے اس کے یہ سخت الفاظ سنے تو اس کا عربی خون کھولنے لگا۔ اور اس نے ان الفاظ میں اس کا جواب دیا۔

"میں جس طرح چاہوں گا مجلس میں شریک ہونگا، کیونکہ میں سلاطین بنو امیہ کی اولاد ہوں اور میرے آباد اجداد اس ملک کے بادشاہ تھے۔"

اب صدر مجلس نے اور بھی سخت الفاظ استعمال کئے اور اس کو ایک وحشی قوم کا فرد قرار دیا۔ اس پر فرننڈو کا غصہ اور تیز ہوا اور اس نے دفعتہً اس پر حملہ کردیا۔ اس کے بعد تمام امرا نے اسپر متفقہ حملہ کیا تو اس نے اپنے خنجر سے سب کا مقابلہ کیا اور دروازے تک ان کو دھکیلتا ہوا چلا آیا۔ دروازے پر پہونچکر اپنی تلوار بھی ہاتھ میں لے لی اور ایک خاص محلے میں جس میں عرب خاندان آباد تھے۔ نکل آیا اور چند ہی دنوں میں ان عربوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی شریک کار ہوگئی۔ اور اس نے ان کی ایک فوج مرتب کی اور ان کو لیکر ایک پہاڑ کیطرف روانہ ہوا جس پر بہت سے عرب آباد تھے اور سب کے سب عیسائیوں کے مظالم سے تنگ آکر اس پہاڑ کے دامن میں پناہ گزیں ہوگئے تھے۔ ان سب کی پشت پناہی حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنی بادشاہی کے ساتھ اسپینی سلطنت کے خلاف عام جہاد کا اعلان کیا اور اس کے جھنڈے کے نیچے عربوں کی ایک معتدبہ جماعت جمع جن کے سینے اسپینیوں کے بغض و عداوت کا آتشکدہ بنے ہوئے تھے۔ اس جماعت کو لیکر اس نے اسپینیوں پر حملہ کیا اور ان کے خون کا دریا بہا دیا، اسپینی سلطنت نے بھی بڑے عزم و استقلال کے ساتھ اس پرجوش اسلامی جماعت کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک مدت تک ناکام رہی۔ لیکن بدقسمتی سے فرننڈو کا ایک چچا زاد بھائی جس کا نام ابن ہمیہ تھا اور جو ان عربوں پر حکومت کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس کا رقیب بن گیا اور سازش کرکے اس کو دھوکے سے قتل کرادیا اور خود بادشاہ بن کر دوبارہ اسپینیوں کے ساتھ جہاد شروع کیا۔ لیکن اس کے اعوان و انصار کو رشوت دیکر اسپینیوں نے اس کو قتل کرادیا اور اس کے قتل ہوجانے کے بعد تمام عرب حملہ آور منتشر ہوگئے اور چار سال کی جنگ کے بعد اسپینیوں نے ان پر قابو پالیا۔

فرننڈو کا باپ اپنے بیٹے کی موت کے بعد ماڈرڈ میں پناہ گزیں ہوگیا تھا اور ایک فوجی سردار کی سفارش سے سلطنت نے بھی اس کو اور اس کی اولاد کو معافی دیدی تھی اور اس معافی کے بعد اس کا دوسرا فرزند الڈن مارٹین خاندانی لقب سے ممتاز ہوا۔ لیکن اس نے اپنے تیسرے بھائی الڈن لوئس کے ہاتھ اپنی تمام جائداد فروخت کردی اور اب اس کا لقب الدون لوئس ای افیسیا دقوا ردس قرار پایا۔ لیکن لوئس کے دوسرے بھائی مارٹین کا لقب صرف ارٹین وی دالور باقی رہ گیا۔

اسپین میں اب تک یہ معزز خاندان اپنی قدیم وجاہت کے ساتھ قائم ہے اور اس کی تاریخ کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسوقت

اسپین میں انہی دونوں متصادم فریقوں کی یادگار آج کل ایک مشہور اسپینی شاعر ہے۔ جس کا نام فیلا سپاسا ہے، اور جو مارٹین کے لقب کا ایک جزو ہے اس شاعر کی ماں کے خاندان کا نام ہے۔ اور اس کا باپ جنرل فیلا سپاسا کے خاندان سے تعلق رکہتا ہے۔ جس نے اسپینیوں کی طرف سے اندلس فرنڈنڈ کا مقابلہ کیا تہا۔ اس مشہور شاعر یعنی فیلا پاسا کی ولادت ٹہیک اسی مکان میں ہوئی ہے۔ جس میں اس کا اسلامی اور عربی دادا فرنڈنڈ رہو کے سو مار ڈالا گیا تہا۔ حریر کی جس سرنگ چادر میں فرنڈنڈ قتل کیا گیا تہا۔ وہ فیلا پاسا کی ماں کے پاس بطور ایک یادگار کے محفوظ تہی۔ لیکن فیلا سپاسا کی ماں کے پاس بطور ایک یادگار کے محفوظ تہی۔ لیکن فیلا سپاسا نے جو دہ برس کی عمر میں ایک ہتوار کے دن اس کو استعمال کیا تو بلجیم کے ایک شخص نے اس کو خریدنا چاہا اور اس سے اس کے فروخت کرنے کی درخواست کی، پہلے تو فیلا سپاسا نے انکار کیا۔ بعد کو اس کے اصرار سے مجبور ہو کر بلا قیمت ہدیۃً دیدی۔ اب اس کے خاندان میں اس چادر کا صرف ایک چہوٹا سا ٹکڑا محفوظ رہگیا ہے۔

اب عبرتناک واقعہ پر اب اگرچہ صدیاں گذر گئی ہیں اور خود مسلمان اپنی اسپینی شان و شوکت کا افسانہ بہول چکے ہیں۔ لیکن اس شاعر کی رگوں میں اب تک عربی خون دوڑ رہا ہے اور وہ بار بار اپنے اشعار میں اس بہولے ہوئے افسانے کو دہراتا رہتا ہے،

چند روز ہوئے ایک عیسائی عرب سیاح نے امریکہ میں بمقام سان پاؤلو اس سے ملاقات کی ہے اور اس کے حالات، سوانح، معاشرت اور کلام پر ایک شاعرانہ ریویو کیا ہے۔ جو المقتطف نومبر ۱۹۲۶ء میں چہپا ہے جس سے یہ تلخیص ماخوذ ہے۔ وہ لکہتا ہے کہ اس شاعر کی عمر ۵۵ سال سے زائد نہیں ہے، وہ سگرٹ پیتا ہے اور کہانے پینے کی پروا بہت کم کرتا ہے، ہمیشہ شاعرانہ تخیلات میں غرق رہتا ہے اور یہ استغراق اس درجہ بڑہا ہوا ہے کہ شور و غل سے اس کے شاعرانہ خیالات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ وہ شعر لکہتا رہتا ہے اور اس کے بچے اس کے گرد کہیلتے کودتے اور شور مچاتے رہتے ہیں، اس تصنیفات کی تعداد اس وقت تک ۱۵۸ تک پہونچ چکی ہے۔ اگرچہ کثرت تصنیف کسی مصنف کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے۔ لیکن اس شاعر نے کثرت تصنیف کے ساتہ خوبی تصنیف بہی حاصل کرلی ہے اور نظم و نثر دونوں میں اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں اس کی تصنیفات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اکثر کا موضوع عرب اور عربیت ہے، اس کے ایک ناول کا نام "تقرِ ولو" ہے۔ جس میں اس نے ابن احمر کے زمانے کا ایک واقعہ لکہا ہے، جو غرناطہ میں پیش آیا تہا۔ ایک ناول میں جس کا نام "ابن امیہ" ہے وہ واقعات لکہے ہیں۔ جو فتح غرناطہ کے ستر سال بعد وہاں کے بچے کہچے عربوں کو پیش آئے۔ ایک ناول میں جو بادیہ کے نام سے مشہور ہے وہ واقعات لکہے ہیں جو صحرا میں پیش آئے اور ان واقعات کے سلسلہ میں اہل عرب کی شجاعت فیاضی اور مہماں نوازی وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتہ کیا ہے، غرض اس کے تمام ناولوں کے کیرکٹر اور ہیرو عرب ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرب آثار عرب اور ان کی اندلس کی معاشرتی اور اخلاقی زندگی کی تاریخ سے کس قدر واقف ہے اس کا کلام تمام انواع شاعری کا جامع ہے، وہ کبہی ہنستا ہے کبہی روتا ہے کبہی رنجیدہ ہوتا ہے، کبہی خوش ہوتا ہے، جس منظر کی تصویر کہینچتا ہے، وہ آنکہ کے سامنے مجسم ہو کر آجاتا ہے، نہروں کی روانی کا نقشہ دکہاتا ہے، تو کانوں میں پانی کے گرنے کی آواز آجاتی ہے، ابہی ایک پرسکون نہر کے کنارے کہڑا ہے کہ دفعۃً ایک مواج سمندر کے کنارے پہونچ جاتا ہے، ابہی تم ہم کو سرزمین پر دیکہتے تہے، کہ چشم زدن میں آسمان پر نظر آنے لگتا ہے،

وہ عربی زبان کا شیدائی ہے، وہ ایکبار صاحب فراش تہا، میں اس کی عیادت کو گیا تو اس نے کہا کہ "بیٹہو اور سنو" اس کے بعد اس نے ایک قصیدہ کے چار بند مجہ کو سنائے اور انہی سے اس کی شاعرانہ قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے،

غرناطہ، آہ غرناطہ، تیری شان و شوکت میں سے کچہ بہی باقی نہ رہا۔ تیری نہروں میں سے آنسوؤں کے سوا اور کیا رہگیا ہے، جو تیری سلطنت کے کہنڈروں پر بہہ رہی ہے، تیری نسیم صبح صرف آہ سرد ہے،

غرناطہ، آہ غرناطہ، تو صرف ایک ویران کہنڈر ہے، ستونو کے لوگ تیرے مصیبت زدہ فرزندوں کو افریقہ لیجاتے ہیں، اور وہاں تیرے فرزندان کے خون سے دہنے ہیں، انہیں لہنا ناامیدی سے روتے ہیں،

غرناطہ، آہ غرناطہ! تو برباد ہوا اور یہ کس قدر حسرتناک بربادی ہے، امواج ان کے لئے روتی اور آہ سرد بہرتی ہے، جب اس کی زندہ بائی ہوئی آنکہیں

ان کو نظر آتی ہیں، اس نے میرے سامنے یہ اشعار پڑھے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور جب وہ اس کو ختم کر چکا۔ تو پھر ایک خاموشی طاری ہو گئی جو رنج و غم سے لبریز تھی، اس کو خود یہ قصیدہ بہت محبوب ہے اور جو جلسے اس کے اعزاز میں کئے جاتے ہیں، ان میں اس کو باآواز بلند پڑھتا ہے، صرف یہی نہیں کہ وہ اس عربی جوش و تفاخر کا اظہار صرف اہل عرب کے سامنے کرتا ہے، بلکہ وہ تمام مجالس میں اہل عرب کی یادخواہی کرتا ہے۔ اور لومۃ لائم کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ میں نے جب اس کو اپنی تصویر دی اور اس پر عربی زبان میں جس کو وہ سمجھتا ہے بطور ہدیہ و تقدمہ کے کچھ الفاظ لکھنے چاہے تو اس نے اس کو گوارا نہیں کیا۔ اور عربی زبان میں جو اس کو بہت محبوب ہے، ان الفاظ کے لکھنے کی خواہش کی، مجھ کو اس کے بعض دوستوں سے معلوم ہوا۔ کہ اہل عرب کے ساتھ اس کی محبت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ ایک بار میں نے اس کو دیکھا کہ مدرید کی سڑکوں پر عربی لباس پہنے ہوئے گھوم رہا ہے، عام طور پر اگرچہ وہ مغربی وضع میں رہتا ہے لیکن اس کے اندر عربی دل کی دھڑک محسوس ہوتی ہے، اس نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ وہ سپین پہونچکر ہر ممکن کوشش اس غرض کیلئے کریگا۔ کہ غرناطہ میں عربی ادب و تاریخ کی تعلیم کیلئے ایک عظیم الشان یونیورسٹی قائم کیجائے، معاصر

# قریش کی نمائندہ علمی جماعت

## "ندوۃ القریش"

"قریش" من حیث القوم اقوام عالم سے بہت پسماندہ ہے، تعلیم و تجارت میں، صنعت و حرفت میں، زراعت و فلاحت میں، تبلیغ و اشاعت میں اس کا درجہ ارفع و اعلیٰ تھا۔ لیکن اب کسی شمار میں نہیں، کاہلی و سستی، لاپرواہی و عدم توجہی نے اس کی تمام فضیلتیں اور تمام خوبیاں مسخ کر دیں، شیرازہ بکھر گیا۔ قوتیں سلب ہو گئیں، رذیل منہ آنے لگے، اغیار حملہ آور ہوئے اور مٹ جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہی، تو مشیت ایزدی سے "القریش" کا وجود بروئے کار آیا۔ اور قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی خدا ان کا بھلا کرے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ طعنہ زن انگلیاں نوک خامہ سے چھید دی گئیں۔ خفتہ و خوابیدہ قوم میں آثار بیداری پیدا کر دئے گئے۔ اب خون میں ہیجان اور رگ حمیت میں جوش و ولولہ ہے، لیکن کوئی نمائندہ علمی جماعت نہ تھی کہ شاہراہ پر لانے کا پیہم مساعی سے کام لیکر پسماندہ قوم کو ترقی پذیر اقوام کے دوش بدوش لا کھڑا کرتی۔ ایک "انجمن قریشیان پنجاب" کافی نہ تھی۔ مختلف صوبوں اور مختلف مرکزوں میں ایسی جماعتوں کی ضرورت ہے، لہٰذا حساس برادران قوم کا ۲۷ جنوری سنہ ۳۰ء کو دفتر رسالہ "بلاغ" امرتسر میں اجتماع ہوا اور منشی فضل کریم صاحب ریڈر کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی جلسہ کے سکرٹری حکیم شہاب الدین صاحب مدیر "بلاغ" منتخب ہوئے، اور قرار پایا۔ کہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی کی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے "ندوۃ القریش" کے نام سے قومی باڈی قائم کیجائے اور مقاصد و ضوابط ترتیب دیکر عملی کام شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ قریشی محمد علی صاحب رونق، قریشی محمد عظیم صاحب گرداور قانونگو، منشی فضل کریم صاحب، حکیم طالب علی صاحب وٹرنری انسپکٹر۔ بابو احمد اسد صاحب آفس قانونگو، پر مشتمل مجلس منتظمہ بنائی گئی۔ اور ترتیب قواعد و ضوابط کا کام اس کے سپرد کیا گیا۔

تجویز ہوا۔ کہ جب تک مستقل انتخاب عہدیداران عمل میں نہ آئے حکیم شہاب الدین صاحب فرائض سکرٹری انجام دیں،

دوسرا اجلاس مولوی محمد علی صاحب (بابا) کی صدارت میں ۵ فروری سنہ ۳۰ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ قرار پایا

کہ کسی نام نہاد آل انڈیا انجمن کی پروا نہ کرتے ہوئے مستعدی کے ساتھ وسیع پیمانہ پر کام کیا جائے اور انجمن "ندوہ" کا دائرہ کسی خاص خاندان تک محدود نہ کیا جائے۔ قومی تنظیم کے لئے خاص ذرائع عمل میں لائے جائیں، رؤسائے صاحبان سے استدعا کی جائے۔ کہ وہ "ندوہ" کی ترقی کے لئے کارپردازانِ ندوہ کی خاص الخاص مدد کریں،

انتخاب عہدیداران نئی الحال نہ کیا جائے۔ سکرٹری صاحب کی معاونت کے لئے نیازمند جوائنٹ سکرٹری منتخب کیا گیا۔

قرار پایا۔ کہ ہر ممبر سے چندہ داخلہ ایک روپیہ اور چندہ ممبری سالانہ ایک روپیہ لیا جایا کرے۔ چنانچہ جملہ حاضرین نے اپنا اپنا چندہ اور رقوم عطیہ اسی وقت ادا کر دیں،

تیسرا اجلاس ۱۴ مارچ [illegible] کو قریشی محمد الدین صاحب صدیقی تحصیلدار ریٹائرڈ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہوئی۔ حاضرین کی تعداد پچاس نفوس کے قریب تھی، مقامی انجمن کے متعلق بہت دیر تک گفت و گو ہوتی رہی۔ بعض احباب نے اس کے رد یہ پر پُر زور تقریریں کیں اور اس کا جائزہ لینے کی تحریک کی،

ازاں بعد قاضی نظیر حسین صاحب ریٹائرڈ مستوفی کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سکرٹری صاحب نے اعتراف خدمات میں بالفاظ ذیل رزولیوشن پیش کیا۔ جو بالاتفاق پاس ہوا اور تجویز ہوا کہ نقول اخبارات کو بغرض اشاعت اور ایک نقل قاضی صاحب کی خدمت میں از راہ اطلاع بھیجی جائے،

"رزولیوشن"

"ندوۃ القریش کا یہ اجلاس قوم کے سچے ہمدرد محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی گوجرانوالہ کی ان اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے ادعائے قریشیت کی دھجیاں بکھیرنے میں قلمی جہاد کی صورت میں مستند تاریخی ریکارڈ کے حوالوں سے انجام دی ہیں، قدر و وقعت کی نظر سے دیکھتا ہوا قوم کی طرف سے آپ کا صدق دل کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ خدائے تبارک و تعالےٰ آپ کے عزائم میں بیش از بیش برکت عطا کرے۔ آمین"

شیخ عبدالحمید صاحب گرداور، بابو عبدالمجید صاحب جوڈیشل کلرک لائل پور، بابو عبدالعزیز صاحب سب انسپکٹر پولیس نے اپنے اپنے علاقہ کے قریشیوں کو ندوہ کا ممبر بنانے اور رقوم چندہ وصول کر کے بھجوانے کے حتی وعدے کئے، جس پر ان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور قرار پایا کہ فارم ممبری اور رسید بکیں حسب ضرورت بھیجی جائیں،

۲۰ مارچ [illegible] کو "ندوۃ القریش" کا ایک وفد بابو احمد دین صاحب کی قیادت میں خان بہادر خواجہ محمد غلام صادق صاحب قریشی رئیس اعظم صدر میونسپلٹی امرتسر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ندوہ کی صدارت پیش کی، آپ نہایت خلوص و ہمدردی سے پیش آئے اور بعد قبول وعدہ کیا۔ کہ میں قومی خدمات میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں اور جو خدمت بھی آپ میرے سپرد کریں گے، میں اسے بخوشی انجام دونگا۔ قوم کے زراعتی حقوق اور دیگر امور پر بہت دیر تک گفت و گو ہونے کے بعد وفد بمسرت واپس آگیا۔

"ندوہ" کا دوسرا وفد ایک اور مختصر دورہ بھی کر چکا ہے اور شیرازہ بندی کے لئے ہر امکانی کوششیں عمل میں لائی جا رہی ہیں،

جمیع برادرانِ قریش کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی ضروریات پیش نظر رکھتے ہوئے "ندوہ" کی رکنیت قبول کریں، فارم ممبری اور مقاصد دفتر "ندوۃ القریش" امرتسر سے مفت مل سکتے ہیں،

نیازمند

محمد طفیل حلیم فاروقی

جوائنٹ سکرٹری

"ندوۃ القریش" کسی خاص خاندان کی موقوفہ گھریلو انجمن نہ ہوگی یہ اپنے عملی کاروبار سے قریش کی ہمہ گیر نمائندہ باڈی ثابت کرنے کا عزم رکھتی ہے، قوم کو نمائندہ جماعت کی اشد ضرورت ہے، لہٰذا بہی خواہانِ قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کی رکنیت قبول کر کے اس کی آواز کو بلند و بالا بنانے کی کوشش سے کارپردازانِ ندوہ کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں،

ایڈیٹر

# تعارفات

## ڈاکٹر محبوب عالم قریشی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے مسرت ہوئی ہے کہ میں قوم کے مایہ ناز فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی کے سوانح حیات قلمبند کروں، ناظرین کرام موصوف کی تصویر دیکھکر ان کے عادات و اطوار، مستعدی و ذہانت و نجابت و شرافت کا بخوبی اندازہ کریں گے، باقی اوصاف میں ان قیافہ دان اصحاب پر چھوڑتا ہوں، جو اس فن میں ملکہ صائب رکھتے ہیں،

**خاندان اور وطن** موضع چک منلانی تحصیل نکودر ضلع جالندہر میں صدیقی قریشیوں کا ایک گہرانہ ہے، جس میں کئی اولوالعزم علمائے کرام، شہرہ آفاق طبیب اور بلند پایہ خطیب ہوگذرے ہیں، مولوی مفتی شاہ دین صاحب قریشی اسی خاندان کے درخشاں ستارہ تھے، اور مولوی عبدالمجید صاحب قریشی مفتی لدھیانہ اسی خاندان کے ممتاز ترین فرد ہیں، مولوی شاہ دین صاحب مرحوم نے اپنے برادر محترم مولوی نظام الدین صاحب قریشی کے ہمراہ لدھیانہ میں سکونت اختیار کرلی تھی، اہل شہر نے ان کی قدر کی اور انہیں مفتی شہر منتخب کرلیا۔ مولوی شاہ دین کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس لئے انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کا نکاح اپنے برادر محترم کے منجھلے بیٹے مولوی عبدالعزیز صاحب قریشی کے ساتھ کردیا۔

**پیدائش اور نام** ڈاکٹر صاحب کی پیدائش کا فخر اسی چھوٹے سے گاؤں چک منلانی کو حاصل ہے، ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء بروز پیر یہ فخر خاندان کتم عدم سے عالم شہود میں جلوہ گر ہوئے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ بعض احباب نے مہینہ کی نسبت سے آپ کا نام محمد رمضان رکھنا چاہا۔ لیکن ماں کی محبت اور باپ کی شفقت نے "محبوب عالم" تجویز کیا، مولوی شاہ دین صاحب دعا کیا کرتے تھے کہ الہٰی میرا نواسہ خوش نصیب اور بلند اقبال ہو، لیکن ابھی آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی۔ کہ نانا اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔

**لدھیانہ میں آمد** چند سال چک منلانی میں اپنے آبائی گھر میں پرورش پائی، آپ کے سب سے پہلے استاد مولوی محمد علی صاحب قریشی ہیں۔ جو آپکی خاندانی روایات کو زندہ و برقرار رکھنے کے لئے چک منلانی میں سکونت پذیر ہیں، چونکہ ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالعزیز صاحب قریشی ان دنوں لدھیانہ ریلوے پولیس میں ہیڈ کانسٹبل تھے، اس لئے آپ اپنی والدہ مکرمہ کے ہمراہ لدھیانہ لائے گئے، جہاندیدہ والد نے دینی و دنیوی ہر دو قسم کی تعلیم سے اپنے نور نظر کو بہرہ ور کرنا شروع کیا، دنیوی تعلیم کے حصول کی غرض سے آپ ٹکنیکل سکول میں داخل کردیے گئے، اور دینی تعلیم گھر ہی میں دیجانے لگی، ابھی آپ چوتھی جماعت میں ہی تھے اور ابھی آپ کی تیرھویں سالگرہ بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ والدہ ایک وبائی مرض کا شکار ہوکر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیگئیں، آپ پر والدہ کی جدائی شاق گذری، اور آپ مغموم رہنے لگے، لیکن تعلیم کا شوق بدستور تھا۔ اس لئے آپ ہر جماعت میں اپنے دیگر ہم جماعتوں سے اچھے نمبروں پر پاس ہوتے رہے، چند سال اسی حالت میں بسر ہوئے، بعد میں والد نے دوسری شادی کرلی، سوتیلی والدہ اگرچہ ہر طرح آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی، لیکن آپکا دل نہ بہلنا تھا نہ بہلا، زمانہ کے اتفاقات، بعض اوقات کس قدر تلخ ہوتے ہیں، کہ آپ ابھی میٹرک کا امتحان بھی نہ دینے پائے تھے کہ یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوگئی،

**فوجی ملازمت** والد پولیس میں ملازم تھے ہی، بیٹے کو بھی سپہ گری کا شوق پیدا ہوا اور آپ والدین کو اطلاع دئے بغیر فوج میں بھرتی ہوکر ضیفی آباد چھاؤنی پہونچ گئے، والدین نے ہر چند زور مارا چاروں طرف تلاش کی، مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا، آخر والدین نے دل پر صبر کا پتھر باندھا اور دعا کی۔ کہ خدایا ہماری زندگی کی متاع کو اپنی اماں میں رکھیو، ناگاہ فیض آباد چھاؤنی سے نور چشم کا خط آتا ہے، کہ میں فوج میں بھرتی ہوگیا ہوں، والد ایک سرد آہ بھری اور کہا، اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت،

آپ فوج میں تقریباً ایک سال ملازم رہے اور قلیل عرصہ میں آپ "نائک" بنادئے گئے، ساتھ ہی مزید ترقی کا یقین دلایا گیا۔ لیکن والد زندگی بسر

سے نہایت بیتاب تھے اور بیٹے کی جدائی میں ماہی بے آب کیطرح تڑپ رہے تھے ۔ چنانچہ آپ کو حکم ہوا کہ جس طرح بھی ہو سکے جلد واپس گھر آ جاؤ ۔ والدین کے حکم کی تعمیل میں آپ نے اس ملازمت سے استعفا دیدیا اور لدھیانہ واپس آ گئے ، والدہ نے سینہ سے لگایا خود بھی روئے اور بیٹے کو بھی رُلایا ۔

**شادی خانہ آبادی** آپ کے خالو ڈاکٹر محبت علی صاحب قریشی دندان ساز جالندھر کے گھر آپ کی شادی ہوئی ، ازاں بعد آپ دندان سازی کا کام سیکھنے کی غرض سے اپنے سسرال کے ہاں چلے گئے ، تین سال تک آپ وہاں رہے ، خسر نے کمال محنت و جانفشانی اپنے داماد کو کام سکھلایا اس کے بعد آپ لدھیانہ واپس چلے آئے اور چوڑا بازار میں دندان سازی کا کام شروع کر دیا ۔ کچھ عرصہ گذرنے پر آپ نے اپنا کاروبار محلہ موحدپورہ میں تبدیل کر لیا اور یہاں ایک یونانی دواخانہ کھولدیا ، اس جگہ آپ کا کام چلا اور خوب چلا ، آپ نے ہزاروں روپے کی جائداد پیدا کی ۔ خدا نے مال بھی دیا ، سلیقہ شعار بیوی بھی دی اور اولاد بھی ، چنانچہ اس وقت دو بیٹے اور ایک بیٹی آپ کے گھر کا اجالا ہیں ،

**شہرت** چند سال سے آپ نے سیاسی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کیا ۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ ملک و ملت کی خدمت کی ، لدھیانہ میں سیاسی بیداری پیدا کرنے میں آپ نے نمایاں حصہ لیا جس سے آپ سیاسی دائرہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جانے لگے ، گذشتہ سال آپ کانگرس کمیٹی کے سکرٹری تھے اور اس سال خلافت کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے ہیں ۔ اس وقت آسمان شہرت پر آپکا نام آفتاب جہانتاب کی مانند چمک رہا ہے ۔

**قومی خدمات** جب آپ کو معلوم ہوا ۔ کہ پنجاب کے مراسی بھی قریشیت کے مدعی ہیں تو آپ سخت منغض ہوئے اور کہا ۔ کہ اگر ایسی .. .. .. .. اقوام عربیت اور قریشیت کی دعویدار ہونے لگیں تو پھر قریشیت کا خدا ہی حافظ ہے ۔ چنانچہ آپ نے اخبار "زمیندار" مجریہ ۱۵ اپریل ۲۹ء میں ایک پرزور مضمون لکھا ، جس میں اس بات کو واضح کیا ۔ کہ "مراسیوں کو قریشیت سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے ، اس پر پنجاب کے مراسی بہت سیخ پا ہوئے اور آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعوٰے دائر کر دیا ۔ اور پھر خود ہی کھسیانے ہو کر واپس بھی لے لیا ۔ آپ نے اپنے ایک عزیز کی زبانی سنا کہ جس قوم سے آپ تعلق رکھتے ہیں ، اس کا ایک ماہوار رسالہ "القریش" امرتسر سے جاری ہے ، آپ بہت مسرور ہوئے اور اس رسالہ کے مستقل معاونین میں شامل ہو گئے ، اور اب آپ نے پوری مستعدی سے مراسیوں کے خلاف قلمی جہاد شروع کر دیا ، اخبار "زمیندار" اور رسالہ "القریش" میں متعدد مضامین شائع کرائے ، مراسیوں نے آپ کے ناموس پر حملہ کیا اور گمنام خطوط لکھے ۔ لیکن آپ ان گیدڑ بھبکیوں میں ذرا بھی ہراساں نہ ہوئے اور مستقل مزاجی سے قوم کی خدمات انجام دیتے رہے "انجمن قریشیان پنجاب" نے آپ کو اعزازی رکن منتخب کیا ، آپ نے اپنی قوم کو بیدار کرنے کے لئے قابل قدر مضامین سپرد قلم فرمائے ، اور "القریش" کی توسیع اشاعت کی کوشش کی ، آج کل آپ اپنی قوم کا ایک وسیع الشان اجلاس منعقد کرانے میں ساعی و کوشاں ہیں ، آپ اپنے پہلو میں ایک ایسا درد مند دل رکھتے ہیں ، جس میں معشر قریش کو میدان ترقی میں گامزن دیکھنے کی تمنا انہیں ہر وقت بے تاب کئے رکھتی ہے ، واقعی ایسی ہستی کا وجود مردہ قوم کے لئے مغتنمات سے ہے ،

خواجہ فیض محمد فیض لدھیانوی

القریش آپ کی قومی و ملی خدمات کا بصدق دل معترف ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا ایسے دلدادۂ قوم سرگرم عمل نوجوان کو تا دیر سلامت رکھے اور دیگر بھائیوں کے دلوں میں بھی اسی قسم کا جذبہ پیدا کرے ۔ ایڈیٹر

## ڈاکٹر محبوب عالم قریشی

جن کو اصلاحات اپنی قوم کی مطلوب ہیں — وہ فدائے ملک و ملت ڈاکٹر محبوب ہیں
نیک طینت ہیں بلاشک اور خوش اسلوب ہیں — ان کی خدمات حمیدہ سب کی سب مرغوب ہیں

جذبۂ حب وطن سے کس قدر مجذوب ہیں
حریت کیشی کی یہ سرگرمیاں کیا خوب ہیں

**فیض**

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ۔ منیجر

# قریشیانِ پنجاب سے خطاب

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

اُٹھ اکہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی)

اس وقت جبکہ ہندوستانی قومیں بیدار ہو رہی ہیں، اس وقت جبکہ ہندوستان کی فضا "بیدار ہو جاؤ" کا پیغام دے رہی ہے، اس وقت جبکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک "قوم قوم" کا راگ الاپا جا رہا ہے، اس وقت جبکہ دنیا کی نگاہیں قوم قریش پر لگی ہوئی ہیں، اس وقت جبکہ پنچ اور اچھوت قومیں عربیت اور قریشیت کی دعویدار ہو رہی ہیں، فرزندانِ قریش خوابِ خرگوش میں سوئے پڑے ہیں، ذاتی اختلافات کی وجہ سے بچھڑے پڑے ہیں، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور سچ پوچھیئے تو بزرگوں کے نام کو بٹہ لگا رہے ہیں، کبھی ان کے ناموس پر حملہ ہوتا ہے، کبھی ان کو مخلوط النسل بتایا جاتا ہے، کبھی ان کو قومی حقوق سے محروم کرانیکی ناپاک سعی کی جاتی ہے اور کبھی ان کے خلاف شرمناک غلط بیانیاں کی جاتی ہیں، لیکن یہ ہیں کہ جاگنے کا نام نہیں لیتے اور ٹس سے مس تک نہیں ہوتے،

اگر چندے یہی حالت رہی تو حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہمسایہ قومیں ہمیں ذلت کی نگاہ سے دیکھیں گی، تاریخ کے صفحات پر ہماری بدبختی کی داستانیں لکھی جائینگی، آنیوالی نسلیں ہم پر لعنت بھیجیں گی اور ہم اپنے آبا و اجداد کی شاندار خصوصیات پر نہ مٹنے والا دھبہ لگانے کے ذمہ دار ہونگے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس جمود و سکوت کو ترک کر دیا جائے، قوم میں اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا کیا جائے، ضرورت ہے کہ قوم کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کر کے ایک مضبوط طاقت پیدا کی جائے، ضرورت ہے کہ قوم منظم ہو جائے، ضرورت ہے کہ ہم وقت کو غنیمت جانیں اور اپنی قسمت کے محل کی تعمیر کے لئے ایک نئی جد و جہد شروع کر دیں،

قومی بھائیو! بزرگو اور دوستو! اگر اس گئے گزرے وقت میں بھی آپ کو قوم کی محبت اور اسلاف کی عظمت کا خیال نہ آیا تو یاد رکھو،

نہ اٹھے تو قریشی ہاتھ مٹ جاؤگے اک دن
نہ ہوگی داستاں تک بھی تمہاری داستانوں میں

"انجمن قریشیان پنجاب" نے بارہا آپ کو دعوتِ عمل دی، آپ کا فرض تھا کہ اس کو قبول کرتے،

"القریش" ہر اشاعت میں آپ کی بےحسی اور بےتوجہی پر آنسو بہاتا ہے لیکن کبھی آپ کے دلوں کی گہرائیوں تک اس کے نالہ و شیون کی آواز پہونچی، کبھی آپ نے اپنے فرائض کو محسوس کیا؟ کبھی آپ کی رگِ قریشیت جوش میں آئی؟

کبھی اے نوجواں قریشی تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہو اک ٹوٹا ہوا تارا

اس میں تو شک نہیں کہ اس وقت تک جو آواز اٹھی وہ صدا بصحرا ثابت ہوئی، لیکن سرد مہری زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہنی چاہیے، کیونکہ

بہ غفلتیں مباد اکچھ روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نجائیں

۱۷ فروری سنہ ۳۰ء کی اشاعت کے "القریش" میں راقم الحروف تین قابلِ عمل تجاویز پیش کر چکا ہے۔ کیا قوم ان کو درخور اعتنا سمجھیگی؟ کیا قوم اس سنجہ عمل پر چلکر عند اللہ مشکور ہوگی۔ دل گواہی دیتا ہے کہ گردشِ ایام گذر چکے حالات تصدیق کرتے ہیں کہ قریش کی عظمت کا نقارہ بجنے والا ہے، قدرت یقین دلا رہی ہے کہ وہ ضرور ساتھ دیگی،

اس لئے

میں ان احباب سے جن کے دل میں قومی ہمدردی موجزن ہے، اپیل کرتا ہوں کہ وہ پوری قوت کے ساتھ میدانِ عمل میں کود پڑیں اور دنیا کو ایک نئے دور کا پیغام دیں ؎ یہی محبوب عالم کہہ رہا ہے
یہی رونق بھیجے ہیں پیامات

# تاریخ کا ایک ورق

تقریباً تیرھویں صدی کے آغاز میں ایک گروہ جسکی رگوں میں تاتاری خون موجزن تھا ۔ صحرا نوردی کی حالت میں اتفاقاً اناطولیہ کی سرزمین پر جا پہونچا اس قافلہ کا سردار الطغرل ہمت و شجاعت کے گھوڑے پر سوار تھا ، ان خانہ بدوشوں نے میدانِ اناطولیہ میں دو فوجوں کو برسرِ پیکار دیکھا جن سے یہ قطعاً ناواقف تھے اور وہ ان سے بالکل ناآشنا ، الطغرل مظلوموں کی آہ و زاری نہ دیکھ سکا اور اس نے کمزور سپاہیوں کا ساتھ دینا اپنا فرض سمجھا ۔ چنانچہ اس تائیدِ غیبی نے ہارتے ہوؤں کی قسمت کا یوں پانسہ پلٹا کر شکست نے فتح کا جامہ پہنا ۔ فاتح فوج نے اپنے محسن کی جائے بود و باش دریافت کی ، چنانچہ استفسار پر حقیقت معلوم ہوئی ، ادھر الطغرل نے ان کی رام کہانی سنی : مدد وہ علاؤ الدین سلجوقی کی سپاہ ثابت ہوئی ۔ جن کی منگول حملہ آوروں سے مٹھ بھیڑ ہو رہی تھی ۔

سلطان علاؤ الدین ناآشنا ہمدرد کا بیحد گرویدۂ احسان ہوا ، اور الطغرل کے کاندھوں پر دستِ شفقت رکھ کر اس کی عنایتوں کے صلہ میں تھوڑی جاگیر اور کچھ مال و زر عطا کیا ۔ جاگیر میں سکی شہر اور شیا الطغرل کے سپرد ہوا ، جو سلطان علاؤ الدین کے سلطنت کے شمال مغرب میں اور سلطنت یونان کی سرحد پر واقع تھا ۔ ان ترک نژاد خانہ بدوشوں نے اس جگہ ایک مختصر سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور اپنی آئندہ نسلوں کا پیش خیمہ تیار کیا ، ایک دن اسی عسکی شہر کے گہوارہ میں پلے ہوئے بچوں سے تمام یورپ کانپ اٹھا ۔ اور ان کی شجاعت و دلیری کے کارنامے چار دانگ عالم میں روز روشن کیطرح مشہور ہوئے ،

عسکی شہر آب و گل کی رو سے بہشت بریں کا ایک خطہ ہے ، جہاں قدرت کی تمام نیرنگیاں ایک کوزہ میں بند ہیں ، ایک طرف چشمۂ شیریں رواں دواں ہیں ، دوسری طرف کوہ دکوہسار اپنی بلندی پر نازاں ہیں گل و گلزار چمن لالہ زار جس کا کوئی حد نہ حساب ، رنگ برنگ کی بیلیں پیچ و تاب کھاتی ہوئی سپہر بریں کی جانب چلی جا رہی ہیں اور اشجار چمن انواع و اقسام کے میوہ جات سے پُر اپنے صانع کی یاد میں سربسجود

ہیں ، الغرض الطغرل نے اپنے رہائش کے لئے سوغط پسند کیا ، جو ۳۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلند مقام پر واقع تھا ۔ اور جہاں انسان ہمہ وقت ارد گرد کے مناظر سے لطف اندوز ہو سکتا تھا ،

اسی جگہ الطغرل کا ہونہار نورِ نظر عثمان پیدا ہوا جس کے نام سے قوم عثمان مشہور ہوئی اور جس کی ساعی نے اپنی قوم کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے ۔ سلطنت عثمانیہ کی ابتدائی حالت کا صحیح نقشہ کھینچنا آسان نہیں ، لیکن اس کی ترقی کی رفتار سلطنت کی رو سے تیز تر تھی اور اس کی حکومت کا استقلال سکندر کی حکومت سے زیادہ دیرپا ، یہ ترکوں کی آخری مگر عالی شان سلطنت تھی جس کی بنیاد شجاعت کے ننھے بیجوں سے ڈالی گئی تھی ، لیکن وہ بیج رفتہ رفتہ پودہ اور پودے سے ایک تناور درخت بن کر اپنی شاخوں سے دور دور یورپ کے ساحلوں پر غنیم کی روک تھام کے لئے یک حصار و ہفت دیوار کا کام کرنے لگا تھا ۔ بعض مورخین کے نقطۂ نگاہ میں سلطنت عثمانیہ کا آغاز سنہ ۱۲۹۹ء سے ہوتا ہے جبکہ سلطان علاؤ الدین نے عثمان کو خلعت و جاوش عنایت کیا ۔

## سلطان عثمان

بہادر الطغرل جب دنیائے ناپائیدار سے رخصت ہوا ۔ تو سنہ ۱۳۰۰ء میں اس کا ہر دلعزیز بیٹا عثمان بک یا "غفا عثمان" تخت و تاج کا وارث ہوا ۔ اس کے باپ کے ہمدرد و مربی نے تاج پوشی کی چند رسمیں ادا کر کے اس کو رموزِ سلطنت سے آگاہ کیا ۔ نوجوان عثمان نے سلطنت کے کاروبار کو خوش اسلوبی سے انجام دیا اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور مطلق العنان ہو کر فرمانروائی کرنے لگا ۔ سنہ ۱۳۰۱ء نصرانیوں کے ایک جرار لشکر کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سلطنت کو بحیرۂ اسود تک وسیع کر لیا ۔ دور و نزدیک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں جب ان کے ابھرتے ہوئے آفتاب کی شعاعیں عکس فگن ہونے لگیں ۔ تو جنگجو ترکوں کے نام ان کا دل تھرانے لگا یہاں تک کہ یہودیوں اور نصرانیوں کے بچے رو رو کر جب ماؤں کا ناک میں دم کر دیتے تھے ، تو وہ ترکوں کا نام لے لے کر انہیں خوف دلاتی

نہیں اور معصوم مارے وحشت کے خاموش ہو جاتے تھے، ۱۳۲۶ء میں ترکوں نے عیسائیوں پر لشکرکشی کی اور سلطان عثمان کی وفات سے ذرا پہلے بروسا ہاتھ آیا۔ سلطان ذی شان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے بروسا ہی کے مشہور و معروف باغ میں آسودہ ہوئی۔ اس وقت سے اب تک یہ رسم چلی آ رہی ہے، کہ تقریباً تمام سلاطین دولت عثمانیہ وفات کے بعد اسی جگہ مدفون ہوتے ہیں،

ترک قوم ہمیشہ اپنے بانی سلطنت کا بڑا احترام کرتی ہے اور اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے تاجپوشی کے وقت ہر نئے سلطان کو عثمان کی مرصع تلوار سے زینت دیجاتی ہے،

## سلطان آورخاں

عثمان کے انتقال کے بعد اس کا فرزند بہتر آورخاں اپنی عمر کے چھیالیسویں سال تخت عثمانیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ وہ دنیا کے ہر نشیب و فراز سے واقف تھا اور اس کا جزرس دماغ جنگ و جدال کے تجربوں سے مالا مال تھا، آورخاں نے تخت حکومت پر قدم رکھنے سے پیشتر ایک ہاتھ میں تجربوں کی حمائل لی اور دوسرے ہاتھ میں آزمودہ کار تلوار سنبھالی، مہربان باپ نے آورخاں کو ایام طفولیت میں جملہ فنون جنگ سے آراستہ اور مروجہ علوم کے درس و تدریس سے مزین کر دیا تھا۔ اس سلطان والا تبار کی سپہ سالاری اور بہادری شہزادگی کے زمانہ ہی میں الم نشرح تھی۔ اکثر معرکہ کارزار میں یہ عثمان کے ہمرکاب ہوتا تھا۔ کبھی سپر پدری کے زیر سایہ ترک سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا۔ کبھی ہوا کے گھوڑے پر سوار غنیم کی صفوں کو چیرتا ہوا قلب لشکر میں پہونچتا تھا۔ اور اس کی فرزانہ مردانگی پر فتح و نصرت سو سو بار نثار ہوتی تھی، اس کی سخاوت اور بذل و ایثار کا یہ عالم تھا، کہ ایک گنگا بہ رہی تھی۔ اور جس حاجتمند کا دل چاہے، مستفید ہو، عدل و انصاف کا یہ حال کہ حدود شرعی سے سرمو تجاوز نہ کرتا تھا۔ جس سلطنت کی باپ نے بنیاد ڈالی آورخاں نے اس پر ایک عالی شان قصر کی مستحکم دیواریں کھڑی کر کے زمانہ کی رفتار ترقی پر اس کی تکمیل کا بار چھوڑ دیا۔ آورخاں نے مصلحتاً دارالخلافہ عسکی شہر سے بروسا منتقل کیا۔ اپنے بھائی علاؤالدین کو وزیر مقرر کر کے امور سلطنت کا رازدان بنایا اور جب زندگی نے بھائی کے ساتھ وفا نہ کی تو کف افسوس ملکر سلیمان پاشا کو اس کی جگہ مرحمت کی، علم و ہنر سے اسے خاص محبت تھی، چنانچہ اپنی سلطنت میں جابجا عربی درسگاہیں کھول کر علوم و معارف کی نہریں جاری کیں۔ جن کے میناروں کی بلندی سے تکبیر کی صدائیں فضا میں تقدیس پیدا کرتی تھیں،

آورخاں کے دور حکومت میں ہر چہار طرف فتح و کامرانی کے شادیانے بجتے تھے۔ یہ ترکی سلاطین میں پہلا شخص تھا جس نے بحری مسافت طے کر کے یورپ کے مشرقی ساحل پر اپنے قدم جمائے اور اپنے جانشینوں کے لئے یورپ کے فتوحات کا دروازہ کشادہ کیا، بازنطین فتح کر کے گیلی پولی پر قبضہ کیا اور ادہر ایشیا میں "عنگورہ" "کندرہ" "ایدلس" "سمندرہ" جیسے نامی شہروں پر ترکوں کا کامل تسلط ہوا۔ کمنک کے قلعہ کا اس نے محاصرہ کیا۔ اور عرصہ کی جد و جہد کے بعد وہاں اپنا جھنڈا نصب کیا۔ جنگ و جدال میں عموماً مرد، عورتیں اور بچے دشمنوں کے ہاتھ آتے ہیں اور وہ انہیں گرفتار کر کے کشاں کشاں ساتھ لے جاتے ہیں۔ زمانہ گذشتہ میں بعض قومیں ان قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنا کر فروخت کرتی تھیں، بعض انہیں تہ تیغ کر کے اپنی شمشیر کی پیاس بجھاتی تھیں غرض اسیران جنگ اپنی چشم بینا سے مقدر کے کرشمے دیکھا کرتے تھے، ان میں سے کوئی اشرف جیسا انمول موتی ہو کر جلیل القدر ملوک کے تاج و تخت کی زینت ہوتا تھا اور کوئی دیا کی طرح گلے کا ہار، کوئی گردش دوراں کی گردشوں میں آکر مصیبت کے تلاطم خیز سمندر میں غرقہ زبون ہوتا تھا۔ لیکن انصاف نے آورخاں کے دربار میں ان بے برگ و نوا قیدیوں کی وکالت کی اور رحم نے پرزور سفارش کی۔ چنانچہ حسب منشا سلطان نے جنیسری (یا ینیچری) یا نئی فوج کی بنیاد ڈالی۔ جس میں نوعمر اسیر بھرتی ہو کر سپہ گری کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن انہیں شادی بیاہ کی سخت ممانعت تھی اور غالباً اسی لئے جنگ میں بےخوف و ہراس بہادری سے لڑتے تھے۔ کامل ۳۵ سال کی حکومت کے بعد شاہ ذی جاہ آورخاں فرشتۂ موت کی رہنمائی پر ۱۳۶۰ء میں سوئے عدم روانہ ہوا۔ اور اپنے پاک طینت اور روشن کارناموں کے غیر فانی نقوش جریدۂ عالم پر ثبت کر گیا۔

— سید احمد کاظمی
متعلم

# میری سرگذشت

## تاریخی رنگ میں
## قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات انکی قلم سے
### نمبر ۲

عہدۂ اتالیقی پر میری تقرری میجر ایچ۔ ایم۔ ٹیمپس پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور رائے بہادر ہیتو رام سی۔ آئی۔ ای پولیٹیکل ایڈوائزر کی صوابدید پر کی گئی تھی اس لئے میرے زیدی پہونچنے سے پیشتر ہی عوام میں یہ سوظنی پیدا ہو چکی تھی کہ باپ بیٹا یعنی گوہر و یوسف کے طریق عمل پر نگاہ رکھنے کے لئے فرنگی نے ایک اُستاد مقرر کر دیا ہے۔ بحالیکہ اس بدگمانی میں کوئی صداقت نہ تھی، قطع نظر اس کے گوہر خاں بذاتِ خود میدان سیاست کا ایک پرانا کھلاڑی تھا اس لئے وہ غافل نہ تھا۔ ازیں قبیل حالات میں میرے لئے اسلامت فی الوحدت پر عمل پیرا ہونا ہی قرینِ مصلحت تھا۔

تدریجاً میرے وقت کا بیشتر حصہ ان کے ہمراہ سیر و شکار میں صرف ہونے لگا جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ میں نے گھوڑے کی سواری کی مشق بھی بہم پہونچالی

میں جب تین چار سال کی عمر کا تھا۔ تو میری دادا جان نے میرے کھیلنے کے لئے سب سے پہلے جو کھلونے بنوائے وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی تلوار اور لکڑی کا ایک چھوٹا سا گھوڑا تھا۔ یہاں آکر میں نے اپنے گرد و پیش چرواہوں تک کے ہاں بھی خمدار تلواریں دیکھیں، جو عہد بنو امیہ کی حکومت کو یاد دلاتی تھیں اور توڑے دار بندوقیں جو ہر وقت ان کے کندھوں پر لٹکتی رہتی تھیں، نادر شاہ کے زمانہ کا پتہ دیتی تھیں، میں ان کو دیکھکر اپنی اس چوبی تلوار کو یاد کیا کرتا تھا۔

[illegible]ء میں جبکہ میں ہنوز سکول میں پڑھا کرتا تھا۔ اسی وقت سے مجھ کو اخبار بینی اور فن تقریر کا شوق تھا۔ اور اسی لحاظ سے سکول کے نمایاں طلبہ کی فہرست میں میرا نام بھی تھا۔ اخبار کا تو یہاں کوئی انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ اگر لئے جب کبھی دل چاہتا۔ اس کی کسر یوں پوری کر لیتا۔ کہ معمر اشخاص سے جو فارسی میں گفتگو کر سکتے۔ کیونکہ میں براہوی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس ملک کی گذشتہ

زمانوں کے تذکرے سنتا۔ جن سے میرے معلومات میں بھی اضافہ ہو جاتا۔

کبھی کبھی جب میں تنہا سیر کو جاتا تو کسی آبشار کے کنارے اس کے منظر کی خوبصورتی پر خود ہی لیکچر دیتا، جس سے اردو تازہ ہو جاتی اور عادت بھی پوری ہو رہتی،

عوام میں میرا اصلی نام تو یہاں بہت کم معلوم تھا، اس لئے جس نام سے مجھے موسوم کیا گیا، وہ "ماسٹر" اور "مستر" تھا اور مابعد جہالاوان کے جس جس حصہ میں جہاں جہاں جانے کا مجھے اتفاق ہوا یہ نام بھی میرے ساتھ ہی گیا اور اب تک بھی وہاں یہی مشہور چلا آتا ہے،

وادیٔ زیدی کی اراضیات متعدد ندیوں اور دریائے کلاچی کے ایک نالہ سے سیراب ہوتی ہیں، لیکن زمین پتھریلی ہے، اس لئے کاشت محدود ہے پیر شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ قریب ہی اڑھائی میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے، جس کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے، کیونکہ جہالاوان اور کچھی کے اکثر حصوں سے مختلف قبائل زیارت کو آتے ہیں، میں بھی کئی مرتبہ گیا اور فاتحہ پڑھا۔

سردار گوہر خاں چونکہ کسی ایک مقام پر بہت دنوں تک قیام نہیں کرتا تھا اس لئے ۱۳، اپریل [illegible] کو بروز جمعہ ہم زیدی سے خضدار میں پہونچے، جو پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے، خضدار مختلف صورتوں میں لکھا اور بولا جاتا ہے، جیسا کہ خضدار، خوضدار، خزدار، خذدار، قزدار، قضدار، قصدار اور کسدار،

اگرچہ عرب فاتحین کے زمانہ سے پیشتر کی اس ملک کی تاریخ تاریکی میں ہے۔ لیکن عربوں کے عہد حکومت کے آغاز سے خضدار کی سرزمین بہت سے اہم واقعات کی حامل ہے اور اس لحاظ سے خضدار کی تاریخ درحقیقت توران، یا جہالاوان کی تاریخ ہے،

ایرانی مورخ توران کا نام دریائے آکسس کے پار کے ممالک کو ان ممالک سے متمیز کرنے کے لئے جو اس کے جنوب کی جانب واقعہ ہیں استعمال کرتا ہے، اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ قلات کے گرد و نواح کے ملک کا نام توران تھا۔ بوجہ

---

[illegible] ۱۹۲۲ء میں جبر و استبداد کی آگ کے نذر ہو گئے،

اس امر کے کہ اس میں وہ قومیں آباد ہیں جو دریائے اٹک کی پرلی جانب کی ہیں ازمنۂ ماضیہ میں خضدار ایک نہایت ہی اہم مقام رہا ہے۔ جہالاوان کے ملک کے قدیم معلومہ باشندوں (جاٹوں) نے اس کا نام کوہیار رکھا تھا۔ جو آج تک چلا آتا ہے، ساتویں صدی عیسوی میں سندھ کے رائے خاندان کی سلطنت قندہار، سیستان، سلیمان اور قیقان کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی قیقان کہیں قلات کے گرد و نواح میں تھا اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اور موجودہ شہر نال ایک ہی ہیں، گویا اس صورت میں اندرون سارا بلوچستان سندھ میں شمار کیا جاتا تھا اور راجہ سندھ کے قبضے میں تھا، اس وقت کے جغرافیہ میں کوئی ملک بلوچستان کے نام سے مشہور نہیں تھا، بلکہ مکران اور سیستان سے سندھ کی حدود ملی ہوئی تھیں، عربوں کی شمشیر خارا شگاف نے سندھ کے رائے خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ خاندان بنی امیہ میں سے سب سے پہلا خلیفہ امیر معاویہؓ ہوا۔ جس کا عہد خلافت ۶۶۱ء سے لیکر ۶۷۹ء تک رہا۔ اس نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دیکر ہند کی سرحد پر جو قیقان (کیکان) کی طرف تھی۔ حاکم مقرر کیا۔ کیکانیوں نے لشکر اسلام کو شکست دی اور عبداللہ بن سوار شہید ہوا جس کی جگہ سنان بن سلمہ مقرر کیا گیا۔ وہ کیکانان کی طرف بڑھا اور کامیابی و فتح حاصل کرتا ہوا "بدھیہ"[1] پر پہونچا۔ یہاں کے لوگوں نے غدر مچا کر اسے شہید کر دیا،

بعض کہتے ہیں کہ سنان قصدار کو فتح کر چکا تھا۔ مگر شہر والوں نے شامت اعمال سے پھر بغاوت کر دی اور اپنے ہاتھوں سے آفت میں مبتلا ہوئے سنان نے بعد فتح قصدار وہیں قیام اختیار کر لیا، یہاں تک کہ داعی اجل نے اسے آغوش لحد کے خواب نوشیں میں سلا دیا، شاعر اس کے مرثیہ میں کہتا ہے،

| | |
|---|---|
| حَلَّ بِقُصْدَارَ فَأَضْحٰى بِهَا | فِي الْقَبْرِ لَمْ يَقْفُلْ مَعَ الْقَافِلِيْنَ |
| لِلّٰهِ قُصْدَارُ وَأَعْنَابُهَا | أَيَّ فَتًى دُنْيَا أَجَنَّتْ وَدِيْنْ |

(قصدار میں داخل ہوا پھر جو دیکھا تو قبر میں تھا (مجاہدین کے ساتھ واپس نہ آیا، اللہ اللہ قصدار اور اس کی وادی کیسے جوان کو دنیا و دین نے قبر کے سپرد کر دیا)

بہرکیف سنان بن سلمہ کی شہادت یا وفات کے بعد ۶۶۳ء میں معاویہ کی خلافت میں المنذر بن الجارود العبدی (منذر بن جارود عبدی) جس کی کیفیت ابھی لکھی جا چکی ہے۔ مکران مقرر ہو کر فوجکشی سندھ کا ذمہ دار بنایا گیا، اس نے آتے ہی نوقان اور قیقان پر فوجکشی کی اور فتح پائی اس کے بعد پھر بڑھ کر خضدار کو تسخیر کیا۔ خضدار یا قصدار ان بلاد میں سے ہے جو بزور فتح کئے گئے،

بلاذری ایک عربی شاعر کا حوالہ دیتا ہے، جو خضدار کا ذکر نہایت جوش کے ساتھ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ کہ خضدار کیا ہی خوبصورت ملک ہے اور اس کے باشندے کتنے متمیز ہیں،

خضدار کی وسطی حیثیت بلحاظ اس کے کہ ملتان براہ درہ مولی، مکران اور قندہار کے راستوں کے نکلنے کی جگہ ہے، عرب مجاہدین کی پولیٹیکل نگاہ میں کم اہمیت نہ رکھتی تھی، مزید براں اس کی معتدل آب و ہوا نے جو نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ سرد ہے، غالباً عربوں کے لئے اس مقام کو خصوصیت کے ساتھ خوش آئند اور مرغوب بنا دیا تھا۔

عباسی خلیفہ بغداد المستعصم[2] باللہ کے زمانۂ خلافت میں عمر نے جو سندھ کا گورنر تھا، قندابیل (موجودہ گنداوہ واقعہ علاقہ کچھی) کے باشندوں کو خضدار میں منتقل کر دیا۔

ابن حوقل نے جب ۹۴۳ء کے قریب وادی سندھ کو دیکھا تو اس نے خضدار کو ایک علیحدہ حکومت کے ماتحت پایا۔ لیکن جب اسی سیاح نے ہندوستان کو ۹۶۸ء میں دوبارہ دیکھا تو لکھتا ہے کہ خضدار پر ایک عرب معین بن احمد حکومت کرتا تھا، جو قیقان[3] میں سکونت رکھتا تھا اور نمازوں میں خطبہ عباسی خلیفہ کے نام پڑھا جاتا تھا۔

کئی صدیوں سے گذرنے اور کئی ایک درمیانی حکومتوں کو دیکھنے کے بعد اب خضدار خان قلات کے نائب کا ہیڈ کوارٹر ہے، اور اسی نام کی وادی میں واقع ہے، عربوں کے ایام حکومت میں یہ توران کی چھوٹی سی سلطنت کا بڑا شہر تھا۔ جو ایک چھوٹے سے قلعہ سے محفوظ کیا ہوا تھا۔ مضبوط قلعہ غالباً وہ چوٹی تھی، جو وادی کے اوپر ہے۔ جس کو "ہلوائی" کہتے ہیں،

شہر خضدار ۲۷ درجہ ۴۸ دقیقہ شمالاً اور ۶۶ درجہ ۳۷ دقیقہ شرقاً، سطح سمندر سے چار ہزار پچاس فٹ کی اونچائی پر ہے، یہ کچھی سے مکران اور قلات

---

[1] بدھیہ یا بدھیہ یا بودھا یا بودھا بعلاقہ کچھی،

[2] عہد خلافت ۸۳۳ء تا ۸۴۲ء

[3] موجودہ نال جس کو میں نے ۱۸۹۸ء میں دیکھا۔ سردار بیزنجو کا صدر مقام ہے

سے بیلہ کی بڑی سڑک پر واقعہ ہے اور کونڑہ (علاقہ جھی) سے نو میل اور قلات سے ایک سو دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس میں ایک کچا قلعہ ہے، جو میر خدا داد خان صاحب (خان قلات) نے ۱۸۷۰ء میں بنوایا تھا۔ جب کہ وہ لسبیلہ کے جام[1] سے برسر پیکار تھے۔

یہاں پینے کا پانی ندیوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن موسم خزاں اور گرما میں صحت کے لئے مضر سمجھا جاتا ہے۔

آہ! میدان جنگ کہوں یا آرامگاہ شہدا۔ میں نے اس سنگلاخ قطعہ اراضی کو بھی دیکھا۔ جہاں خضدار کے ... بڑے بڑے پتھروں کے نیچے ابدیت کی میٹھی نیند سوئے پڑے ہیں۔ یہی وہ تیغ اسلام کے پروانے اور پرجوش مجاہد تھے۔ جنہوں نے اپنے خون سے اس سرزمین کو سینچا۔ اور نور اسلام سے منور کیا۔ اب اگرچہ ان کی حکومت یہاں نہیں رہی۔ مگر اس سرزمین کا ایک ایک ذرہ ان کی عظمت و شوکت کا ... خواں ہے۔

قبروں کے نشانات بہت کم باقی ہیں۔ میں نے درد دل کے ساتھ فاتحہ پڑھا۔ عربوں کے بعض وہ قبائل جو اس ... میں آکر متوطن ہوئے۔ اب ان کی موجودہ نسلیں رسم و رواج بول چال ... و ماند کے لحاظ سے دیگر اقوام میں مل جل گئی اور ناعلمی اور استبداد زمانہ نے ایک حد تک ان کو یہ بھلا دیا ہے کہ وہ کن والیوں کے شرف ... کہاں سے ٹوٹ کر آئے۔

گوجرانوالہ ۔ قاضی نظیر حسین فاروقی

یکم اپریل ۱۹۳۰ء ۔ رضا کار دستوفی

[1] والئے لسبیلہ کا القاب ہے

## تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

(لنڈن) ڈیلی میل کا نامہ نگار نیس سے ایک برقی پیغام اطلاع دیتا ہے کہ میں آج کیمز میں قصر کارا باسل میں گیا۔ اور عثمانی شہزادوں کے خلیفہ عبدالمجید ثانی سے ملا۔ ۶ برس سے سلطان موصوف کیمز میں گوشہ نشین ہیں۔ اور اُن کے اعزا و اقارب انکو ہمیشہ سلطان کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں۔ سلطان نے مجھ سے فرمایا کہ آل عثمان پر جو مصائب نازل ہوئی اور اُن کی جائدادوں اور حقوق کو جس طرح غضب کیا گیا ہے۔ اُس یورپ کے لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ جس جلاوطن شہزادوں کا ...

# نازک خیالیاں

چمن میں غنچے جو چٹکے پکار اٹھی بلبل ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

زیاعن

---

سوائے غنچۂ منقار عندلیب کہیں ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

جلال

---

ملا ہے رنگ ... گو نوائے بلبل کو ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

اختر

---

ہزار رکھے ... کر بلبل ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

احسان

---

ترانہ سنج تو ... ہیں اے صبا لیکن ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

اثر

---

کئی زبانیں جو سوسن کو ملگئیں تو کیا ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

انیس

---

کھلے ہوئے انجم ... شب کو کہتے ہیں ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

اصغر

---

زبانِ حال سے کہتی ہے راز صحنِ چمن ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

نسیم

---

زبان گنگ ہوئی جبسِ طبیعت کی ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

بیخود

---

نگہ کو ملتا ہے لطف زباں نہیں ملتا ۔ خموش پھولوں کو حسنِ بیاں نہیں ملتا

داغ

---

زمانہ لاکھ دکھائے زباں کے جوہر ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

تاب

---

چمن میں کانوں پہ سوسن بھی ہاتھ دھر آئی ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

مشرق

---

بغیر گوشِ حقیقت نیوش اے گلچیں ۔ خموش پھولوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

شبیر

---

# خیالی انجمن
## کا
## اجلاس

اتفاقاً ایک محفل میں ہُوا میرا گذر      ہو گیا میں وقفِ حیرت رنگِ محفل دیکھکر

مجتمع کچھ اہلِ دانش تھے وہاں کچھ باکمال      اپنی اپنی جا ہر اک ان میں سے تھا زمزمہ خواں

کوئی صوفی اکوئی شاعر کوئی تھا سائنسداں      منطقی تھا کوئی، کوئی ماہرِ علمِ بیاں

کوئی تھا کامل محدث کوئی تھا یکتا ادیب      کوئی تھا ماہر ریاضی کا کوئی حاذق طبیب

اک طرف کچھ فلسفی تھے اک طرف قانونداں      دلکش و دلچسپ تھا ہر ایک کا طرزِ بیاں

مسئلہ درپیش تھا اس خاکدانِ دہر کا      اپنی اپنی کہہ رہا تھا جو وہاں موجود تھا

سب سے پہلے اسطرح گویا ہُوا اک فلسفی      چند ذرّوں پر بنا ہے خاکدانِ دہر کی

ذرہ ہائے خاک ہیں سرمایہ دار کائنات      گردشِ ذرّات ہی پر ہے مدارِ کائنات

مختلف رکھتے ہیں رائیں اہمیں گو اہلِ یقین      ہے حقیقت یہ کہ اسمیں شک کی گنجائش نہیں

سُنکے یہ قانونداں اک اسطرح کہنے لگا      "گردشِ ذرّات سے ہم کو نہیں کچھ واسطا

ان مگر اک منضبط قانون ہے اس دہر کا      منحصر ہے جس کے اوپر ابتدا و انتہا

بس اسی قانون پر دُنیا کا ہے دار و مدار      ہے کوئی مخلوق دنیا میں نہ ہے پروردگار"

ماہرِ علمِ ریاضی اُٹھ کے یوں گویا ہُوا      کچھ نہیں دنیا مرقع ہے نقط اشکال کا

شکل ہی پر منحصر ہے بس وجودِ کائنات      شکل ہی ہر ایک خود ہے مجمعِ ذات و صفات

یوں گہرافشاں ہُوا پھر صوفیِ عالیمقام      مظہرِ انوارِ قدسی یہ جہاں ہے لاکلام

خالق و مخلوق میں تفریق کچھ مطلق نہیں      متفق ہیں اس کے اوپر اہلِ دل اہلِ یقیں

نورِ حق ہی جلوہ فرما پیکرِ خاکی میں ہے      جلوۂ مطلق سراپا پیکرِ خاکی میں ہے

کل ہے خالق اور اس کا جزو ہے سارا جہاں      پرتوِ نورِ ازل ہیں یہ زمین و آسماں

شاعرِ شیریں بیاں پھر اسطرح گویا ہُوا      "کچھ نہیں دُنیا ہے فانی عشق و الفت کے سوا

حُسن ہے یہ جسمِ فانی عشق ہے روحِ رواں      ہے انہی سے منضبط شیرازۂ بزمِ جہاں"

پھر مورخ ایک اٹھا اور کی یہ گفتگو      رات دن رہتی ہے مجھکو بس یہی اک جستجو

کب بنی دنیائے فانی اور کب سازِ حیات      روح پرور کب سے ہے یہ نغمہ زارِ کائنات

سخت حیرت میں ہوں لیکن بھید کچھ کھلتا نہیں      کب سے قائم آسماں ہے کب سے قائم ہے زمیں

بات اتنی پایۂ تحقیق کو پہنچی ضرور      ہے مسبّب عالمِ اسباب کا کوئی ضرور

کون ہے لیکن وہ کب سے ہے پتہ ملتا نہیں      آسماں ہے اس کا مسکن یا ٹھکانا ہے زمیں

سن کے سب کی گفتگو میں محوِ حیرت ہو گیا      چلدیا اس انجمن سے دل میں یہ کہتا ہُوا

"کچھ بھی ہو دنیائے فانی بات ہے اتنی ضرور
ہے کسی کی شانِ خلّاقی کا یہ ادنےٰ ظہور"

ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد

عالیؔ لکھنوی بی۔اے

## نمکدانِ ظرافت

میراثن "بیوی آج کیا پکا ہے"
بیوی "سری اور کلیجی۔ ٹھہرو کھا کر جانا"

میراثن "مہربانی۔ آپ ہی سری کلیجی روز کھاتی ہوں"

خاوند "میں نے آج ایک بندر اپنی بیوی کو بطور تحفہ دیا ہے"
دوست "ہاں یار خوب سوجھی اب وہ تمہاری عدم موجودگی میں کبھی اداس نہ ہو گی"

# میں نے کیا دیکھا

(جناب خان احمد حسین خاں صاحب مدیر شباب کے قلم سے)

ستارہ شناس اور علم نجوم کے ماہر کہتے ہیں کہ آسمان کے سیاروں میں زحل منحوس ہے۔ سوال یہ ہے کہ زمین جو آفتاب اور ماہتاب، مشتری اور مریخ، عطارد اور زہرہ کیطرح ایک سیارہ ہے۔ کیا یہ زحل سے کم منحوس ہے؟ میرا خیال تھا، کہ نحوست زمین پر ختم ہے، اور نحوست میں زحل بھی کرۂ ارض کی برابری نہیں کر سکتا اس لئے مدت سے میری آرزو تھی۔ کہ کسی طرح زحل میں جاؤں اور آنکھوں سے دیکھکر اصلیت معلوم کروں، جوئندہ یابندہ، آخر میری امید بر آئی جناب ــــ ــــ نے مجھے ایک اسم بتایا اور کہا کہ گوشت نہ کھانا، پاک اور باوضو رہنا اور ایک لاکھ بار ورد کرنا، میں نے ان کے ارشاد کی تعمیل کی،

## ۲

یکایک مجھ پر غنودگی طاری ہوئی، اور اس قسم کی تاریکی پیدا ہوئی۔ کہ کوئی شئے نظر نہ آتی تھی، مگر میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور تاریکی میں چلنے لگا، اندھیرے میں جبطرف راہ ملتی تھی اس طرف جاتا تھا۔ آخر بہ ہزار مشکل و حیرانی تاریکی سے باہر نکلا اور ایسے مقام میں پہونچا۔ جہاں ہر چیز سیاہ مطلق تھی، انسان حیوان، چرند، پرند، درخت اور اشجار، کوچے اور بازار سب سیاہ تھے اور راہ میں مجھے ایک سیاہ پوش ملا۔ اور بخندہ پیشانی مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور ہمہ تن مہمانی اور مدارات میں مصروف ہوا۔ جب محفل گرم ہوئی تو میں نے دیکھا خدام عنبرین پوش اپنے اپنے کام میں مصروف اور سرگرم تھے، میں صوفی ہوں مجھے شراب ناب سے جسے شعرا روشن گرداں کہتے ہیں نفرت ہے لیکن میں نے دیکھا۔ کہ اہل بزم شراب مشک اذفر اور عنبر اشہب نوش فرما رہے تھے، میں نے شراب سے پرہیز کیا۔ لیکن پر تکلف کھانا کھایا اور پریزادان مشکیں نسب کے رقص و سرود کا تماشا دیکھا، رنگ طعام وظروف وغیرہ اشیا کا سیاہ مطلق تھا، میں نے بعد انفراغ طعام آرام کیا۔ جب آنکھ کھلی، دیکھا کہ ہنوز شب باقی ہے، ناچار پھر آنکھیں بند کرلیں، مگر نیند نہ آئی، آخر آواز دی، کہ کوئی شمع روشن کردو، وہاں کسی نے جواب نہ دیا، میں نے خیال کیا شائد یہ رات قیامت کی رات ہے اور کل آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔

غرض اسی تاریکی میں گھر سے باہر نکلا۔ لیکن نہ تو میزبان نہ نازنینان شبینہ کا کہیں نشان پایا، تمام عالم صبح کاذب کی طرح تاریک تھا، ایک دو لمحہ توقف کرکے ایک جانب روانہ ہوا۔

## ۳

میں نے چند قدم طے کئے تھے، ایک صحرائے وحشتناک میں پہونچا۔ اس وقت آفتاب مکدر اور غبار آلودہ نکلا۔ ناگاہ دور سے دیکھا کہ چند نفر کریہہ منظر، کوتاہ قد، سیاہ فام، لباس سیاہ پہنے میری طرف آرہے ہیں۔ جب قریب آئے تو جھک کر آداب بجا لائے، ان میں ایک مرد ان کا افسر معلوم ہوتا تھا، میں نے پوچھا۔ کہ اے شخص تو کون ہے؟ اور مجھ سے کیا مطلب رکھتا ہے، اس نے کہا میں اپنا حال عالی میں گذارش کرونگا۔ پہلے آپ بیان فرمائیں کہ آپ شبستان زحل میں کیسے وارد ہوئے، آپ مجھے اجنبی معلوم ہوتے ہیں، میں نے اپنی سرگذشت بیان کی تو وہ شخص بولا۔ کہ میں اس علاقہ کے حاکم کا فرستادہ ہوں، زہے سعادت کہ آپ یہاں تشریف لائے، آپ میرے ہمراہ چلئے اور ان کے کلبۂ تاریک کو منور فرمائیے، میں اس کے ساتھ ہولیا، پیادوں کا افسر مجھے شہر میں لے گیا اور ہم حاکم شہر کے مکان میں داخل ہوئے۔ میں نے تمام خلائق شہر کو سیاہ فام اور کریہہ منظر دیکھا۔ حتی کہ حاکم شہر بھی اسی شکل کا سیاہ مطلق تھا۔ میرے رہبر نے اس کان میں کچھ جھک کر کہا۔ حاکم شہر نے سر ہلایا اور پھر ملازموں کو حکم دیا کہ اس تازہ وارد مہمان کو حمام میں لیجا کر غسل کراؤ اور موافق رسم شہر لباس و پوشاک پہناؤ اسے اپنا داماد بنائیں گے، میں نے یہ سنکر غل مچایا۔ کہ برائے خدا یہ کیا مہمانی ہے میں تو شادی شدہ ہوں اور از روئے حماقت دو تین شادیاں کرچکا ہوں، اب مجھے شادی کی ضرورت نہیں، مجھے اس عزت سے معاف رکھا جائے، غسل کا مضائقہ نہیں، لیکن کتخدا ہونا میرا کسی صورت سے ممکن نہیں، یہ سنکر پیادوں کا افسر بولا کہ اے شخص اب تو زحل میں ہے اور اگر تو برضا و رغبت فرمانا ہمارے حاکم کا قبول نہ کرے گا۔ تو بھی وقت

تیرا گوشت و پوست مقراض سے پرزہ پرزہ کردیا جائے گا، یہ سنکر جبراً و قہراً میں نے پھر کچھہ نہ کہا اور سیاہ لباس پہن لیا، حاکم کا خادم مجھے پھر اس کے پاس لے گیا۔ اس دفعہ اس نے سروقد تعظیم دی اور اپنے پاس بٹھا لیا، تھوڑی دیر کے بعد نکاح خواں آیا اور بغیر اس کے کہ مجھہ سے کچھہ پوچھے، وکیل مطلق ہوکر خود بخود میرا نکاح حاکم کی دختر سوداوہ سے کردیا۔ پھر مجھے محلسرا کے اندر لے گئے، اور عروس کے پاس بٹھا دیا،

## ۴

اب محل کی مستورات مجھے گھیرے ہوئے تھیں، اور طرح طرح کے شتر غمزے کر رہی تھیں، آخر وہ سب کنارے ہوگئیں اور عروس نے چہرے پر سے نقاب دور کی، معاذ اللہ اس قسم کی شکل نظر آئی کہ میں دیوانہ ہوگیا۔ دلہن ایک عورت سیاہ رو فتیلہ مو بدہیئت اس شان کی دیکھی کہ کاہے نظرسے نہ گذری تھی، میں نے بے اختیار ائے کا نعرہ مارا اور وہاں سے بھاگا یہ حال دیکھہ کر سوداوہ کو غصہ آگیا۔ اور اس نے عالم غیظ و غضب میں اہل خانہ کو آگاہ کردیا۔ حاکم شہر یعنی میرے خسر کے خدمت گار چوب وچقماق سے مسلح ہوکر میرے تعاقب میں نکلے، اور سب سے آگے پیادوں کا افسر تھا، جو مجھے درغلاکر لے گیا تھا، میں پا برہنہ بے تحاشہ دوڑ رہا تھا۔ اور وہ سب میرے تعاقب میں خیزاخیز چلے آتے تھے، آخر میرا سانس پھول گیا۔ دم چڑھ گیا اور طاقت رفتار سلب ہوگئی، اور میں بیتاب ہوکر گر پڑا۔

## ۵

میرے خسر کے ملازم مجھے گرفتہ و بستہ واپس لے گئے، زحل کے قانون کے بموجب داماد کا سسرال سے مفرور ہونا سخت جرم تھا۔ میری منکوحہ سوداوہ آگ بھبوکا ہورہی تھی، اگر کنیزیں نہ روکتیں تو میری بوٹیاں نوچ لیتی، دوسرے دن مجھے عدالت میں لے گئے، حاکم عدالت ملک الموت کی طرح ادھر ادھر گھور رہا تھا۔ سب سے پہلے ایک دیوانی مقدمہ پیش ہوا۔ ڈگریدار نے اجرا کی درخواست دی، مدیون مالک اخبار تھا، ڈگری یکطرفہ تھی۔ جو کسی حکمت عملی سے حاصل کیگئی تھی، عدالت نے حکمدیا۔ کہ مدیون کے نام وارنٹ گرفتاری اور قرقی جائداد جاری ہوں اور ساتھہ ہی ڈاک خانہ کو لکھا جائے کہ جو منی آرڈر یا وی پی کی رقم آئے وہ مدیون کو نہ ملے، مدیون نے بہت شور مچایا اور کہا کہ ڈاک خانہ کے نام حکم امتناعی خلاف قانون ہے، اس طرح ڈاکخانہ کے نظام میں فرق آتا ہے، منی آرڈر کا روپیہ جب تک مدیون کو نہ ملے فرستندہ کا ہے اور وی پی کی رقم جو تمام سال کی ادائگی ہے، فرستندہ کا جب تک اخبار نہ ملتا رہے حق گرفت ہے۔ حکم امتناعی سے کاروبار بند ہو جائیگا۔ مگر حاکم عدالت نے کچھہ پروا نہ کی، اور پیادوں کو حکمدیا۔ کہ مدیون کو گرفتار کرکے دیوانی حوالات میں بھیجدو، یہہ انصاف دیکھہ کر میں کانپنے لگا۔ میرا یقین ہے کہ کرۂ زمین پر اس قسم کا ظلم نہیں ہوتا۔ چونکہ سر زمین میں فرقہ بندی، اختلاف مذہب اور دھڑہ داری ہے، اکثر حکام اندھا دھند وارنٹ گرفتاری بلا نوٹس جاری کردیتے ہیں، مگر کم سے کم ڈاکخانہ میں خلاف ضابطہ حکم امتناعی بھیجنے کی جرات نہیں کرتے، اس لئے مجھے یقین آگیا۔ کہ نحوست میں زحل زمین سے بڑھ کر ہے اور اگر پردۂ زمین پر بھی اس قسم کے حکم امتناعی ڈاک خانہ کے نام جاری ہورہے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہیں تو نحوست میں زمین زحل سے بدتر ہے۔

## ۶

جب دیوانی کا کام ختم ہوا تو فوجداری مقدمات کی باری آئی اور سب سے پہلے میرا چالان پیش ہوا۔ مستغیثہ میری منکوحہ سوداوہ تھی، اور میں اس کا خاوند ملزم، سوداوہ جب اظہار دے رہی تھی تو اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، اور اس کا دہن گندہ کف آلودہ تھا، مستغیثہ کے بیان کے بعد شہادت استغاثہ قلمبند ہوئی، پھر میرا بیان ہوا اور مجھہ سے صفائی طلب ہوئی مگر وہاں کون تھا جو میری بیگناہی ثابت کرتا اتنے میں حاکم عدالت کا خانساماں ٹفن لے کر آگیا اور باسکٹ عدالت کے کمرے میں میز پر دھر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سیاہ مکھن، سیاہ انڈے نیلے مینڈک، کالے ناگ ابلے ہوئے اور نیم برشت تھے۔ حاکم عدالت نے یہ اس طرح زہر مار کئے، جیسے ہماری زمین کے امرا کباب ماہی، مرغ بریاں اور بھنے ہوئے تیتر کھاتے ہیں، پھر آدم خوردن کا صیغہ گردانے لگا۔ اور کڑک کر بولا تیرا جرم نہایت سنگین ہے اور تو سخت سزا کا مستوجب ہے، تاکہ زحل کے باشندوں کو عبرت اور نصیحت ہو، ہم نے سنا ہے کہ کرۂ ارض کے باشندے اپنی عورتوں کو چھوڑ سکتے ہیں، ہمارے سیارے میں یہ بدعت روا نہیں ہے، اگر تو اپنی اہلیہ سے معافی مانگے اور وعدہ کرے کہ آئندہ اس کا

غلام بن کر رہے گا تو تیری بربیت ہو سکتی ہے ؟ کیا تجھے بیوی کی غلامی منظور ہے میں نے کانوں پر ہاتھ رکھا اور سوز آدہ دانت پیسنے لگی ۔ آخر کار حاکم عدالت نے حکم سنا دیا ۔

۷

عدالت کے پیادوں نے حکم سنکر مجھے ایک کشتی میں سوار کیا اور لیجاکر دریائے محیط میں رہا کر دیا ۔ میری کشتی میں ایک ہفتہ کا آذوقہ موجود تھا مگر بھوک کس کم بخت کو تھی کہ کچھ کھاتا ۔ غرض میں اس دریائے متلاطم اور بے پایاں میں کشتی کے اندر سوار بصد یاس و ہراس طپانچہ ہائے مواج کھاتا ہوا چلا جاتا تھا ۔ چھ دن اسی طرح گذر گئے ، ساتویں دن ایک کشتی دور سے نظر آئی اہل سفینہ اپنی کشتی میری کشتی کے قریب لائے اور مجھے اپنی کشتی میں لے لیا ۔ یہ قزاق تھے ۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ رہزن ہیں تو سخت گھبرایا ، مگر اب میں ان کے بس میں تھا ۔ وہ مجھے خشکی میں لے آئے اور مجھے ایک درخت کے نیچے بٹھا کر شکار کی تلاش میں پہاڑ پر چڑھ گئے ، ناگاہ قلہ کوہ پر ایک اژدہائے آتش فشاں ایک جانب سے پیدا ہوا اور ایک ہی کشش نفس میں سب کو لقمہ کر گیا ۔ میں فطرتاً دلیر ہوں ، نمرود نخوت حکام اور فرعون سرشت اشخاص کی کبھی پروا نہیں کرتا ۔ لیکن اژدہا میں نے کبھی نہ دیکھا تھا اس وقت میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں وہاں سے بھاگا اور دوڑتا دوڑتا بہت دور نکل گیا ۔ یکایک مجھے کسی چیز کی ٹھوکر لگی اور میری آنکھ کھل گئی ۔ دیکھا تو اپنے کمرے میں موجود ہوں اور حضرت شاہ محمد غوث کی مسجد سے جو وطن بلڈنگ کے محاذ میں ہے موذن اذاں دے رہا ہے ، میں نے امام دین اپنے پیش خدمت کو آواز دی اور کہا کہ سامان دعوت اٹھا لے ، آئندہ اسم خوانی کی ضرورت نہیں ہے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے

---

**اطلاع !** "ندوۃ القریش" کا وفد مختلف مقامات پر دورہ کرنے کا عزم رکھتا ہے ۔ اگر اس وفد کی معیت میں مجھے جانا پڑا ۔ تو مئی کا القریش ممکن ہے کہ شائع نہ ہو سکے کوشش ضرور کی جائیگی ۔ تاہم ناظرین یہ اطلاع نوٹ کر لیں ۔

نیازمند رونق

# گلدستۂ رنگین

(مرتبہ خواجہ فیض لدھیانوی)

کہنے لگے کہ اونٹ ہے بھدا سا جانور | گلے ہے خوب رکھتی ہے دو کوکنار بیہ

اقبال

---

ہو گیا منسوخ شاید اسلحہ کا ایکٹ بھی | ورنہ کیوں ناخن بڑے اتنے کہ نشتر ہو گئے

ظفر علی خاں

---

راتوں کو نہ ہو حق کراے شیخ مناجاتی | سوتے ہوئے چونکیں گے رندان خراباتی

ذوق

---

جوتی پہ ٹانک دی ہے کرن آفتاب کی | جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

نعمانی

---

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا | افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اکبر

---

کارزار عشق میں ہم یوں بڑے ہیں جو بن کے بعد | وندناتے سیدھے پیرس کو گئے لندن کے بعد

ذاکر

---

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن | دل کے بہلانیکو غالب یہ خیال اچھا ہے

غالب

---

چھین لیتا میں بسے حشر کے دن ضد کرکے | کیا کروں مجھکو فرشتوں نے مچلنے نہ دیا

داغ

---

ہم کو معلوم ہے دوزخ کی حقیقت لیکن | دل کے دہکانیکو یہ خوف عذاب اچھا ہے

نیفی

---

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ | یہ بھی کہیں کہ پھیلی خدائی بزور موت

نامعلوم

---

نہ سمجھا عمر گذری اس بت خودسر کو سمجھاتے | پگھل کر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے

نامعلوم

---

میرا خون تمنا رنگ لایا بھی تو کیا لایا | رخ قاتل میں جھلکا ہے خجالت کا لہو ہوکر

شفیق

# بزمِ قریش

(۱) محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مارچ کا رسالہ دیکھکر تحریر فرماتے ہیں کہ "میں اس دفعہ "القریش" کو پہچان نہ سکا کہ آیا وہی القریش ہے یا کوئی اور، جو یکدم اب صوبہ کے ممتاز اور بہترین رسائل کی صف میں نمایاں جگہ پانے کے قابل ہوگیا ہے، خدا آپ کی ہمت اور سعی میں برکت عطا کرے اور قوم کو فرض شناسی کی توفیق، آمین!"

ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی اپنے ۱۱ مارچ کے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ "کل القریش موصول ہوا۔ کاغذ بڑھیا۔ کتابت و طباعت عمدہ، دلکش اور اچھوت مضامین، قاضی صاحب کی شبیہ دیکھکر دل کو خاص مسرت ہوئی میں کوشش کر رہا ہوں کہ چند دن میں دو خریدار مہیا کردوں،"

قریشی عبدالغفور صاحب ہسولہ سے لکھتے ہیں کہ حافظ لسب رسول قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی شبیہ غائبانہ ملاقات کا موجب ہوئی۔ شبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو رعبِ جلال اور عقل و ذہانت سے حصہ وافر عطا ہوا ہے، خدا انہیں حیاتِ جاودان عطا کرے۔ اگر ایسے دو چار اور حساس دل بزرگ قوم میں ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ قوم کا بخت خفتہ بیدار نہ ہو،

لاج رکھیو قوم کی اے قاضی صاحب آپ ہی

(۲) مکرمی جناب قاضی نفضل حسین صاحب فاروقی رئیس امین آباد کے چچا بزرگوار پچھلے دنوں ۹۰ سال کی عمر میں راہگرائے عالم جاودانی ہوئے، مرحوم علم و حکمت میں پورے ماہر تھے، اور امین آباد کے قریشیوں کے سرغنہ و بزرگ تھے۔ آپ کے انتقال پر قصبہ اور قرب و جوار کے لوگوں کو بیحد صدمہ ہوا ہے۔ خدا انہیں مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر، ہمیں اس صدمہ میں جو قاضی صاحب کو ایک بزرگ کا سایہ اٹھ جانے سے ہوا ہے، آپ سے دلی ہمدردی ہے،

(۳) تنظیم مراسیت کا سلسلہ اس اشاعت کے بعد ایک غیر معین عرصہ کے لئے عمداً ملتوی کر دیا جائے گا۔ ناظرین مطلع رہیں،

(۴) حسب ذیل برادرانِ قریش نے از راہِ قومی حمیت القریش کی اعانت و سرپرستی قبول فرمائی،

(۱) قریشی احمد اسعد صاحب ہیڈ کنسٹبل پولیس،
(۲) منشی محمد اقبال صاحب قریشی پٹواری نہر،
(۳) منشی محمد منیر صاحب صدیقی ہیڈ کنسٹبل پولیس،
(۴) قریشی محمد الدین صاحب صدیقی تحصیلدار
(۵) نقیر محمد حیات صاحب قریشی، (۶) قریشی عبدالحکیم صاحب بی۔ اے،
(۷) خان صاحب قریشی نواب علی صاحب ای۔ اے۔ سی،
(۸) ڈاکٹر عبدالکریم صاحب صدیقی، سب اسسٹنٹ سرجن،
(۹) پیر بڈھے شاہ صاحب (۱۰) منشی عبدالحمید صاحب،
(۱۱) سید عبدالستار شاہ صاحب،
(۱۲) قریشی مخدوم روشن چراغ صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس،

جناب صوفی پیر عبدالغنی صاحب صدیقی اور سیرا و جناب میاں مظفر الدین صاحب متین نائب تحصیلدار نے توسیع اشاعت میں امداد فرمائی

(۵) جناب قریشی غلام حسن صاحب نشتر، رئیس، جناب ڈاکٹر احمد علی صاحب قریشی اسسٹنٹ سرجن، ڈاکٹر عبدالستار صاحب قریشی انچارج سول وٹرنری ہسپتال، مسٹر شرف الدین صاحب سکرٹری نے تنظیم قومی سے متعلقہ پراپیگنڈا میں امداد فرمائی اور قومی کارکنان کو اپنے مفید مشوروں سے مستفید کرنے کا وعدہ کرکے حمیت قومی کا ثبوت دیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

فرزندانِ قریش اگر اسی طرح قومی ضروریات کا احساس کرنے لگیں، تو قوم کے بادل دنوں میں دور ہوسکتے ہیں اور عظمت رفتہ کا رونا ختم ہوجائے

(۶) حاجی ابراہیم بغداد سے اور قریشی محمد خلیل صاحب ایران سے القریش کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ افسوس ہے کہ ہندوستان کے کم و بیش سترہ لاکھ سادات و قریش نے اس بہترین قومی جریدہ کی کوئی قدر نہیں کی۔ ورنہ علم و عمل کا یہ شاندار قومی صحیفہ سہ روزہ سے ماہوار نہ ہوتا اور اس کی ترقی معکوس سے قوم کے چہرہ پر بےحسی کا داغ نہ لگتا۔ وہ اپنے گرامی ناموں میں قریشی برادران سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قوم کے اس حقیقی ترجمان سے سرد مہری روا نہ رکھیں، اور یاد رکھیں کہ وہ قوم جو اپنے ہمدردوں کی قدر نہیں کرتی۔ کبھی ترقی کی شاہراہ آنیکے قابل نہیں ہوسکتی۔ (ایک پیغام ہے جو قوم تک پہونچا دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

# تنظیمِ مراسیت کی تاریخی حقیقت

(نمبر[1] ۲۸)

اِس سے قبل واضح کیا جا چکا ہے۔ کہ میراثی اگرچہ مذہباً مسلمان ہیں لیکن بروئے نسبِ قدیم اچھوت سماج میں، ڈُوم، چمار، ناشودر، پارباد، انتے اج، ڈُوم، مہتر، چوہڑہ اور میراثی وغیرہ قومیں شامل ہیں، یہ سب ہندو ہیں لیکن ایک دوسرے کو چھوتے نہیں اور نہ روٹی بیٹی کا بیوپار کرتے ہیں۔

حال میں ۵ ہر دسمبر کو جیت رائے نگراہ ہور) میں مہاتما گاندہی کی زیرِ صدارت "دولت اودہار کانفرنس" کا جو اجلاس منعقد ہوا اس میں پنجاب بمبئی۔ بہار، یوپی وغیرہ کے تین ہزار کے قریب مندوبین شریک ہوئے جن میں، چمار، چوہڑے، میراثی، اٹوال وغیرہ قوموں کے نمائندے شامل تھے۔ بابو پرشوتم داس ٹنڈن نے اپنی تقریر میں انکو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ اِن کا اولین مقصد چھوت کی لعنت کو دور کرنا ہے آپ نے اچھوتوں کو تاکید کی کہ وہ ہندوؤں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کریں، بلکہ انہیں میں شامل رہیں، مسٹر گاندہی جب خطبہ صدارت کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے کہا کہ جلسہ میں جتنے اچھوت شریک ہیں۔ اپنا اپنا ہاتھ اونچا کریں، اِس پر بہت سے ہاتھ کھڑے ہو گئے۔ دیکھو روزنامہ انقلاب لاہور مطبوعہ ۲۷ ر دسمبر ۱۹۲۹ء

اب میراثی اِس حقیقتِ بیّنہ سے خود ہی اندازہ کر لیں کہ اِن کے اچھوت سماج میں شامل ہونے کی یہ کس قدر بیّن شہادت ہے، اور اسمیں اِن کا درجہ کیا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اب مراسیت کی اصل حقیقت کے متعلق ہر قسم کی مزید جزئیات منظرِ عام پر رکھی جاتی ہیں۔ [illegible]

ترجمہ:۔ اب کوشش کی جائے گی۔ کہ میراسیوں کی تنظیم یا عدم تنظیم (جس طرح بھی سمجھا جائے) کی انجمنوں کے متعلق کچھ خاکہ کھینچا جائے۔ یہ بھاٹوں کی تنظیم سے بھی زیادہ پُر فریب (پیچیدہ) اور تغیر پسند ہے۔ بھاٹ میراثیوں پر حاوی ہیں۔ اور اِن سے الگ نہیں کئے جا سکتے۔

رائے میراثی۔ رائے میراسی کا مقابلہ رائے بھاٹ سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ پڑھا لکھا آدمی ہوتا ہے۔ جو لڑکوں کو ہندی حساب "پہاڑے" کی طرح سکھاتا ہے۔ وہ شاعر بھی ہے۔ اور کبت بناتا ہے۔

جیند میں "رائے" جاٹوں کے میراثی ہیں۔ یا شاید جاٹوں کے میراسی "رائے" کہلاتے ہیں۔ ہوشیارپور میں "رائے" ہندو جاٹ رہ چکنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ جو مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن تبدیلِ مذہب کے بعد بھی انہوں نے کبت بنانے اور گانے کے کام کو جاری رکھا۔ ازمنۂ ماضیہ میں باعتبارِ نسب برہمن ہونے حیثیت میں اور مقتدر اور حکمران سرداروں سے وابستگی کی باعث وہ میراسیوں کے معاشرتی توازن میں اعلےٰ سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے گروہ سے باہر شادی بیاہ نہیں کرتے لیکن اِس ضلع میں وہ تعلیم نہیں دیتے۔ مگر لاہور میں وہ اِن تین امور کی تعلیم دیتے ہیں۔ اپنے مربیوں (ججمانوں) کے حسب[2] و نسب کو ازبر کرتے ہیں۔ اور شادی[3] بیاہ پر۔ اور تولد[4] اولاد نرینہ کے موقعہ پر لاگ لیتے ہیں۔ بعض مقامات پر وہ کاشتکار ہیں۔ اور پٹواری بلکہ فیلڈ قانونگو، بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جملہ میراسی "رائے" کہلاتے ہیں۔ بوجہ اپنی آہستہ اور مفاخرانہ طرزِ گفتگو کے دیگر گوڑگاؤں میں "رائے" کا مراسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بیان کیا جاتا[5] اور رائے "مسلمان ہوتا ہے۔ گیت اور کبت بناتا ہے۔ گنگ ایک رائے تھا۔ جو اکبر کے دربار سے وابستہ بیان کیا جاتا ہے"

میر میراسی ثنا خواں ہیں۔ لیکن لفظ میر لحاظاً ہر ایک میراسی پر عائد کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ میر میراسی اِس وجہ سے کہلاتا ہے۔ کہ وہ امرا کا مراسی ہوتا ہے۔ لیکن لدھیانہ میں میر میراسی کی یہ توجیہہ کی جاتی ہے۔ کہ وہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر اپنے پیر لکھہ داتا یا بغداد کے سخی سرور کی شان میں شعر پڑھتا ہے۔ شہروں اور دیہات کی گلیوں میں وہ باآوازِ بلند یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ کہ "دوا گڑ دُد دُو دا ماما گنج دا۔ خیر الیس خزانے دی منگ دا" لاہور میں وہ پڑھے لکھے آدمی بیان کئے جاتے ہیں۔ جو مدح بناتے ہیں۔ وہ فارسی نیز عربی میں مدح گاتے ہیں۔ اور مدح خواں کہلاتے ہیں۔

ڈھاڈی وہ ہے جو ڈھاڈ بجاتا ہے۔ اور بہادر رندگان و مردگان کے کارنامے گاتا ہے۔ اِس سے زیادہ اُس کے متعلق یقینی طور پر اور کچھ معلوم نہیں۔ وہ لدھیانہ اور جیند میں اندرونی طور پر بڑھ رہا ہے۔ منڈی میں اسکو جیند گوت اور تتور قوم

---

[1] مئی ۱۹۲۳ء سے لیکر جنوری ۱۹۳۰ء تک مختلف عنوانوں کے ماتحت ۲۷ نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اب جدید عنوان سے نیا پلاٹ شروع کیا جاتا ہے۔ اور بروئے حسنِ ابتدا المحسوب الی نمبر ہے۔

کا بیان کیا جاتا ہے۔ اِس ریاست میں وہ راجہ کی میز پر مشاہیر کے کارنامے بیان کرتا ہے۔ لیکن اِن کی مستورات اپنے مربیوں (ججمانوں) کی خواتین کے سامنے دیگر مراسی عورتوں کی طرح ناچتی اور گاتی نہیں ہیں۔ تاہم وہ دوسرے مراسیوں سے نصف حاصل کرتا ہے۔ اور اِن کے ساتھ شادی بیاہ کرتا ہے لیکن بڑے ڈباڈی کو ریاست سے رانا کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔ وہ زائد لاگ لیتا ہے۔ اور ریاست کے ہرکارہ کی طرح کام کرتا ہے۔ ڈباڈی کر بلی مراسیوں سے شادی بیاہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ کم درجہ کے ہوتے ہیں لیکن ملحقہ ریاستوں کے راجپوتوں کے مراسیوں سے میل ملاپ کے خواہاں رہتے ہیں۔ لوہارو میں صرف ڈباڈی ہی میراسی ہیں۔ اِس ریاست میں وہ شیوران جاٹوں کے مراسی ہوتے ہیں۔ اور ان کے مربی (ججمان) انکو دادا کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ (مراثی) بچے ہی ہوں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ سمبھر (سامبھر) سے شیوران کے ساتھ گئے تھے۔ وہ رسومات کے موقعہ پر لاگ لیتے ہیں۔ مگر کاشت کرتے ہیں۔ اور فصل کی کٹائی کے موقعہ پر بطور مزدور کے غلہ کا حصہ لینے کے لئے کام کرتے ہیں۔ جاٹ اِن کی بدعا سے ڈرتے ہیں۔ جب کوئی شخص مراسی کو شادی کے موقعہ پر کچھ نہ دے۔ تو مراسی چیتھڑوں سے اُسکی شکل بناتا ہے۔ اور بانس کے ایک سرے سے باندھ کر گاؤں میں اُسے لئے پھرتا ہے۔ بعض اوقات وہ اُس شکل کو مارتا ہے۔ اور اپنے مربی (ججمان) کو ایسا بے عزت کرتا ہے۔ کہ وہ روپیہ دیکر اُسکے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے

یہ ڈباڈی۔ ڈونتھ۔ بالنا اور ببر مراسیوں کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ڈونتھ بیکانیر میں رہتے ہیں۔ اور پونیا جاٹوں کے مراسی ہیں۔ پالنا اور ببر مراسی جیپور کے علاقۂ شیخاوتی میں رہتے ہیں۔ جہاں وہ جاٹوں اور راجپوتوں کے مراسی ہیں۔ ڈباڈیوں کے بھی اپنے مراسی ہوتے ہیں، جن کو بھاٹیا کہا جاتا ہے۔ اور جو صرف ڈباڈیوں ہی سے لاگ لیتے ہیں۔ ڈباڈیوں کے چوہدری سدہلوا اور گوتھرا (گوتھارا) گاؤں میں رہتے ہیں۔ جہاں پنچائتیں کی جاتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی طرح جملہ انبیاء کو مانتے ہیں۔ لیکن امام حسنؓ و حسینؓ پر خصوصیت سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ شادی کے موقعہ پر وہ پہلے امام حسنؓ وحسینؓ اور فاطمہؓ کے اعزاز میں بطور نیاز حلوا دیتے ہیں۔ شادی کے موقعہ پر جب کنگنا باندھا جاتا ہے۔ تو وہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور خواجہ حاجب

ککرپارہؒ کو پوجتے ہیں۔ "کریوا" اُن میں رائج ہے۔ وہ وراثت میں شریعت محمدی کی پیروی کرتے ہیں۔ اِن کی عورتیں اپنے ججمانوں کے گھروں میں دیگر مستورات کے ساتھ مل کر گاتی ہیں۔ وہ تمام گوتوں اور قوموں کے مراسیوں کے ساتھ کھا پی لیتے ہیں۔ لیکن وہ صرف حقہ اکٹھا پیتے ہیں وہ شادی میں تین گوتوں سے محترز رہتے ہیں۔ اور اپنے شیوران ججمانوں کی جملہ رسومات ادا کرتے ہیں۔ جب شیوران کسی اور گاؤں میں شادی رچانے کے لئے جاتا ہے۔ تو وہ اپنے گاؤں میں اپنی قوم کی تمام لڑکیوں کو ایک ایک روپیہ دیتا ہے۔ اور اُس کو گاؤں کی ہر ایک ڈباڈی لڑکی کو بھی ایک ایک روپیہ دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ جاٹ اپنی اور ڈباڈی لڑکیوں سے یکساں سلوک کرتے ہیں۔

کلاونت باشعور مراسی ہوتے ہیں۔ وہ تنبورہ بجاتے اور گاتے ہیں۔ اور راجپوتوں کے مراسی کہے جاتے ہیں۔ وہ راگ میں خصوصیت سے دہرپت طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اور مشہور تان سین جس کا مزار تاہنوز گوالیار میں دیکھا جاتا ہے۔ اِسی گروہ کا ایک ممبر تھا۔ اس کی قبر پر تمرنڈ کا ایک درخت ہے۔ جس کے پتے ایک گوّیے کے بگڑے ہوئے گلے کا علاج ہیں۔ اگر وہ کڑوے ہوتے ہیں۔ اور کسی اور ایسے مریض کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اِن کو کلاوند بھی کہا جاتا ہے۔ اور وہ مسلمان ہوتے ہیں

گوجرانوالہ } قاضی نظیر حسین فاروقی
یکم فروری ۱۹۳۰ء } ریٹائرڈ مستوفی

# دربار عباسیہ کے خطابات کپورتھلہ کو

فرمانروائے بہاول پور نے اپنے مصاحب خاص کپتان سید نظیر علی کی معرفت ایک مراسلت میں والیئ کپورتھلہ کے ساتھ اپنی دلی عقیدت و موانست کا اظہار کرتے ہوئے معزز اہلکاران کپورتھلہ کو طلائی تمغے اور خطابات عطا فرمائے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے آپ کے اِس دوستانہ عطیہ بطیب خاطر قبول کرتے ہوئے کپتان مذکور کو ڈہائی سو روپے اور خلعت عطا فرمائی۔

۵ مراسیو۔ کیا یہ بھی نشان قومیت ہے۔

# نقد و نظر

**سہیلی کا خاص نمبر** ، صنف نازک کا مشہور رسالہ ہے چھٹی جلد کا پہلا اور دوسرا نمبر توام شائع کیا گیا ہے - اور خاص نمبر ہے ، یہ رسالہ پہلے امرتسر سے نکلتا تھا - اب دفتر لاہور منتقل کر لیا گیا ہے - جہاں اس کی حالت میں معتدبہ تبدیلی ہو گئی ہے - اور پہلے کی نسبت بہتر صورت میں شائع ہونے لگا ہے ، خاص نمبر کے مضامین اور پھر کتابت و طباعت اور اس پر ترتیب و تنظیم ایک سے ایک قابل تعریف ، رنگین تصویریں دی گئی ہیں ، حجم زائد از سو صفحات ، قیمت خاص نمبر ایک روپیہ ، چندہ سالانہ ؎ ، منیجر صاحب سہیلی لاہور سے منگائیے ،

**مسلمان** مولوی عبدالمجید صاحب خادم کی ادارت میں لاہور سے ماہوار نکلتا ہے ، اشاعتِ اسلام کا فرض بطریق احسن انجام دیتا ہے ، اصلاح الاخلاق و الاعمال کے لئے ایک اچھا پرچہ ہے - اور محنت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے - قیمت سالانہ ؎ ، پتہ ، رسالہ "مسلمان" لاہور -

**شمس الاسلام** بھیرہ (پنجاب) سے منشی ظہور احمد صاحب آختر کی زیر ادارت حال ہی میں جاری ہوا ہے ، تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے - خالص اسلامی رسالہ ہے ، زیر تبصرہ نمبر محنت سے ترتیب دیا گیا ہے ، اللہ تعالےٰ کارپردازان شمس الاسلام کے عزم و استقلال میں برکت دے ، سائز ۱۸×۲۲/۸ حجم علاوہ سرورق ۴۰ صفحات ، قیمت سالانہ ؎ کسی قدر زیادہ ہے - مندرجہ پتہ سے منگائیں ،

**سرگذشت** ایک عشرہ وار اخبار ہے جو علی گڈھ سے مسٹر ابراہیم بی - اے علیگ کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے - محنت و کاوش سے ترتیب دیا جاتا ہے ، ہر اشاعت میں آرٹ پیپر پر عکسی تصاویر دیجاتی ہیں کتابت و طباعت دیدہ زیب ، قیمت سالانہ تین روپے ، مندرجہ سے ملسکتا ہے ،

**طوفان** ایم غلام احمد صاحب شفیق اے جرنلسٹ کی ادارت میں لائل پور سے ہفتہ وار نکلتا ہے ، اسلامی حقوق کی نمائندگی بطریق احسن کی جاتی ہے حالات حاضرہ پر بھی بہت کچھ لکھا جاتا ہے - کاوش و کوشش سے ترتیب دیجاتی ہے چندہ سالانہ تین روپے ،

پتہ - منیجر "طوفان" لائل پور ،

# مقالات

اِنسان ایک آفتاب ہے - مہر جہاں تاب سے بڑھ کر - جس کے مجوبہ دل کی آتش وہ تنویر اُور تپش رکھتی ہے - جو مقیاس اُور معیار سے باہر ہے " مزنی "

---

مذہب خالص اور بے لوث خدا کے نزدیک یتیموں اُور بیوہ عورتوں کی مصیبتوں میں شریک ہونا اُور اپنے تئیں دنیا سے ملوث نہ کرنا ہے " مجیمس اوّل "

---

رضائے الٰہی سے جو کچھ پیش آتا ہے ، میں اُس پر رضا مند کیونکہ میں خیال کرتا ہوں - کہ جو کچھ میں پسند کروں گا - خدا تعالےٰ اُس سے بہتر پسند کرتا ہے - " ایپکٹیٹس "

---

گفتاء کے پاؤں بہت نازک ہیں - کیونکہ وہ اپنے قدم زمین پر نہیں رکھتی بلکہ آدمیوں کے سر پر " ہومر "

---

محبت ایک نقرئی ناتار ہے - اُور ریشمی ڈوری ہے - جو دل کو دل سے اُور جگر کو جگر سے ، نیز ، جسم اُور روح کو نا ندعہ دیتی ہے - " والٹر سکاٹ "

---

موسیقی ، اصول فرائض انسانی کا ایک قانون ہے - جو تمام موجودات عالم میں روح پھونک دیتا ہے - دل کو بال و پر ، تخیل کو طیران دیتا ، غم کو مسرت سے تبدیل کر دیتا ہے - اُور ہر شے میں جان ڈال دیتا ہے - یہ ایک جوہر نظام عالم ہے ، اُور ہر اچھی ، بھلی اور خوبصورت شے کی طرف جس کا یہ خود ایک غیر مرئی مگر حیرت انگیز اُور ازلی جلوہ ہے - رہ نمائی کرتا ہے " فلاطون "

---

کتابیں ہر ایک خود دار انسان کے پاس کم از کم ہزار ہونی چاہئیں اُور یہ ہزار کتابیں ایک ایسی الماری میں رکھی جا سکتی ہیں - جو ۱۳ فٹ لمبی دس فٹ چوڑی اُور چھ انچ گہری ہو " مارک پٹیسن "

**سیرۃ العباس** حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے عمِ مکرم ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات عربی کی معتبر کتابوں کا انتخاب بزبانِ اردو قیمت ۸ؔ

**مدار اعظم** حضرت سیدنا بدرالدین صاحب کے مفصل حالات آپ کے خاص خلفا کے اور خاندانِ چشتیہ و قلندریہ و نقشبندیہ کے اُن بزرگوں کے حالات جن کی نسبت مداریہ حاصل ہے قیمت ۸ؔ

**مامونِ اعظم** یعنی خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی کی سوانح عمری مصنفہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری قیمت ۸ؔ

**رباعیاتِ حافظ** حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازی کی رباعیات مع ترجمہ و شرح اور سوانح عمری قیمت ۸ؔ

**الحریت فی الاسلام** اسلامی حریت و مساوات و جمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر زبردست بحث مولانا ابوالکلام آزاد کی معرکۃ الآرا تصنیف قیمت ۱۲ؔ

**دعوتِ عمل** نہایت ضروری اور قابلِ دید رسالہ مصنفہ مولانا آزاد قیمت ۸ؔ

قولہ تعالیٰ

انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

تمہیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کنبے بنائے گئے اس لئے کہ تم پہچانے جاؤ خدا کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو متقی ہے ۔

## سادات قریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی

جو

بفرمان عالی نشان سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ مدائن محروسہ کے نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی زنق صدیقی

جون سنہ ۱۹۳۰ء — جلد ۶ نمبر ۵ — محرم سنہ ۱۳۴۹ھ

قیمت سالانہ تین روپے

# دریا بہ حباب اندر

اس اشاعت میں مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی الہاشمی طبیب شاہی پرنسپل طبیہ کالج دہلی کی عکسی شبیہ شائع کی گئی ہے، اور "تعارفات" کے تحت آپ کے مختصر سوانح حیات درج کرکے ناظرین کرام کو ایک ایسے ہمدرد قوم سے تعارف کرایا گیا ہے، جس کا دل قوم کے سچے درد سے لبریز ہے، آپ "ندوۃ القریش" کے محرک اول ہیں، القریش کو منصۂ عروج پر دیکھنے کے لئے آپ بے تاب رہتے ہیں، اللہ جل شانہٗ اپنے بزرگوں کو اپنے حفظ امن میں رکھے، اور انہیں ان کے عزائم میں کامیاب کرے، آمین۔

---

"تذکرۃ السلف" کے سلسلہ میں ام المومنین سلمٰیؓ کا مضمون ایک خاص مضمون ہے، اسی طرح "تذکرۃ الاولیا" اپنی نوعیت کا ایک مفید نتیجہ خیز اور سبق آموز مضمون ہے، "اصلاح الاخلاق والاعمال" کے ضمن میں "والدین کی خدمت" کے عنوان سے جو مضمون درج کیا گیا ہے، جس قدر بچوں کے لئے مفید ہے، اسی قدر جوانوں کے لئے بھی کارآمد ہے۔

---

"حکمت و موعظت" کے سلسلہ میں "انقلاب زمانہ" "درس عبرت" اور "بصائر و عبر" کے عنوانات سے جو مضامین درج کئے گئے ہیں، وہ گوناگوں دلچسپیوں اور رشد و ہدایات سے پُر ہیں، ناظرین کرام اُن سے بہترین استفادہ کرسکتے ہیں۔

---

"بیگمات" "مقالات" "ضرورت ہے" بھی خاص نوعیت کے مضامین ہیں، اور جذبات انسانی کی بہترین اصلاح کے لئے ازبس مفید ہیں۔

---

عام معلومات میں "عظیم الشان دار الصحافت" کا ایک مضمون ہے جو دلکش ہونے کے علاوہ تشفی علمی پیدا کرتا ہے۔ اور علم دوست طبقہ کی مساعی جمیلہ کی قدر و عزت کا ولولہ پیدا کرکے ایک ذوق پیدا کرتا ہے

---

"معصوم قیدی" کے عنوان سے خواجہ فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی نے ایک افسانہ شروع کیا ہے، جو انگلستان کے مشہور ڈرامانویس ٹالسٹائے کی ایک انگریزی کہانی کا بہ تصرف ترجمہ ہے، پہلی قسط شائع ہوئی۔ اور آئندہ علی التسلسل شائع ہوتا رہےگا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام کی دلبستگی کا موجب ہوگا۔

---

"استخفافِ مذہب" ایک اصلاحی مضمون ہے، اور مسلمانوں کی توجہ کے قابل ہے۔ اور اسی طرح باقی مضامین بھی ہیں، بجائے خود ایک ایک سے مفید۔ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہیں۔

---

"بزم قریش" میں بوجہ عدم گنجائش اس دفعہ اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور "ندوۃ القریش" کی کارروائی بھی بالتفصیل درج نہیں کی گئی، تاہم یہ مضامین بھی برادران قریش کی خاص توجہ کے قابل ہے۔

---

## اعتذار

اس اشاعت کی کتابت دیدہ زیب نہیں اور غیر معمولی طور پر ناقص ہے۔ اس کا ہمیں افسوس ہے، یہ نقص مجبوراً وقوع ہوا۔ ناظرین کرام اسے ہماری مجبوری پر محمول کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ نقص رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مینیجر

Alqurаish Amritsar.

فخر قوم عالی جناب مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی الہاشمی شاہی طبیب
وپرنسپل طبیہ کالج دہلی۔محرک اول " ندوۃ القریش "

The Empire Printing Press, Amritsar.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# القریش

(امرتسر ۱۷ جون سنہ۱۹۳۰ء جلد ۱۶ نمبر ۵)

## نعت

(از جناب محمد عباس خاں سفیر فضل گڈھی، ڈیرہ دون)

وہی نور خالق دوسرا جو نہاں تھا پردہ راز میں
اسی نور کی ہے یہ روشنی جو میں دیکھتا ہوں مجاز میں

نہیں آئینہ میرے ذوق کا مری دلمیں کاش تڑپ ہیں
ترے حسن کی وہ تجلیاں جو ہیں جلوہ زار حجاز میں

کہیں مصطفےٰ کہیں مجتبےٰ کہیں مرتضیٰ کہیں رہنما
اسی نور حق کی حقیقتیں نظر آ رہی ہیں مجاز میں!

یہی اصل قرب حبیب ہے یہی عین وصل حبیب ہے
جو سرور دلکو نصیب ہے جو مزا ملا ہے نماز میں

میرا ادعا یہ غلط نہیں جو یقیں نہیں ہے تو دیکھ لو،
کہ چھپی ہیں خانماں سوزیاں مری دل کے سوز و گداز میں

نہ ہو بے خبر ذرا ہوش میں کہ فریب عالم زیست ہے
یہ ہے وہ صدائے شکست دل جو نہاں ہے نغمۂ ساز میں

میں سفیر ان کا ہوں امتی میں سفیر انکا غلام ہوں
ہوئے سرفراز جمال حق جو حریم راز و نیاز میں

## ملت بیضا

(از جناب مرزا بیضا خاں مردی ایرانی امرتسر)

یارب دلم بسوزد بر حالِ زارِ ملت
باشد کہ باز بینیم آں اقتدارِ ملت

بودیم شیر و اکنوں از روبہیم ترساں
ایں روزِ بد بدیدیم از انتشارِ ملت

از علم و فضل عاری گشتیم وقف خواری
کوشانِ بختیاری کو اعتبارِ ملت

حال زبون ماخود عبرت فزود مارا
باشد خزانِ ملت گویا بہارِ ملت

بر راہ حق فتادی سر را بکف نہادی
باد آفریں بر تو اے جاں نثارِ ملت

عثماں علی رضا خاں یا مصطفےٰ کمال است
باقیست از دم شاں بیضا وقارِ ملت

# اُمّ المومنین سلمہ رضؓ

## اوائل عہد نبوت

قسم فانذر و ربک فکبر

اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی کر۔

یہ ان اولین احکام کا خلاصہ تھا۔ جو عرب کے پیغمبر اُمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے پروردگار کی طرف سے ملے تھے، وہ اٹھا اور ہر کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی قوم کو دعوت حق اور صدق دینے لگا۔ ریگستان حجاز کے بسنے والوں کے دلوں میں اس کے جاں سوز نعروں نے ایک نئی لگن لگا دی۔ سنگ خارا کی چٹانوں میں سے آب شیریں کے چشمے پھوٹ نکلے۔ سونے والے جاگ اٹھے۔ موت میں زندگی پیدا ہوگئی، یعنی امت مسلمہ نے جنم لیا۔

ہر نئے کام میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں، اسلام اس کلیہ سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتا تھا۔ کفار مکہ حضور سرورِ کائنات کے دشمن جان تھے، سب کے سب آپ کی مخالفت پر متفق و متحد ہو گئے، اور آپ کے چچا ابو طالب سے آپ کی حوالگی کے طالب ہوئے۔ ابو طالب نے دیکھا۔ کہ قریش غضب ناک ہو رہے ہیں، اور بہت بڑی طاقت رکھتے ہیں، ان کا مقابلہ آسان نہیں، بھتیجے کو فہمائش کی کہ بیٹا تم کیوں ان لوگوں کے معبودوں کی مذمت کرتے ہو کیوں نہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے، لیکن جس کا سر تاج نبوت سے سرفراز ہو چکا ہو۔ اور جس کا ہر فعل و عمل خدا کی مرضی و ارادہ کے موافق و مطابق ہو۔ وہ انسان کی دھمکیوں سے کب مرعوب ہو سکتا تھا۔ حضور نے صاف جواب دیا کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے، میں ہرگز انسان کے بنائے ہوئے معبودوں کی پرستش روا نہ رکھوں گا، اس میں خواہ مجھ پر کیسی ہی افتاد کیوں نہ پڑے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

## انی مھاجر الیٰ ربی

اس حملہ نے کفار کے تن بدن میں آگ لگا دی اور انہوں نے آپ پر چاروں طرف سے نرغہ کر لیا۔ کوئی گلا گھونٹنے کی فکر میں تھا، کوئی پتھر مارنے کی تاک میں رہتا تھا، غرض شدائد و مظالم کی کوئی انتہا نہ تھی۔

آخر آپ کو اپنی حفاظت کی فکر ہوئی۔ اور آپ نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا، چنانچہ بہت سے افراد ترک وطن کر کے حبشہ کی طرف چلے گئے، کہ اصلی کامیابی ہجرت ہی میں ہے اور ہر نبی نے یہ راہ اختیار کی ہے۔

اس منزل مقصود کی شریک ام سلمہ بھی تھیں جو اپنے شوہر ابو سلمہ کو ساتھ لے کر محض اسلام کے لئے بجانب حبش روانہ ہوئیں چنانچہ سلمہ وہیں پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے باپ ابو سلمہ اور ماں ام سلمہ کہلائیں۔

کچھ عرصہ کے بعد جب مہاجرین کو معلوم ہوا۔ کہ مکہ میں امن ہو چلا ہے، تو کچھ آدمی حبشہ سے واپس چلے آئے، مگر ابھی ان کے قیام کو چند روز ہی گذرے تھے، کہ پھر ہجرت مدینہ کا حکم دے دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو مکہ سے دوبارہ رختِ سفر باندھنا پڑا۔

ام سلمہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتی ہوئی مدینے روانہ ہوتی ہیں، اور اس سفر میں ایسی سخت تکلیف اٹھاتی ہیں، جس کا بیان زبان قلم سے ناممکن ہے،

### راہ فوز و فلاح

ام سلمہ کا بیان ہے، کہ جب مہاجرین ہجرت مدینہ کی تیاری میں مشغول تھے، تو وہ عجیب وقت تھا، ہر شخص صدمہ مفارقت وطن سے مغموم اور مضطرب تھا، اور حسرت و اندوہ کے ساتھ ایک دوسرے کا منہ تک رہا تھا، در و دیوار اور صحن و بام سے شور الوداع بلند تھا، اور ہر طرف سے الفراق الفراق کی آوازیں آ رہی تھیں،

میرے شوہر ابو سلمہ کے پاس اس وقت ایک ہی اونٹ تھا۔ جس پر اس نے کچھ سامان بار کر کے مجھے اور میرے بچے سلمہ کو بٹھا دیا، اور خود مہار ہاتھ میں لے مدینے کی طرف چل پڑا ابھی تھوڑی ہی دور پہنچے تھے۔ کہ اہل بنو مغیرہ نے جو میرے میکے کے لوگ تھے، آگے آکر رستہ روک لیا۔ اور میرے شوہر سے برسر جنگ ہو کر کہا کہ تم تو اس جنگل و بیابان میں جہاں چاہے مارے پھرو لیکن ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ اس حالت میں ہرگز حیران و سرگرداں نہ پھرنے دیں گے۔

آخر ان لوگوں نے میرے شوہر کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھین لی، اور مجھے میکے کی طرف لے چلے،

اس وقت اپنی بے کسی و مجبوری کا مجھے جو صدمہ تھا۔ وہ بیان سے باہر ہے، گویا ایک بجلی تھی، جو دفعتہً میرے خرمن صبر و قرار پر گر پڑی اور اضطراب سے کلیجہ منہ کو آتا تھا آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے، میں ابو سلمہ کو اور ابو سلمہ مجھے پیچھے مڑ کر دیکھتا جاتا تھا اور جب تک ہم دونو ایک دوسرے کی نظر سے اوجھل نہ ہو گئے برابر یہی حالت رہی۔

**بچہ بھی چھین لیا گیا**

جب میرے سسرال والوں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، وہ بھی بپھرے ہوئے شیر کی طرح فوراً موقع پر پہنچ گئے اور میرے میکے کے لوگوں سے جو مجھے اپنے ساتھ لئے آ رہے تھے، جنگ شروع کر دی اور کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم بھی اپنے بچے (سلمہ) کو اس کی ماں کے پاس ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، غرض وہ سلمہ کو میری گود سے چھین کر لے گئے۔

اس وقت کی کشمکش کی کیفیت کیا بیان کروں، میں نے ان لوگوں کی ہزار منت و سماجت کی۔ کہ میرے بچے سلمہ کو مجھ سے جدا نہ کرو۔ مگر کسی نے ایک نہ سنی، ایک تو شوہر کی مفارقت کا غم دوسرے بچے کی جدائی کا صدمہ۔ بس کچھ نہ پوچھئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتی تھی اور مرغ بسمل کی طرح لوٹتی تھی، آخر قہر درویش برجان درویش اسی طرح تپاں و بیچاں اپنے میکے میں پہنچی جہاں خدا کے فضل سے آدمیوں کی بڑی کثرت تھی مگر وہ بھرا گھر میرے لئے زنداں سے کم نہ تھا، میں صبح و شام گھر سے نکل کر ایک ٹیلے پر جا بیٹھتی۔ اور اپنے شوہر اور بچے کی خیالی تصویر کو گلے لگا کر پہروں رویا کرتی، دل کی بے قراری روز بروز ترقی پر تھی، فقط ملنے کی ایک امید زندہ رکھے ہوئے تھی۔ ورنہ مجھ میں غم و الم نے کچھ نہ چھوڑا تھا،

جب مجھے قریباً ایک سال اس درد و کرب میں گذر گیا، تو ایک دن میرا ایک چچا کا بھائی میرے ملنے کو آیا، وہ میرا حال دیکھ کر اور میری پر درد داستاں سن کر بہت ہی متاثر ہوا۔ اور قبیلہ کے سب لوگوں کو جمع کر کے مجھے مدینے جانے کی اجازت دلوا دی۔ اور سسرال والوں نے میرے بچے کو بھی میرے حوالے کر دیا،

**عثمان بن طلحہ کی رہبری**

اب مجھے کسی بات کا انتظار نہ رہا۔ میں سلمہ کو گود میں لے کر اونٹنی پر سوار ہو گئی، مگر مدینے کے رستے سے بالکل ناواقف تھی، سنسان جنگل میں صرف خدا پر بھروسہ کئے جا رہی تھی، جب موضع تنعیم کے قریب پہنچی تو عثمان بن طلحہ دکھائی دیا، جس نے مجھے پہچان کر از راہ ہمدردی پوچھا، کہ ابو امیہ کی بیٹی تو کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے کہا۔ کہ اپنے شوہر ابو سلمہ کے پاس مدینے جاتی ہوں، پھر اس نے پوچھا۔ کہ تمہارے ساتھ کوئی آدمی بھی ہے، میں نے جواب دیا۔ کہ خدا اور اس بچے کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں،

یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی مہار فوراً اپنے ہاتھ لے لی اور پاپیادہ آگے آگے روانہ ہوا۔ جب ہم کسی منزل پر پہنچتے تو عثمان اونٹ کو سایہ میں لے جا کر باندھ دیتا اور خود بھی اس کے پاس ہی لیٹ رہتا، پھر جب روانگی کا وقت آتا، تو مجھے اور سلمہ کو بحفاظت تمام اونٹ پر سوار کر کے اور خود اس کی مہار ہاتھ میں لیکر آگے آگے چلنے لگتا،

**ورود مدینہ**

غرض اسی طرح کئی دن رات سفر کرنے

کے بعد ہم مدینہ پہنچ گئے۔ عثمان نے محلہ قبا کے قریب جاکر مجھ سے کہا۔ کہ لو تمہارے شوہر ابوسلمہ یہیں رہتے ہیں، اب تم اُن کے پاس جاؤ، اور مجھے مکہ واپس جانے کی اجازت دو،

پس، اُس وقت خوشی کے مارے اپنے جامے میں پھولے نہ سمائی اور نہایت مسرت کے ساتھ اپنے بچے سلمہ کو گود میں لے کر اونٹ سے اتری، اور قبا میں جاکر اپنے شوہر سے مل گئی، عثمان اسی وقت مکے کو واپس چلا گیا۔

## ابوسلمہ کی شہادت

ام سلمہ کو مصیبت کی گھڑیاں بھولے ابھی چند ہی روز گذرے تھے، کہ ان کے شوہر ابوسلمہ نے غزوۂ بدر میں جام شہادت نوش کیا، اور ام سلمہ کے دل پر غم والم کا ایک نیا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ شب و روز آہ وزاری اور بے قراری میں بسر ہونے لگی،

## ام المومنین ام سلمہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلمہ کی اس حالت کا علم ہوا۔ تو آپ نے ان کے دل دردمند کی تسکین وتشفی کے لئے، ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، پہلی دفعہ تو انہوں نے انکار کر دیا، مگر دوسری دفعہ رضامند ہو گئیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرکے ام المومنین کہلائیں،

ازدواج مطہرات میں سب سے بعد میں آپ ہی کی وفات ہوئی، اور آپ ہی کو کربلا کا خونی منظر خواب میں دکھایا گیا، جس کی وجہ سے اس روز مدینے میں گھر گھر ماتم برپا تھا، ترمذی شریف میں ابورافع کی بی بی سلمیٰ سے روایت ہے:۔

عن سلمی قال دخلت علی ام سلمہ وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعنی فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال شہدت قتل الحسین انفاً۔

سلمیٰ روایت کرتی ہیں، کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے اسکا سبب پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حیثیت سے خواب میں دیکھا ہے، کہ آپ کا فرق اور ریش مبارک گرد آلود ہے، وجہ دریافت کرنے پر آپ نے [٭]

٭ حضور نے فرمایا کہ ابھی ابھی حسین کی شہادت کے وقت موجود تھا

# مقالات

اٹلی کے مشہور فلاسفر نے اپنا خیال اس طرح ظاہر کیا۔ کہ دقت پیش ہی ہو تو ... [illegible] کاشت کچھ نہیں پیدا کر سکتی لیکن جو محنت اور مزدوری کا پھل طرح ... سکتی ہے اور ایک شخص اپنی ... خواہش کی حد کو شش کر سکتا ہے، ... [illegible] ... جیسے پودوں کو اس ... جائے، ... نہ رکھنا چاہئے،

... ایک شخص جھوٹ بول کر ... تو اس کا یقین نہ کیا جائے گا۔

شاہ روم کو ایک روز کھانے کے وقت یاد آیا۔ کہ اس نے بیک کے فائدے کے واسطے تمام دن کوئی کام نہیں کیا۔ حاضرین سے کہا۔ "میرے دوستو! میں نے ایک دن گنوا دیا"۔

شاہ روم بہت اچھا بادشاہ تھا۔ جب مصاحبین نے اس سے ملک فتح کرنے کے لئے اصرار کیا تو اس نے کہا "مجھے ایک ہی ملک کی رعایا کا خوش و خرم رکھنا ہزاروں دشمنوں کی خونریزی سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔"

لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں کوئی سچا دوست نہیں ملتا ان کو چاہیئے کہ اس بات پر غور کریں، آیا وہ بھی کسی کے سچے دوست ہیں، اور کسی کے واسطے وہ بھی اپنی پیاری زندگی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں؟

مترجمہ
(مولوی) محمد کامل (صاحب) انصاری

# صدائے سروش

افلاک کے تارے تارے ذرات یہ ہوتا ہی چرچا — کیا خبط ہے دنیا والوں کو اسلام کو کیوں بدنام کیا

اسلام سے پہلے دنیا میں توحید کا بالکل نام نہ تھا — تثلیث کہیں اصنام کہیں یا آگ کی ہوتی تھی پوجا

ایمان نہ تھا تاریک تھے دل سب غفلت میں سوتے تھے — جب کوہ صفا کے دامن سے اللہ احد کی آئی صدا

دنیا کی مرادیں بر آئیں ظلمت کی اندھیری دور ہوئی

وہ غار حرا میں آ چمکی جو شمع چراغ طور ہوئی

اک کملی پوش کی آنکھوں نے ہر قوم کے من کو موہ لیا — صحرائے عرب کے غزالوں نے سب مشرق و مغرب فتح کیا

جو جہل و جفا کے بندے تھے سردار ہوئے کل دنیا کے — اور گوشہ گوشہ عالم کا آواز اذاں سے گونج اٹھا

پھر کیوں نہ تمنا ہو اپنی یہ مسلم پھر سلطان بنے — اسلام کا پرچم لہرائے توحید پہ قرباں ہو جا

یہ رویاں رویاں انساں ہو نام محمد پر شیدا

اور قطرہ قطرہ آنکھوں کا حسنین کے غم میں ہو دریا

(سید مقبول حسین احمد پوری)

دا کا

# میگزرد

ہر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے — دوش پر کملی ہو یا شال گذر جاتی ہے

گر امیروں کی با اقبال گذر جاتی ہے — بیکسوں کی بھی بہرحال گذر جاتی ہے

از ہوسہا بگذر یا مگذر میگزرد

خاک میں کاخ نشیں خاک نشیں یکساں ہے — بند کی آنکھ تو پھر زشت و حسیں یکساں ہے

پیٹ میں لقمۂ تر نان جویں یکساں ہے — آگئی نیند تو پھر فرش و زمیں یکساں ہے

از ہوسہا بگذر یا مگذر میگزرد

جی نہیں چاہتا افسوس مگر مرنا ہے — گر نہیں خوف خدا موت سے تو ڈرنا ہے

مٹی پتھر سے غرض قعر شکم بھرنا ہے — جھونپڑی ہو کہ محل ہمکو بسر کرنا ہے

از ہوسہا بگذر یا مگذر میگزرد

جبری سانسوں میں شب و روز بسر کرنا ہے — شام غم ہو کہ شب عیش سحر کرنا ہے

ہر سوار اور پیادے کو سفر کرنا ہے — کوئی ہو گور میں اک دن اسے گھر کرنا ہے

از ہوسہا بگذر یا مگذر میگزرد

# سیرۃ الاولیاء

(نوشتہ ظہور احمد صاحب شاہجہانپوری)

ایک دن احمد بن یزید کاتب جو خلیفہ کے ندیم تھے۔ بڑے حشم و خدم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت سری سقطیؒ کی طرف سے گذر ہوا۔ آپ اپنی مجلس میں رونق افروز تھے۔ احمد کے دل میں یہ خیال گذرا۔ کہ ہم نامناسب مقامات پر جایا کرتے ہیں۔ آج اس شخص کی مجلس میں بھی جانا چاہئیے۔ جب احمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کائنات کے اٹھارہ عالموں میں کوئی مخلوق انسان سے زیادہ کمزور نہیں ہے۔ اور اس کمزوری کے باوجود انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق خدا نافرمانی نہیں کرتی۔ یہ الفاظ نہ تھے۔ بلکہ تیرو نشتر تھے۔ احمد کا دل بیحد متاثر ہوا۔ زار زار روئے اور اسی حالت میں اپنے مکان کو واپس گئے، اس روز شب کو نہ کچھ کھایا۔ اور نہ کسی سے بات کی۔ دوسرے روز پیادہ پا حضرت سریؒ کی مجلس میں آئے لیکن اس طرح کہ رنگ زرد ہو رہا تھا۔ اور چہرہ پر اداسی نمایاں تھی۔ تیسرے دن فقیرانہ لباس پہنکر آئے، اور جب مجلس برخاست ہوئی تو حضرت سریؒ کے پاس آکر انہوں نے کہا۔ کہ اس دن جو بات آپ نے کہی تھی۔ وہ میرے دل پر اثر کر گئی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ مخلوق سے کنارہ کروں اور دنیا کو چھوڑ دوں۔ آپ مجھے اہل سلوک کا طریقہ بتائیے، آپ نے فرمایا کہ طریقت کا راستہ پوچھتے ہو یا شریعت کا۔ عوام کا طریقہ پوچھتے ہو۔ یا خواص کا۔ احمد نے کہا۔ آپ دونو بیان کیجئے، حضرت سریؒ نے فرمایا۔ کہ عوام کا طریقہ یہ ہے۔ کہ پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ پڑہو۔ اور اگر مال رکھتے ہو۔ تو اس کی زکوۃ دو۔ خواص کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کی تمام آرائشوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو۔ یہ تفصیل سن کر احمد صحرا کو نکل گئے،

جب اس واقعہ پر کچھ زمانہ گذر گیا۔ تو ایک دن ایک ضعیفہ حضرت سریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ اے امام مسلماناں۔ میرا ایک ہی لڑکا تھا۔ اور وہ خوش و خرم آپ کی خدمت میں آیا۔ لیکن یہاں سے اداس اور ملول واپس گیا۔ اب چند روز سے وہ غائب ہے۔ اور نہ معلوم کہاں ہے۔ خدا کے لئے مجھے کوئی تدبیر بتائیے۔ اتنا کہکر ضعیفہ اس طرح روئی کہ حضرت سریؒ کا دل تڑپ گیا۔ آپ نے اُسے تسلی دی اور فرمایا کہ وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ جب آئے گا۔ میں تمہیں خبر کروں گا۔ عرصہ دراز کے بعد ایک روز شب کو احمد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کی والدہ کو بلا بھیجا۔ حضرت سریؒ نے دیکھا۔ کہ احمد کا رنگ رُخ زرد و بدن کمزور۔ اور وہ قد جو سرو کی مانند تھا۔ دوتا ہو گیا ہے۔ احمد نے عرض کیا۔ کہ استاد شفیق۔ آپ نے مجھے دنیا کی تاریکیوں سے نجات دے کر جن راحتوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔ ان کی جزا میں خدا آپ کو دونو جہان کی راحتیں عطا کرے، یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ احمد کی والدہ اور بال بچے پہنچے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ احمد پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں۔ تو ان کے ملال و زاری کی کچھ انتہا نہ تھی، ان لوگوں نے گھر جانے کے لئے بہت منت کی لیکن احمد نے نہ مانا۔ اور حضرت سریؒ سے کہا کہ آپ نے ان لوگوں کو میری آمد کی خبر کیوں کی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ مجھے تمہاری والدہ کی آہ و زاری پر ترس آیا۔ اس لئے میں نے ان کو کہلا بھیجا۔ احمد کی بیوی نے کہا۔ کہ تم نے اپنی زندگی میں مجھ کو بیوہ اور بچہ کو یتیم کر دیا۔ جب یہ مجھ سے پوچھے، کہ باپ کہاں ہے، تو میں کیا جواب دوں۔ بہتر ہے کہ تم اس کو ساتھ لے جاؤ۔ احمد نے یہ بات قبول کی اور بچہ کا قیمتی لباس اتار کر اسے کمبل کا ایک ٹکڑا اوڑھا دیا۔ اور ہاتھ میں زنبیل دے کر لے جانا چاہا۔ لیکن غمزدہ ماں نے یہ صورت پسند نہ کی، اور بچہ کو واپس لے لیا۔ آخر احمد تنہا بدستور جنگل کو نکل گئے۔ اسی صورت حال پر سالہا

سال گذر گئے، ایک دن احمد نے حضرت سریؒ کو کہلا بھیجا۔ کہ رب میرا آخری وقت ہے، آپ تشریف لائیں، چنانچہ آپ تشریف لے گئے، اور آپ نے اپنے مرید خاص کو جان کنی کی حالت میں پایا۔ حضرت نے دیکھا۔ کہ احمد زیر لب کچھ کہہ رہے ہیں، غور سے سُنا۔ تو یہ آیت سنائی دی۔ لمثل ھٰذا فلیعمل العاملون۔ اسی طرح عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئیے۔ تھوڑی دیر میں احمد نے وفات پائی۔ حضرت مروتے ہوئے شہر کو جانا چاہتے تھے۔ کہ تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں۔ کہ اُنہوں نے لوگوں کو جوق در جوق آتے ہوئے دیکھا۔ آمد کا سبب پوچھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ کل آسمان سے غیبی صدا بلند ہوئی، کہ جسے خدا کے ولی خاص کے جنازے کی نماز پڑھنی ہو۔ وہ اس جنگل میں آئے، چنانچہ ہم لوگ اس سعادت کی تمنا میں حاضر ہوئے ہیں ❁

# نقد و نظر

**ہمارے رسول** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات کے جستہ جستہ واقعات اس قابلیت اور محنت و کوفت سے لکھے گئے ہیں۔ کہ کتابی سائز کے ان ۸۰ صفحات میں ایک مکمل تاریخ بھر دی گئی ہے، جس پر دریا بکوزہ کی مثل صادق آتی ہے، پنجاب اور یوپی کے اسلامیہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اور میسور کے نصاب میں داخل ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے ہی نہیں عوام بھی اس سے بہترین استفادہ کر سکتے ہیں، اسلئے ایسی مفید ترین کتاب کا ہر مسلم گھر میں موجود ہونا ضروری ہے، قیمت فی نسخہ صرف ۶ر حجم علاوہ سرورق ۸۰ صفحات کاغذ۔ کتابت۔ طباعت عمدہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے طلب کیجئے ❁

**تاریخ الامت** مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری کی عدیم النظیر نادر الوصف تصنیف ہے، ابتدائے اسلام کی مکمل مستند اور مربوط تاریخ ہے، جو نہایت تحقیق کیساتھ سلیس اور صاف اردو زبان میں لکھی گئی ہے، اور اپنی گوناگوں خوبیوں اور دلچسپیوں کی وجہ قومی تعلیمی نصاب میں داخل ہو چکی۔ سیرۃ رسول۔ خلافت راشدہ۔ خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ، عباسیہ بغداد، عباسیہ مصر، سات حصص تیار ہو چکے ہیں، دنیائے معلومات میں ایک بیش قدر اضافہ کا موجب ہوئی ہے، مقبول ہو چکی ہے، ہر تاریخی شغف رکھنے علم دوست کے لئے اسکا مطالعہ ضروری ہے ❁

**گلشن گفتار** مرتبہ مولوی سید محمد ایم۔ اے دار الاشاعت مکتبہ ابراہیمیہ کی علمی مطبوعات کے سلسلہ کی ایک نئی کتاب ہے، اور حال ہی میں طبع ہوئی ہے، یہ شعرائے اردو کا اولین تذکرہ ہے، اسمیں قدیم دکنی شاعروں کے علاوہ شمالی ہند کے صرف وہی شعرائے اردو مذکور ہیں جو ۱۱۶۵ھ میں وسیع شہرت کے مالک تھے، اور جنکا کلام شمالی ہند سے گذر کر دکن میں مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔ متعلمین تاریخ ادب کی سہولت کیلئے ہر شاعر کیساتھ دوسرے قدیم تذکروں کے بیانات بھی من و عن نقل کر دیئے گئے ہیں، جن سے معلومات میں خاص اضافہ ہوتا ہے، شعرائے اردو کے تذکروں میں یہ تذکرہ ایک نہایت مفید و اہم اضافہ ہے، اور قابل قدر ہے، قیمت صرف ۱۲ر حجم علاوہ سرورق ۸۴ صفحات، کتابت و طباعت دیدہ زیب دار الاشاعت مکتبہ ابراہیمیہ سٹیشن روڈ حیدر آباد دکن سے منگائیے

**قاعدہ فارسی** دار الاشاعت مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن نے صحیح طریقہ تعلیم پر فارسی نصاب کا ایک سلسلہ تیار کرایا ہے، جسکی پہلی کڑی یہ فارسی قاعدہ ہے، جو سررشتہ تعلیم حیدر آباد دکن کے ایک تجربہ کار مدرس ابو المحاسن متین مدرس فارسی وسطانیہ دار الشفا سرکار عالی نے کمال محنت و عرق ریزی اور کاوش کے ساتھ تالیف کیا ہے، فارسی زبان سیکھنے کیلئے یہ قاعدہ مفید اور آسان ہے، اسمیں ہر طرح کوشش کی گئی ہے، کہ جدید اصول تعلیم پر فارسی میں اعلےٰ نتائج پیدا کئے جائیں، اس سلسلہ کی درسی کتابیں زیر طبع ہیں، قیمت قاعدہ صرف ۶ر کتابی سائز حجم علاوہ سرورق ۲۸ صفحات۔ کتابت و طباعت بہترین ہے محولہ بالا پتہ سے طلب کیجئے ❁

# والدین کی خدمت

## عہدِ فاروقی کا ایک درد انگیز واقعہ

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے،

(ترجمہ) تمہارا خدا حکم دیتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو، اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے کوئی بڑا ہو جائے یا دونوں بیک وقت اپنی عمر کو پہونچ جائیں (بڈھے ہو جائیں) تو ان کو مت ڈانٹو اور نہ کسی کام میں ان کی مخالفت کرو اور ان سے شیریں گفتگو کرو، ان کا ادب ملحوظ رکھو، اور چونکہ اب وہ اپنی عمر کو پہونچ گئے ہیں تو تم ان کے بڑھاپے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے سامنے بالکل پست ہو جاؤ اور ان کے حق میں خدا سے دعا مانگو۔ اے خدا جب میں چھوٹا تھا تو انہوں نے میری پرورش کی، اب یہ عمر کو پہونچ گئے ہیں تو ان پر رحم کیا،

عن ابی ھریرہ قال .... الخ (ترجمہ) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ میں کس سے اچھا سلوک کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا پہلے اپنی ماں سے۔ اپنی ماں سے (دو دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا) پھر اپنے باپ سے پھر ان سے کم درجہ کے لوگوں سے اسی طرح کل مسلمانوں سے درجہ بدرجہ اچھا سلوک کرو۔"

عن عبداللہ ابن عمر قال ...... الخ (ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "مجھ کو اسلامی فوج میں بھرتی کر لیجئے" آپ نے فرمایا "تمہارے ماں باپ زندہ ہیں"۔ "اس نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا۔ بس تمہارا جہاد یہی ہے۔ کہ تم ان کی عمر بھر خدمات سرانجام دو۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر ماں باپ فرزند سے راضی ہیں۔ تو خدا بھی اس سے راضی ہے، اور اگر وہ اس سے ناراض ہیں۔ تو خدا بھی اس سے ناراض ہے۔

عن ابی الدارداو قال ...... الخ (ترجمہ) حضرت ابودرداو سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ باپ جنت کا درمیانہ دروازہ ہے۔ اب تم کو اختیار ہے۔ کہ خواہ تم اس دروازہ کو مضبوط پکڑ لو۔ اور خواہ اسے چھوڑ دو۔

عن عبداللہ ابن مسعود قال ...... الخ (ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا۔ "وہ کونسا عمل ہے، جو خدا کو زیادہ محبوب ہے" آپ نے ارشاد فرمایا وقت سے نماز پنجگانہ ادا کرنا" میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اسلامی فوج میں بھرتی ہو کر کافروں کو قتل کرنا

عن معویۃ بن جاھمہ ...... الخ (ترجمہ) حضرت معویہ بن جاہمہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میرے والد صاحب نے رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں اسلامی فوج میں بھرتی ہونا چاہتا ہوں۔ اور آپ سے اس معاملہ میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ تمہاری والدہ زندہ ہیں۔ والد نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس عمر بھر اُنہی کی خدمت کرو۔ اس لئے کہ ماں کے قدموں کے تلے جنت ہے۔

عن ابن عمر قال ...... الخ (ترجمہ) حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اپنی بیوی سے بڑی محبت تھی۔ اور میرے والد کو اس سے نفرت تھی۔ اُنہوں نے ایک روز مجھ سے کہا۔ کہ تم اس کو طلاق دیدو۔ میں نے والد صاحب کا حکم ماننے سے انکار کر دیا والد صاحب کو غصہ آیا۔ اور وہ اُسی وقت، رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے تمام ماجرہ کہہ سنایا۔ رسول اللہ صلعم نے مجھ کو طلب کیا اور فرمایا تم اِسی وقت اُس کو طلاق دیدو۔

یہ خدا اور رسول کے احکام ہیں۔ اب اِس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا عمل ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک فوج کا سپہ سالار بنا کر عراق کے میدان جنگ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہی کلاب نامی بھی ان کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ ابھی یہ فوج عرفات تک پہنچی تھی۔ کہ کلاب کے والد جن کی بڑھاپے کی وجہ سے آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ لکڑی ٹیکتے ہوئے ایک آدمی کے ساتھ جو راستہ بتانے کے لئے مقرر تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں جو اس وقت مسجد میں تھے حاضر ہوئے اور درد انگیز لہجہ میں مندرجہ ذیل اشعار فی البدیہہ پڑھے۔

اعاذل قد عذلت بغیر قدری　　ولا تدرین عاذل ما الاقی

اے ملامت گر تو نے میری قدر پہچانے بغیر ملامت کی ہے۔ میرے ملامت گر کو معلوم نہیں کہ میں آجکل کس قدر سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔

فاما کنت عاذلتی فردی　　کلابا اذ توجہ للعراق

اور اگر تم نے میری ملامت کرنے پر ٹھان لی ہے۔ تو خدا را پہلے میرے بچہ کو عراق عرب بھیجنے سے پہلے واپس کر دو۔

فتی الفتیان فی عسر ویسر　　شدید الرکن فی یوم التلاقی

تم کو معلوم ہے۔ کہ میرا لڑکا کسقدر بہادر و شجاع ہے۔ وہ ہر مصیبت کے وقت میرے کام آتا ہے۔ میرا اچھا خدمتگذار ہے۔ اس کی بہادری کا یہ عالم ہے۔ کہ میدان جنگ میں کوہ ثبات بن کر دشمن سے لڑتا ہے۔

فلا وابیک ما بالیت وجدی　　ولا شغفی علیک ولا اشتیاقی

تمہارے باپ کی قسم تم نے میرے غم کا اندازہ ہی نہیں کیا۔ اور نہ تم کو یہ معلوم ہے۔ کہ مجھ کو تم سے کسقدر محبت و اشتیاق ہے۔

وابقائی علیک اذا شتونا　　وضمک تحت نحری واعتناقی

تم کو وہ جاڑوں کی راتیں بھول گئیں۔ جب تم مجھ سے بغلگیر ہوتی تھیں۔ میں تم کو سینہ سے لگا لیتا تھا۔

فلو فلق الفؤاد شدید وجد　　لہم سواد قلبی بانفلاق

مجھ کو اپنے لخت جگر کے مفقود ہونے کا صدمہ اس قدر پہنچا ہے۔ کہ اگر میرا جگر پھٹنے پر قادر ہو سکے۔ تو میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جائینگے

ساستعدی علی الفاروق ربا　　لہ عمد الحجیج الی بساق

میں اس خدا کے سامنے عمر فاروق کا دامن پکڑوں گا جس کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرنے کے لئے حاجی عرفات کے بساق نامی پہاڑ تک جاتے ہیں۔

ان الفاروق لم یردد کلابا　　الی الشیخین ھامھما زواقی

میں خدا سے کہونگا۔ اے خدا اس فاروق نے میرے لخت جگر کو میدان جنگ سے واپس نہیں کیا۔ اور ہمارے قبیلہ کے ان دو شخصوں کے سامنے پیش نہیں کیا۔ جن کا سردار زواق ہے۔

حضرت عمرؓ یہ اشعار سن کر رونے لگے۔ اور اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا۔ کہ کلاب کو فوراً مدینہ روانہ کر دو۔ کلاب مدینہ میں حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمر نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم نے اپنے والد بزرگوار کی کیا خدمات سرانجام دی ہیں" اس نے عرض کیا۔ میں ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچنے نہیں دیتا۔ میں ان کو ہمہ اوقات راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس اونٹنی سے میں ان کو دودھ پلانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں اس کو ایک عرصہ تک خوب موٹا تازہ کر لیتا ہوں۔ جب وہ تیار ہو جاتی ہے۔ تو میں اس کے تھنوں کو پانی سے خوب دھوتا ہوں۔ تاکہ وہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں۔ ازاں بعد تازہ دودھ دوہ کر پلانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں اس کو ایک عرصہ تک خوب موٹا تازہ کر لیتا ہوں۔ جب وہ طیار ہو جاتی ہے۔ تو میں اس کے تھنوں کو ٹھنڈے پانی سے خوب دھوتا ہوں۔ تاکہ وہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں۔ ازاں بعد تازہ دودھ دوہ کر والد صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ بس یہ میری خدمات ہیں"

حضرت عمرؓ نے اسی وقت کلاب کے والد کو طلب کیا۔ وہ لکڑی ٹیکتے ہوئے حاضر دربار ہوئے۔ حضرت عمر فاروق نے دریافت کیا۔ ابو کلاب کیا حال ہے۔ کوئی مدعا پیش کریئے۔

ابو کلاب نے جواباً عرض کیا۔ امیر المومنین! خاکسار کا مدعا کیا پوچھتے ہیں۔ حضور اب اگر دنیا میں میری کوئی تمنا باقی ہے۔ تو صرف یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ مرنے سے قبل اپنے لخت جگر کلاب سے بغلگیر ہو جاؤں اور بس۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق زار زار رونے لگے۔ اور رقت آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا۔ ابو کلاب انشاء اللہ تعالےٰ تمہاری تمنا ضرور

# بصائر و عبر

## تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

صفحاتِ تاریخ پر جس وقت تک دولت عباسیہ بغداد کے تذکرے باقی ہیں، برامکہ کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ خالد دورِ سفاح میں وزارتِ عظمیٰ اور عہدِ منصور میں امیرِ عساکر ایسے ممتاز مدارج پر فائز رہا۔ یحییٰ بن خالد کی اہلیہ خیزران نے اپنے فرزند فضل کے ساتھ ہارون الرشید کو دودھ پلایا۔ اور اس کے بعد بھی رشید نے اسی خاندان میں پرورش پائی۔ غرضیکہ اس زمانہ میں اپنے اثر و اقتدار اور جود و سخا کے لحاظ سے برامکہ تمام دیگر امراء سلطنت کے لئے باعثِ رشک بنے ہوئے تھے۔

زمانہ سلطنت ہارون الرشید میں انہیں جو اقتدار حاصل تھا، اس کا اندازہ مصر کے فاضل مورخ جرجی زیدان کے اس بیان سے کیا جا سکتا ہے۔ جسے ہم اس کی مستند تالیف تاریخ التمدن الاسلامی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

رشید عبد الملک ابن صالح ہاشمی سے بہت برہم تھا کیونکہ یہ بھی دعوہ دارِ خلافت تھا۔ ایک مرتبہ جعفر بن یحییٰ وزیر رشید کی بزمِ نشاط میں عبد الملک بھی شامل تھا، رخصت کے وقت جعفر نے اس سے کہا۔ کہ جو کچھ تمہاری خواہش ہے۔ مجھ سے کہو۔ اس نے کہا۔ خلیفہ مجھ سے برہم ہیں، میں چاہتا ہوں وہ خوش ہو جائیں۔ جعفر نے جواب دیا۔ امیر المومنین تم سے خوش ہو گئے، اب وہ قطعاً برہم نہیں، نیز میں تمہارا چار لاکھ درہم کا مقروض ہوں۔ وہ بھی لو یہ موجود ہیں، عبد الملک نے کہا۔ میں اپنے بیٹے ابراہیم کو خلیفہ کی کسی بیٹی سے منسوب دیکھنا چاہتا ہوں۔ جعفر نے جواب دیا۔ خلیفہ نے اپنی بیٹی علیہ کو ابراہیم کے نکاح میں دے دیا۔ عبد الملک نے پھر کہا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ابراہیم کی عزت میں اور اضافہ کیا جائے، جعفر نے کہا۔ خلیفہ نے اُسے مصر کا گورنر بنا دیا"

لوگ حیران تھے کہ دیکھئے جعفر کا کیا حشر ہوتا ہے۔ لیکن شام کو جب وہ خلیفہ کے دربار میں پہنچا۔ تو یہ عالم تھا۔ کہ ایک ایک خواہش رشید کے روبرو پیش کی جاتی تھی، اور وہ ہر خواہش پر یہی کہتا تھا۔ کہ "بہت بہتر ہے"

اسی عہدِ عروج و اقبالمندی کا واقعہ ہے، کہ یحییٰ دریائے دجلہ پر "صید ماہی" کے لئے گیا۔ اس انہماک میں انگلی سے اس کی بیش قیمت انگشتری نکل گئی اور دریا میں جا پڑی، یحییٰ کو انگشتری کے اس طرح ضائع ہو جانے سے بے حد رنج ہوا اور اسی حالت میں مکان پر واپس آ گیا۔ شام کے وقت داروغۂ مطبخ نے حاضر ہو کر گمشدہ انگشتری پیش کی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ کچھ دیر پہلے ایک ماہی گیر چند مچھلیاں لایا تھا جب ایک مچھلی کا شکم چاک کیا گیا۔ تو یہ انگشتری برآمد ہوئی۔

اقبالمندی کی داستان سن لی اب ذرا بدقسمتی کی انتہا ملاحظہ فرمائیے

زمانہ بدلتا ہے۔ عتابِ رشیدی کی بجلیاں خاندانِ برمک پر گرتی ہیں۔ جعفر قتل ہوتا ہے، اموال و املاک ضبط ہوتے ہیں، جملہ افراد خاندان اسیر کر لئے جاتے ہیں، اور کسی شخص کو بھی اس معتوب خاندان سے ہمدردی کی اجازت نہیں دی جاتی، یحییٰ کو گوشت بہت مرغوب تھا، لیکن زندان کی تنہائیوں میں ایک معتوبِ شاہی کی کسی خواہش کو پورا کرنا خود کو آغوشِ فنا میں سونپ دینے سے کم نہ تھا، پھر بھی ایک شخص نے ہمت مردانہ سے کام لے کر کسی نہ کسی طرح قید خانہ میں گوشت فراہم کر دیا، اللہ اکبر! کل تک جس دریا دل کا دسترخوان وسیع فائدہ

بغداد اور اس کے کام و دہان کی آسودگی کا سبب بنا ہوا تھا۔ اور جس کے ایک ادنیٰ اشارہ نے اسی بغداد میں ہزارہا انسانوں کے دامن نعم و تمول سے پر کر دیئے تھے، آج اپنی ایک ادنیٰ خواہش کو پورا کرنے پر بھی قادر نہیں، بہرحال گوشت مہیا ہو گیا۔ اور بیٹی نے خود اسے تیار کیا۔ اب کہ خوش قسمتی اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی، برتن بیٹی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور اس کی محبوب خواہش زمین پر تھی، مجبوراً اس نے خاک آلود بوٹیاں اٹھائیں، اور خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھالیں۔

---

واثق بن معتصم بن ہارون الرشید کے وزیر محمد بن عبد الملک بن زیات نے اپنے مخالفین کو سزا دینے کے لئے ایک آہنی تنور تیار کرایا تھا۔ جس میں تیز نوکدار کانٹے لگائے گئے تھے یہ تنور ابھی تیار ہی ہوا تھا۔ کہ واثق نے وفات پائی۔ اور اس کا بھائی جعفر اورنگ خلافت پر متمکن ہوا۔ واثق جعفر سے متنفر تھا۔ اس لئے ابن زیات بھی ہمیشہ جعفر کی مخالفت کرتا رہا۔ اس لئے اس نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ابن زیات کو گرفتار کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ اس بدبخت وزیر نے سب سے پہلے خود ہی اس تنور کی راہ سے داعی اجل کو لبیک کہا۔

جعفر کے زمانہ حکومت میں نجاح بن سلمہ میر منشی عمال کا نگران عام اور صاحب اثر و ہیبت امیر تھا۔ اور وزیر ابن خاقان کا شدید مخالف۔ جعفر نے اپنے لئے ایک محل بنانا چاہا جس کے واسطے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، جعفر نے نجاح سے مشورہ کیا۔ تو اس نے کہا۔ آپ ابن خاقان اور اس کے موافقین کو میرے سپرد کر دیجئے۔ میں ان سے حسب ضرورت رقم وصول کر دونگا۔ خلیفہ رضامند ہو گیا، لیکن جب ابن خاقان کو اس تجویز کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنے موافقین کو مشورہ دیا، کہ وہ خلیفہ کو کہیں کہ ہم بیس لاکھ دینار دینے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ نجاح کو ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ دوسرے ہی دن وہ شخص جس کی ہیبت سے تمام ارکین سلطنت لرزہ براندام رہتے تھے۔ ان لوگوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ اب یہ قید تھا۔ اس کی کل جائداد ضبط کر لی گئی تھی، اور اس طرح وہ شخص جو دوسروں کو ذلیل دیکھنے کا متمنی تھا، خود ہی تذلیل و تعذیب کی مصیبتوں میں مبتلا ہوکر بالآخر راہیٔ ملک عدم ہوا۔

---

یہ اور اسی قسم کے صدہا مشاہدات خود پسند انسان کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے، یقیناً یہ عبرت پسند افراد ہی فلاح پانے والوں میں شامل کئے جائیں گے۔ (اسرار احمد آزاد مدیر الترجم کرنال)

---

# ضرورت ہے

**ایک** طوطے کی جو بعض سوالات بارہ کا ہماری جانب سے جواب دے سکے،

**ایک** جمائی کی جو بعض مہمانوں کو سمجھا سکے کہ رات گذر گئی،

**ایک** قینچی کی جو بے فائدہ گفتگو کو قطع کر دے،

**ایک** ہتھوڑے کی جو بعض لوگوں کی خشونت اور سختی دور کر دے،

**ایک** گھنٹی کی جو ان لوگوں کو خبردار کر دے، جو کسی مجلس میں دوسروں کی گفتگو ختم ہونے سے پہلے دخل درمعقول دینے لگتے ہیں،

**ایک** عینک کی جو انتقام کے ولولوں میں اندھی ہونے والی آنکھوں کو سبق شکیبائی پڑھنے کی قوت دے،

**ایک** شمشیر کی جو نخوت و غرور کا سر قلم کر سکے،

(تفریح)

# ندوۃ القریش

۲۷ اپریل سنہ ء کو قاضی الطاف حسین صاحب منشر، رئیس امرتسر کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی، سابقہ اجلاس کی کارروائی تصدیق ہوئی اور ایجنڈہ کے مطابق کارروائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے قوم زراعتی حقوق پر غور کیا گیا۔ تجویز ہوا کہ جن اضلاع میں قریشی ہنوز نوٹیفائڈ نہیں ہوئے، ان کے لئے حسب ضابطہ کوشش کیجائے۔ اس مسئلہ کے متعلق خاص خاص تجاویز پیش ہوئیں اور ایک لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔ اس کے بعد مراسلات آمدہ پڑھے گئے اور ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کا بالفاظ ذیل بصورت رزولیوشن شکریہ ادا کیا گیا۔

"ندوۃ القریش کا یہ اجلاس قوم کے قابل فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی کی ان خدمات کا بصد قدر اعتراف کرتا ہے جو انہوں نے مرزائیت کے ادعائے قرشیت کے ابطال کے سلسلہ میں ان کے سرغنہ "آزاد" کو دندان شکن جوابات دینے میں انجام دی ہیں۔ ندوہ ان کی ان قومی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے قوم کی طرف سے انکی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدائے برتر واکبر ان کے عزائم میں برکت عطا کرے۔ آمین،

بعد ازاں تین فارم ہائے ممبری تصدیق ہوئے۔ قاضی الطاف حسین صاحب نے چندہ داخلہ ایک روپیہ اور عطیہ چار روپے عطا کئے جو شکریہ کے ساتھ قبول کئے گئے،

۱۸ مئی سنہ ء کو بزیر صدارت جناب حکیم طالب علی صاحب انسپکٹر ویٹنری ڈیپارٹمنٹ پنجاب کارروائی شروع ہوئی، سابقہ اجلاس کی کارروائی پیش ہوکر کنفرم ہوئی، اور ایجنڈہ کے مطابق کارروائی شروع ہوئی، تیرہ درخواست ہائے ممبری پیش ہوکر منظور ہوئیں، اسی قدر زیر تجویز رہیں جو آئندہ اجلاس میں پیش ہونگی، گذشتہ سہ ماہی میں مستقل ممبران ندوہ کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی ہے اور ان میں سے جن کا چندہ ممبری ہنوز وصول نہیں ہوا ان سے مطالبہ کیا جانے کی ہدایت ہوئی،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا مکتوب گرامی جس میں انہوں نے القریش کی خدمات کے اعتراف میں زر نقد کی تھیلی قوم کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز پیش کی ہے پڑھا گیا۔ بعد غور فیصلہ ہوا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں لکھا جائے کہ آپ کی تجویز سے ممبران ندوہ متفق ہیں، لیکن یہ تجویز آپ خود کسی مناسب موقعہ پر قوم کے سامنے پیش کریں

بعد ازاں حکیم فضل حسین صاحب افسر مال، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، قریشی غلام حسن صاحب رئیس، قاضی فضل حسین صاحب رئیس۔ ڈاکٹر احمد علی صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ ڈاکٹر مجید عالم صاحب پیرسید علی احمد صاحب فریدی وغیرہم حضرات کے مراسلات گرامی پڑھے گئے اور تجویز ہوا کہ مناسب جوابات لکھ دئے جائیں،

شیخ عبدالحمید صاحب گرداور قانونگوئی کا گرامی نامہ پیش ہوکر تجویز ہوا کہ آپ کے فراہم کردہ مبلغ ۳۴ روپے عطیہ کا شکریہ ادا کیا جائے اور استدعا کی جائے کہ آپ ندوہ کی امداد کا یہ تواتر جاری رکھتے ہوئے شکرگذاری کا موقع دیتے رہیں، اس کے بعد مجلس انتظامیہ کا حسب ضابطہ انتخاب عمل میں لایا گیا اور بعض خاص اور اہم تجاویز پیش ہوکر پاس ہوئیں،

دفتر کے انتظامی امور پر غور کرتے ہوئے تجویز ہوا کہ چونکہ ندوہ کا سرمایہ اب اس قدر ہوگیا ہے کہ اس کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جائے، اس لئے خزانچی اور آڈیٹر کا تقرر عمل میں لایا جائے، چنانچہ موسومہ "علم الدین محمد حنیف قریشی اینڈ کو" خزانچی اور قریشی محمد عظیم صاحب گرداور قانونگو آڈیٹر مقرر ہوئے اور تجویز ہوا کہ سرمایہ امپیریل بنک میں جمع کیا جائے اور درآمد برآمد و آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے کے لئے مجوزہ نقشہ جات کے مطابق رجسٹر کھولدئے جائیں،

شہاب الدین

آنریری سکرٹری

# درسِ عبرت

از جناب مولوی عبداللہ صاحب عبد۔ مینجر سکول (رزاباد کراچی)

احمد ایک اچھے خاندان کا رکن اور وجاہت پسند آدمی تھا، اچھی ملازمت ملنے کے لئے جتنے علوم اور جن جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، اُن سے وہ محروم نہ تھا۔ مگر افسوس مذہبی تعلیم سے وہ قطعاً ناآشنا تھا۔ مغربیت اس کے تمام رگ وپے میں سرایت کر چکی تھی۔ وہ ایک آفس میں کلارک تھا۔ اس کی تنخواہ کے سوا دو سو روپے اس کے اخراجات کے لحاظ سے زیادہ تھے۔ اس سبب سے فیشن پرستی کو اور تقویت پہنچتی رہی۔ اچھے اچھے بوٹ۔ کوٹ۔ کالر غرض ہر وہ لباس جو ایک فیشن ایبل آدمی کے لئے موزوں ہو سکتا ہے، اس کے لئے ڈریسنگ روم میں تیار رہتا۔ وہ ہارمونیم اور گراموفون کا بھی دلدادہ تھا۔ ہر روز شام کو بے تکلفانہ اپنی بیوی کو پہلو بہ پہلو موٹر میں بٹھائے ہوئے ناٹک سینما، اور کلب گھر میں ناچنے کے لئے جاتا کرتا۔ اس کے کمرہ کی دیواروں کی زینت وہ حیا سوز عریاں تصویریں تھیں جنہیں دیکھ کر بے شرمی بھی کان پکڑتی۔ وہ گھر کے حالات سے بالکل بے خبر اور بے پرواہ رہا کرتا۔ اور اکثر رات کو دیر دیر تک اُن صحبتوں میں بیٹھنے کا عادی تھا۔ جہاں ہوس پرست عشاق عموماً شریک ہو کر اپنی جذبات نوازی کرتے ہیں۔

(۲)

حیرت ایک دولتمند مگر عیاش آدمی تھا۔ اس کے والد نے اس کے لئے لاکھوں کروڑوں کی جائیداد چھوڑی تھی، اس دولت نے جو کسی محنت و جانفشانی کے اس کے ہاتھ آئی اس کے ناپاک اور حرص و آز سے بھرے ہوئے خیالات کو اور ترقی دی۔ کسی عورت کو فریب دے کر۔ پیسے کا لالچ دکھا کر یا کسی قسم کا رعب ڈال کر اپنے ناجائز مطالبات پورے کرنا اس کا معمولی کام تھا۔ شہر بھر کی وہ عورتیں جنہیں حیرت کی سوسائٹی جامع المتفرقین کے نام سے پکارتی ہے۔ اس کی معاون اور ایسے کاموں کے لئے آلۂ کار تھیں۔ اس کے ناپاک خیالات اور حریص طبع کے ارادوں کو کامیاب اور بار آور بنانے میں ان کا بڑا حصہ ہوتا۔ ان کا فرصت کا وقت بجائے اس کے کہ کسی اچھے اور نیک کام میں خرچ ہوتا۔ شہر بھر کی کنواری لڑکیوں کے حالات دریافت کرنے پھنسانے کی ترکیبوں میں صرف ہوتا۔ اور اپنے ہر ارادے کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کرتا۔ اور ہر طریقہ سے حصول مدعا میں ساعی رہتا۔ وہ ایک حیوان تھا۔ انسان نہ تھا کیونکہ وہ مغلوب تھا۔ اور شہوت اس پر غالب۔ وہ اپنے نفس کے پھندے میں پورا پورا قید تھا۔ اور اس کے ہر حکم پر قطع نظر اس کے کہ وہ اچھا ہے، یا بُرا سب کچھ کرنے کو مستعد اور تیار تھا۔

(۳)

احمد کی بیٹی عاجزہ طفولیت کی منزلیں طے کر چکی ہے، اور اب پورے پورے عالم شباب میں ہے، آیام طفولیت میں کبھی کبھی والدین کے ساتھ کلب گھر کا تماشا دیکھنا اُسے یاد آجاتا ہے اور اب وہ بھی چاہتی ہے، کہ ایسی مجلسوں میں شریک ہو کر حصہ لے اور اپنے والدین کے ہر فعل و حرکت کو اچھی طرح دیکھتی ہے، ایسی نازک حالت میں اُسے ناول دیکھنے کا شوق بھی بے حد ہے۔ وہ ایسے ناول جن میں حسن وعشق کے قصے دکھائے جاتے ہیں۔ اور جو یقیناً اس لئے لکھے جاتے ہیں۔ کہ اُن کے جو عشق و محبت کرنا نہیں جانتے۔ رہنما بنیں۔ عاجزہ پر پورا اثر کر گئے، اس کے والد کے کمرہ کا نظارہ اسے اور مشتعل کر رہا تھا۔ اس کی جلتی ہوئی آگ پر اس کے والدین کا بے حجابانہ کلب گھر میں ناچنے کے لئے جانا اور اس کا تذکرہ بے شرمی

سے کرنا تیل کا کام کر گیا۔ وہ اِس بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے سے قاصر تھی۔ جو ہر ایک عورت میں ودیعت کر دی گئی ہے اور جسے ایسے مناظر بڑھانے کے لئے کافی ہیں، یہ حالات جو خیالات اِس کے دماغ میں پیدا کرتے اُنہیں دبانے سے وہ قاصر و مجبور تھی۔ اِس سے نہ رہا گیا۔ اِس کی نیکی کو شکست ہوئی، اور اب اُس نے تہیہ کر لیا۔ کہ خادماؤں میں سے کسی کو رازدار بنائے، اور اِس سے صلاح مشورہ لے۔ اُس کام کے لئے اُس نے نظیرن کو انتخاب کیا۔ اور اُسے اپنی حقیقت سے واقف کیا۔

(۴)

نظیرن حیرت کا دست و بازو تھی۔ اور یقیناً وہ عاجزہ کو ہی پھنسانے کے لئے ملازم ہوئی تھی۔ مدت سے اُسی اودھیڑبن میں تھی۔ مگر آج تک اُس کا کوئی چارہ نہیں چلا تھا۔ مکارہ و عیارہ نظیرن کا یہ پیشہ تھا۔ اور یہ بھی ایک ذریعہ معاش تھا۔ کہ وہ عصمت مآب لڑکیوں کو عبرت کی نظر کرتی۔ اس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور ایسی چاپلوسی کی باتیں کیں۔ کہ عاجزہ کی نظر میں اُس کی خیرخواہ بن گئی۔ اُسے ترغیب دلائی کہ وہ آج ہی اپنے والدین سے سیر کی اجازت لے۔ عاجزہ نے آزادانہ سیر و تفریح کی اجازت مانگی۔ اور بدقسمتی سے مل بھی گئی۔ کیونکہ اُس کے والدین اُس میں کچھ قباحت نہیں سمجھتے تھے۔

(۵)

حیرت کی نظیرن سے یہ سن کر بے انتہا مسرت ہوئی۔ کہ ایک اور عصمت مآب کی عصمت اُس کے حرص و آز کی قربان گاہ پر قربان ہونے والی ہے، نظیرن اپنی کارگذاری نہائیت مبالغہ آمیز الفاظ میں بیان کر رہی ہے، اور حیرت ہے کہ سرتاپا گوش بنا ہوا سن رہا ہے، آخر حیرت نے اِس جان بازی کے صلہ میں ۵ روپے کا نوٹ فی الحال نظیرن کی نذر کیا، اور یہ ٹھہرا کہ شام کو عاجزہ کو لے کر آئے،

شام ہوئی گاڑی تیار کی گئی، عاجزہ آج دولت حسن لٹانے کے لئے جا رہی ہے۔ گاڑی حیرت کے دروازہ پر روک لی گئی، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ عاجزہ اُتری، مگر نظیرن اُس کے ہاتھ پکڑے اس کو قعر مذلت میں گرانے کے لئے اُس کی رہنمائی کر رہی ہے۔ افسوس نظیرن کو اب بھی اِس کا احساس ہوتا کہ جو کام وہ کرنا چاہتی ہے، اِس سے زمین و آسمان اُس پر لعنت کر رہے ہیں۔ کاش عاجزہ بجائے اِس کے کہ نظیرن کو رازدار بنایا۔ کسی ایسے کو رازداں کیا ہوتا۔ جو اُسے راہ راست پر لاتا اور اِن ناپاک خیالوں کو اِس کے دماغ سے نکال دیتا۔

ایک سجا ہوا کمرہ۔ جس کی زیبائش و آرائش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا تھا۔ عاجزہ کو بٹھایا گیا۔ وہ کمرہ کو دیکھنے ہی میں مشغول تھی۔ کہ حیرت آ پہنچا۔ عاجزہ ایک غیر مرد کو سامنے دیکھ کر شرمائی، مگر حیرت سرعت پسند حیرت نے اُسے اتنا موقع ہی نہیں دیا۔ کہ وہ کچھ غور کر سکتی۔ اور اپنا مستقبل دیکھ کر اِن خیالات سے باز رہتی۔ جس کے لئے وہ یہاں لائی گئی ہے، اب وہ حیرت سے مانوس ہو چکی ہے، اتنا ہی نہیں وہ اِس سے محبت بھی کرتی ہے، مگر مکار و عیار حیرت فقط اِس وقت تک اِس پھول کی خوشبو لینے کے لئے تیار تھا، جب تک وہ اپنے اصلی بہار پر ہے، روزانہ کمبخت نظیرن کے طفیل سے یہ ملاقات ہوتی رہی۔

(۶)

نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیئے تھا۔ اور اب وہ وقت آگیا۔ کہ راز خود طشت از بام ہو جائے، پہلے عاجزہ کو اِس آنے والی بدنامی کا احساس ہوا۔ جس سے اب تک وہ بے خبر تھی۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ میری مدد کی جائے گی، پہلے نظیرن اور پھر حیرت کو اِس حقیقت سے آگاہ کیا۔ یہ معلوم ہوتے ہی حیرت کے چہرہ پر بے رحمی اور نفرت کے آثار نمایاں ہونے لگے، اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد شہید ستم عاجزہ حیرت کا منہ دیکھنے کو ترستی تھی۔ نظیرن کو بھی آنے والی آفت کو مد نظر رکھتے ہوئے، مجبوراً نوکری سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور اِس مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تن تنہا عاجزہ رہ گئی۔ اب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنے آپ کو لعنت ملامت کر رہی تھی، مگر اب کیا بن سکتا تھا۔ افسوس اب

وہ غمخوار نظریں اور مکار حیرت فقط تسلی دینے کے لئے بھی نہیں ہیں یہ راز کب تک چھپا رہنے کا تھا۔ عاجزہ کو اپنے خاندانی وقار کا پاس ہوا۔ اور اس نے تہیہ کر لیا۔ کہ کسی طرح وہ اپنے آپ کو ہلاک کر کے اپنے خاندانی ناموس کو داغ لگانے سے بچائے،

رات ہوئی اور یہی رات عاجزہ کی موت کا پیغام تھی۔ عاجزہ اپنے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں سعی کر رہی تھی۔ اور کسی کو خیال تک بھی نہ تھا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے والدین بدستور ناچ گھر میں گئے اور عاجزہ نے اس تنہائی سے فائدہ اٹھایا۔

صبح ہوئی مگر عاجزہ کے زندگی کی شام ہو چکی تھی۔ عاجزہ اپنے بستر پر مردہ پائی گئی۔ ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا کہ اس نے زہر پی لیا ہے۔ زہر پینے کی وجہ بھی ڈاکٹر سے معلوم ہوئی۔ افسوس عاجزہ کو دفن کر دیا گیا۔

کاش! اس کے والدین اپنی غلطی کا احساس کریں۔ کہ یہ فقط انہیں کی تعلیم تھی۔ جس نے عاجزہ کے دماغ میں ایسے ناپاک خیالات پیدا کئے، یہ کلب گھر میں جا کر ناچنے کا نتیجہ ہے، جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اگر وہ بے پردگی اور بے حجابی سے کام نہ لیتے تو بیچاری عاجزہ کی جان یوں ضائع نہ ہوتی۔ حیرت اور نظریں اٹھیں۔ اور دیکھیں کہ ان کے نفسانی خواہشات کو پورا کرنیکے خیال نے ایک انسان کی جان لی، وہ اب بھی سمجھیں اور اس افسانہ کے آئینہ میں اپنا عکس اور اپنی سیہ کاریوں کا نتیجہ دیکھیں۔

# انقلابِ زمانہ

(از جناب حاجی کنور محمد محفوظ علیخاں صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس سنبل ضلع مراد آباد)

غضب ہو گا اگر پردہ سے باہر بیبیاں ہونگی ۔۔۔ یہ سب آزاد ہو کر اک بلائے ناگہاں ہونگی
کھلے بندوں پھرینگی جب سر بازار غیروں میں ۔۔۔ سبک پردہ سے ہو کر اور یہ بار گراں ہونگی
تماشا مثل کٹھ پتلی دکھائیں گی زمانہ کو ۔۔۔ نہاں خلوت میں ہونگی اور جلوت میں عیاں ہونگی
پھرینگی صحبت اغیار میں بے پردہ جب ہو کر ۔۔۔ جو فخر قوم ہیں اب تک وہ ننگِ خاندان ہونگی
جنونِ عشق آزادی کے ہاتھوں دیکھنا اک دن ۔۔۔ کسی کے دامنِ عصمت کو لاکھوں دھجیاں ہونگی
ہزاروں منچلے جب ہونگے ان کے محو نظارہ ۔۔۔ یہ ہیں انسان آخر تو کسی پر مہرباں ہونگی
عبادت ایک حیلہ ہوگی پھر عصمت فروشی کا ۔۔۔ کہاں کے مسجد اور مندر خدا جانے کہاں ہونگی
نہیں آسان کچھ تقلید یورپ عقل کے دشمن! ۔۔۔ تجھے سمجھائے دیتا ہوں بہت دشواریاں ہونگی
انہیں کے رات دن چرچے رہینگے عشق بازوں میں ۔۔۔ بڑی بدنامیاں ہونگی بہت رسوائیاں ہونگی
جو ہیں پردہ کی باتیں ان کو پردہ ہی میں رہنے دو ۔۔۔ بہت ہی گل کھلینگے جب زمانہ پر عیاں ہونگی
جلا کر خرمنِ غیرت کو برقِ بے حجابی سے ۔۔۔ کہیں یہ مہرباں ہونگی کہیں نامہرباں ہونگی
اسی میں عافیت ہے یہ رہیں پوشیدہ پردے میں ۔۔۔ عیاں ہو کر اعزا کے لئے دردِ نہاں ہونگی

تصور ہی سے اے محفوظ میں تو کانپ جاتا ہوں
کہ اس سے خانہ آبادی میں کیا بربادیاں ہونگی

# تعارف

## سوانح حیات

### عالیجناب رئیس الاطبا مولٰنا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی نقشبندی مجددی امروہی طبیب خاص طبیہ کالج دھلی

(مرتبہ جناب سید علی احمد صاحب عباسی بی ایس سی آنرز علیگ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**وطن** امروہہ ایک نہائت مردم خیز شرفا کی بستی ہے، جو باوجود نکبت و فلاکت عامہ کے اب بھی بجا طور پر ایسی ہستیوں پر ناز کرسکتی ہے جنہوں نے اپنی حیات کا مقصد محض احیاء ملت اور خدمت بندگان خدا قرار دے رکھا ہے اور بلحاظ اپنی جامعیت کے ان سب کی قیادت اور سیادت کا سہرا حکیم صاحب کی ذات مقدس کے سر ہے،

**نسب** حکیم صاحب کا نسب بائیس واسطوں سے حضرت السید موسیٰ الناطق بالحق رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے، جو صاحبزادہ ہیں حضرت امیر المومنین الامام العباسی امین الرشید ابن امیر المومنین الامام ہارون الرشید رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے۔ حکیم صاحب اور ان کی اولاد کی ننہیال انصاریوں میں ہے،

**حسب** حکیم صاحب کے جد امجد حضرت مولانا شاہ سید احمد علی شاہ صاحب چشتی صابری قدس اللہ سرہ العزیز علائق دنیوی سے بے نیاز تھے۔ آخر عمر میں محض بہ نیت اتباع سنت شادی کی تھی، جن سے صرف ایک صاحبزادہ حکیم صاحب کے والد ماجد پیدا ہوئے، جنکی تمام تر تربیت و تعلیم و شادی وغیرہ ان کے نانا مولٰنا صوفی خ[illegible]ش صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ بانی مسجد جامع امروہہ نے کی، حضرت صوفی صاحب کا مزار مبارک بوجہ ان کی خدمات کے جامع مسجد امروہہ کے منارہ شمالی کے نیچے بنایا گیا ہے۔ حکیم صاحب کے جد امجد کو ان کے بھائیوں نے ان کے والد ماجد کے ترکہ میں صرف ایک جلد کلام اللہ کی دی تھی، جس کو حکیم صاحب کے والد ماجد مولانا سید علی محمد صاحب عباسی سر پر رکھ کر خوش خوش لے آئے تھے، لہٰذا دنیوی حیثیت آپ کے خاندان کی جو کچھ بھی قائم ہوئی اس کے ذمہ دار حکیم صاحب کے والد ماجد ہیں،

حکیم صاحب کے والد ماجد مولٰنا سید علی محمد صاحب عباسی بہت باوقار شخصیت کے آدمی تھے، ہمیشہ اعلیٰ طبقہ میں نشست و برخاست رکھتے تھے حضرت نواب وقار الملک مرحوم آپ کے خاص دوستوں میں تھے، لیکن ایک تو اکل حلال کی حتی الوسع کوشش میں اور دوسرے اپنے بچوں کی تعلیم میں اپنے مقدور سے زیادہ کوشش کرنے میں ہمیشہ عسرت کی زندگی بسر کی، مولوی سید محمد داؤد صاحب عباسی بی۔ اے علیگ کو نہائت فراخدلی سے انگریزی تعلیم دلائی۔ حالانکہ اس زمانہ میں ایسا کرنا کفر کے مرادف تھا۔ علی گڈھ کے اولڈ بوائز جانتے ہیں۔ کہ داؤد عباسی مرحوم کیا چیز تھے۔ ان کے دور کے دوست آجکل سب بڈھے ہیں لیکن جوانمرگ داؤد مرحوم کا آج بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں۔ گویا وہ ہاں زندہ ہیں۔ اور ان سے تعلقات قائم ہیں۔ سید داؤد مرحوم حکیم صاحب کے حقیقی منجھلے بھائی تھے۔ حکیم صاحب کی والدہ محترمہ قدس اللہ سرہا کی بھی عجیب شخصیت تھی۔ نہایت زہد و عبادت اُن کا مشغلہ تھا۔ اور باوجود کثیر الاولاد ہونے کے اُن کے معمولات روزانہ میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ نماز کے وقت اپنے بچوں کو کسی کے سپرد کرکے دور بھیجدیتی تھیں۔ کہ رونے کی آواز کان میں نہ آئے۔ اور کوٹھری بند کرکے نماز پڑھتی تھیں۔

غرض یہ ماحول تھا جس میں حکیم صاحب کی ولادت بتاریخ ۱۲ر شوال المکرم ۱۲۸۸ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح صادق ہوئے، حکیم صاحب کے جد امجد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید گنجشکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسم مبارک پر حکیم صاحب کا نام مبارک تجویز فرمایا۔

**تعلیم** حکیم صاحب کو انگریزی سے کچھ دلچسپی نہ ہوئی۔ اسلئے علوم دینیہ کی تعلیم کچھ دنوں امروہہ میں پھر دیوبند حاصل کی لیکن تکمیل حضرت مولنا شاہ سید احمد حسن صاحب قبلہ چشتی امدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے کی جو خلیفہ و شاگرد تھے، حضرت قاسم العلوم مولنا شاہ محمدؐ قاسم صاحب نانوتوی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد لیکن قبل از دورہ حدیث حکیم صاحب کو توجہ تحصیل علم طب کی طرف ہوئی، مدرسہ طبیہ کی نئی نئی بنیاد پڑی تھی۔ اور حضرت حاذق الملک بہادر حکیم ابو سعید عبد المجید خانصاحب احرازی رحمۃ اللہ علیہ اور افسر الاطبا حکیم محمد واصل خانصاحب احراری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ مسیح الملک بہادر حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب احراری رحمۃ اللہ علیہ خود درس دیا کرتے تھے۔ اُن ہی حضرات کے پاس مطب کیا۔ اور یہ تمام حضرات بے حد عنایت و محبت فرمایا کرتے تھے۔ اِس کے بعد جب وطن آئے، تو یہاں حدیث کی تکمیل کی۔

نواب سر محمد مزمل اللہ خانصاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای نے جب حضرت حاذق الملک بہادر سے ایک طبیب کی خواہش ظاہر کی۔ تو حضرت حاذق الملک اِس قدر جامع اور موثر الفاظ میں حکیم صاحب کی تعریف کی کہ نواب صاحب نے اُسی وقت تقرری کا حکم دے دیا۔ حضرت مسیح الملک بہادر آپ کے مجرّبات استعمال فرماتے۔ اور دوائے دق کے متعلق فخریہ فرمایا کرتے۔ کہ یہ میرے شاگرد فرید احمد کی ایجاد ہے، حضرت مسیح الملک کے ایک شاگرد نے بعد تحصیل علم طب عرض کیا۔ کہ حضرت کچھ اپنے خاص مجرّبات عنایت فرمائیں۔ تو حضرت مسیح الملک نے فرمایا کہ ایک میرے شاگرد فرید احمد ہیں کہ میں اُن کے مجرّبات استعمال کرتا ہوں۔ اور ایک تم ہو۔ کہ مجھ سے میرے مجرّبات مانگتے ہو۔ اور میری ہدایت کے موافق علاج بھی نہیں کرتے۔ حضرت مسیح الملک کو حکیم صاحب سے محض شاگردی و اوستادی کا تعلق نہ تھا۔ بلکہ کچھ ذاتی تعلق کچھ ایسا ہو گیا تھا۔ جس کو دیکھنے والے دیکھتے تھے۔ اِس کی وجہ وہ خلوص تھا۔ جو حکمت کو اپنے اساتذہ سے ہوتا ہے، چنانچہ حضرت مسیح الملک کی وفات پر لوگ اُسی طرح حکیم صاحب کے پاس آتے تھے۔ جس طرح اُن کے اعزا کے پاس جاتے تھے۔ حکیم محمد واصل خانصاحب بھی بہت عنایت و محبت فرماتے تھے۔

**تہذیب نفس** چونکہ ساداتِ قریش میں کچھ بالذات یہ قابلیت ہوتی ہے۔ کہ تھوڑی سی کوشش سے اِن پر انوارِ الٰہی کا نزول ہونے لگتا ہے، اِسی سے ایک قریشی کا قلب خود بخود اللہ کی طرف کبھی نہ کبھی ضرور رجوع کرتا ہے، اگر اِس کے باپ یا اِس کے دادا کو شرف ولایتِ باری تعالےٰ عزاسمہٗ حاصل ہو۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حکیم صاحب بچپن سے تسبیح و تہلیل کے عادی تھے۔ یہ آپ کے جدِ امجد کی توجہ کا اثر تھا۔ کچھ وہ زمانہ ہی ایسا تھا۔ امروہہ میں کیا شاید تمام اسلامی آبادیوں میں تہجد کے وقت صرف دو قسم کی آوازیں آیا کرتی تھیں یا تو چکی کی یا ذکر کی۔ حسرت ہے۔ کہ وہ زمانہ اب بھی عود کر یگا یا نہیں۔ اب تو بے جماعت بھی صبح کی نماز ہو جائے، تو سمجھتے ہیں۔ کہ ولادت حاصل ہو گئی۔ اور بے وقت ادا ہو۔ تو بھی ایک قابل فخر چیز سمجھی جاتی ہے۔ بعد تحصیل علوم عقلی و نقلی حکیم صاحب کی توجہ علم باطن کے حصول کی طرف ہوئی، اِس اثنا میں محلّہ کی مسجد میں دیکھا کہ حضرت مولنا شاہ سید محمد بہاؤ الدین علوی نقشبندی مجددی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ حلقہ فرما رہے ہیں۔ یہ صورت کچھ ایسی پسند آئی کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ سے حکیم صاحب نے بیعت کر لی حضرت شاہ صاحب قبلہ حکیم صاحب پر بے حد عنایت فرماتے تھے۔ اور نہ محض حضرت شاہ صاحب بلکہ آپ کے دیگر پیر بھائی اور بڑے حضرت کے خلفا بھی آپ پر مثلِ حضرت حافظ کرامت خانصاحب اور حضرت مولنا شاہ عبد الغفور صاحب رضی اللہ عنہم آپ پر اُسی طرح مہربان تھے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جلد از جلد متوجہ ہو کر حکیم صاحب کو مقاماتِ حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے انوار سے منور فرما دیا۔ اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے بعد وفات اپنے مرشد برحق حضرت مولنا شاہ عبد الرحمٰن خانصاحب شاہجہانپوری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ باوجود حاصل ہو جانے خلافت متعلقہ کے حضرت قطب الحرمین قبلہ عالم مولنا حاجی امداد اللہ صاحب چشتی رضی اللہ عنہٗ کی صحبت اختیار کی تھی۔ اور فرماتے تھے۔ کہ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ اب میرے

دو بازو ہو گئے ہیں - اس لئے گو حکیم صاحب کی تربیت روحانی مطابق طریق حضور مجدد صاحب رضی اللہ عنہٗ ہوئی، لیکن گاہے گاہے چشتیت کا زور ہو جاتا ہے، شاید یہ حکیم صاحب کے جد امجد کی تو خیر اور حضرت شاہ صاحب کے حضرت حاجی صاحب سے تعلق کی بنا پر ہے، تقریباً بیس برس بعیکم پور کی ملازمت کے بعد جب حکیم صاحب بایمائے حضرت مسیح الملک بہادر ۱۹۱۶ء میں بعہدہ وائس پرنسپل زنانہ طبیہ کالج دہلی تشریف لائے - تو حضرت مولٰنا و مرشدنا شاہ محی الدین عبد اللہ ابوالخیر فاروقی مجددی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی صحبت اختیار کی - حضرت صاحب نے ابتدا ہی سے حکیم صاحب کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کیا - اور اس قدر محبت فرماتے تھے - کہ حکیم صاحب کو اس پر بجا طور پر ناز ہے، حضرت صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سبحان اللہ آیت من آیات اللہ تھے - ھم قوم لا یشقی جلیسہم فکیف بمن صحبھم و احبھم و یحبونہ -

**تصانیف** ابتدائی تصانیف میں سیرۃ العباس اور مدار اعظم دو کتابیں ہیں - جن پر اعلیٰ حضرت سلطان العلوم شاہ دکن نظام الملک آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ کے دربار گہربار سے پانچ سو روپیہ کا گراں قدر انعام عطا ہوا - باقی سیرۃ جعفر طیار علیہ السلام کا سودہ جس میں نظر ثانی کی ضرورت ہے، سیرۃ آل عباس جس میں امیر المومنین الامام المنصور العباسی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ تک کے حالات ہیں طبع ہو چکی ہے، ایک چھوٹا سا رسالہ محققانہ سیادت کے بارے میں لکھا ہے، حقیقۃ السادت اس کا نام ہے، اور اس میں ثابت کیا ہے، کہ سید لقب قریش ہے - بنی ہاشم کا لقب شریف تھا - جس کو آج کل ہندوستان میں شاید دو چار ہی لوگ جانتے ہوں گے -

طبی تصانیف میں الصیدلیۃ الجمیلیہ حال میں ایک کتاب فن دوا سازی پر طبع ہوئی، ایک دستور العمل لکھا جا رہا ہے، جو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، ارادہ ہے، کہ انشاء اللہ تعالےٰ ایک سال کے اندر شائع ہو جا سکے - حال میں کتاب اجمل المفردات اور اجمل المرکبات دو حصوں پر منقسم ہے، شائع کر دی جائے گی - بہت کچھ اس کتاب کی بھی تکمیل ہو چکی ہے -

**شعر و سخن** حکیم صاحب کبھی کبھی شعر بھی کہتے ہیں، جو اکثر فی البدیہ ہوتے ہیں جس میں نظر ثانی شاید ہی کبھی ہوتی ہو - لطف صرف اُن اشعار میں آتا ہے - جو کسی کیف کی حالت میں لکھے گئے ہوں - زبان سادہ اور ہر قسم کے مبالغہ سے پاک ہوتی ہے - اور محض جذبات کی ترجمانی مقصود ہوتی ہے، اور رنگ ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے مثلاً

عشق حبیب پاک میں آئے مزا مجھے ٭ حاصل ہو خاص لذت خیرالوریٰ مجھے
دنیا کے خلفشار سے دل میرا پاک ہو ٭ اس سبز باغ کی نہ لگے کچھ ہوا مجھے
کثرت میں دیکھوں نور سے میں وحدۃ الوجود ٭ وحدت بکثرت آئے نظر برملا مجھے

---

وہ دل نہیں کبھی جی نہ ہو جو خدا کیساتھ ٭ وہ عشق کیا ہے جو کہ نہ ہو مصطفےٰ کیساتھ
جس دل میں سوز ہو نہ محبت کا ذوق ہو ٭ ایسے مرض کو ہر ہے بینک شفا کیساتھ
مذہب ہے میرا عشق طریقہ ہے صلح کل ٭ پڑ رہتے ایک سا معاملہ شاہ و گدا کیساتھ
میں ہوں مریض عشق بظاہر طبیب ہوں ٭ جائیگا یہ مرض نہ دوا و دعا کیساتھ
یا رب بصد نیاز یہ ہے آرزو مری ٭ روز جزا ہو حشر رسول خدا کیساتھ

---

جب اعلیٰ حضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ طبیہ کالج میں تشریف لائے - تو حکیم صاحب نے مندرجہ ذیل شعر فی البدیہ کہے - لیکن سنانے کا موقعہ نہ ملا -

طبیہ کالج کا بیشک اب ہوا عالی مقام ٭ گو کہ فن طب کا تھا پہلے ہی یہ دار السلام
ہیں جمیل ابن مسیح الملک اسکے سرپرست ٭ بار آور انکی کوشش ہو گئی با صد کرام
حضرت شاہ دکن تشریف فرما یاں ہوئے ٭ ہیں ثنا خواں جنکے ہر دم ملک میں سب خاص و عام
معدن جود و سخا بیشک ہیں سلطان العلوم ٭ با شریعت با طریقت با شجاعت با نظام
ہو توجہ طبیہ کالج پہ اب سرکار کی ٭ کام بنجائے ہمارا آپ کا ہو جائے نام
طالبان علم و فن را تکیہ گہ ہستی شہا ٭ راہ جویاں را توئی چوں بدر کامل در ظلام
یہ دعا عباسی عاجز کی یا رب ہو قبول ٭ حضرت شاہ دکن ہوں ہر طرح سے شاد کام

---

جب اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو یہاں بڑے بڑے بولنے والے لوگ موجود تھے - لیکن رعب شاہی سے سب خاموش تھے، صرف ایک ذات حکیم صاحب کی تھی - کہ آگے بڑھ کر اسلامی طریق پر سلام کیا - اور

ساتھ ساتھ اپنے مطب میں لے گئے، اور وہاں اپنے شفاخانہ کے متعلق ایک مختصر لکچر دیا۔ اعلیٰ حضرت بہت محظوظ ہوئے، لیکن افسوس کسی نے تعارف نہ کرایا کہ یہ حکیم فرید احمد عباسی ہیں، حالانکہ حکیم صاحب نے دوسروں کا تعارف کرایا۔ کہ آپ یہ ہیں اور آپ یہ۔ اعلیٰ حضرت نے ماءاللحم کی بوتلوں کو پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے۔ اسکا جواب دیا۔ رات کو حضرت مسیح الملک بہادر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ فرماتے ہیں۔ تم نے ماءاللحم کی بوتل اعلیٰ حضرت کے نذرانہ کی۔ چنانچہ دوسرے دن دو بوتلیں حضرت حکیم محمد جمیل خانصاحب کی خدمت میں بھجوا دیں۔ کہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش فرما دیں۔

**فنی خدمت** حکیم صاحب کو نباضی میں مہارت تامہ حاصل ہے۔ علاج میں ہمیشہ اس امر کا خاص خیال ہوتا ہے۔ کہ دوا سہل الحصول اور کم قیمت ہو۔ فنی بے تعصبی آپ کی مشہور ہے۔ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سید محمد احسن عباس ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن سے بعض انگریزی ادویہ کا طریقہ استعمال معلوم کرکے عرصہ دراز تک استعمال فرماتے رہے۔ لیکن جب اپنی ادویہ میں ان تمام دواؤں کا نعم البدل مل گیا۔ تو فنی خدمت کی وجہ سے انکا استعمال ترک کر دیا۔

حکیم صاحب کے طبی لطیفے بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ ایک صاحب تشریف لائے۔ ان کو بے انتہا کھانسی تھی۔ کھانسی کھانے کے بعد بڑھ جاتی تھی، اطباء ڈاکٹر صاحبان کا عرصہ دراز تک علاج کرتے رہے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ کیونکہ سب نے نزلہ یا کھانسی کا علاج کیا۔ حکیم صاحب نے سوال تجزی تشخیص فرمائی۔ دو دن کے علاج سے آرام آ گیا۔

ایک شخص استسقاء الصدر کا آیا۔ ڈاکٹر صاحبان و تقریباً آدھ گھنٹہ کی کاوش سے بذریعہ سماع الصدر یہ مرض تشخیص کیا۔ حکیم صاحب نے صرف نبض ملاحظہ فرمائی۔ اور یہی مرض تجویز کیا۔ مریض نے وجہ معلوم کرنی چاہی فرمایا کہ نبض میں موجیت بہت نمایاں ہے۔ لیکن پیٹ میں پانی نہیں معلوم ہوتا۔ یقیناً سینہ میں ہوگا۔ حکیم صاحب تمام امراض کو صرف انگلیوں پر تقسیم فرماتے ہیں۔ اور ہمیشہ تشخیص صحیح ہوتی ہے۔

محض قیام دہلی بعہدہ ہاؤس فزیشین طبیہ کالج دہلی تقریباً سوا لاکھ مرضی کا علاج کیا۔ جس میں بڑے بڑے موکر کے علاج مثل جذام۔ آتشک۔ برص۔ سل اور دق جیسے موذی امراض بھی شامل ہیں مریضوں کے ہجوم سے قطعاً نہیں گھبراتے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے ہر شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ایک صاحب کو تو مطب کی حالت دیکھ کر اتنی حیرت ہوئی۔ کہ انہوں نے اپنے گھر کو لکھا کہ حکیم صاحب کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا۔ تو پاگل ہو جاتا۔ اور مجھے حیرت ہے۔ کہ یہ کیوں نہیں ہو جاتے۔ ہر مریض کی طرف متوجہ ہونا۔ تشخیص و تجویز کے متعلق طلباء کو لکچر دینا۔ اور ہر مریض کے سوال کا شافی جواب دینا۔ اور پھر ان ڈور مرضی کا معائنہ اور دن میں کئی کئی دفعہ ان کی دیکھ بھال یہ روزانہ کے مشاغل ہیں۔

**سیاسی عقیدہ** حکیم صاحب صمیم قلب سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ جب تک مسلمان کم از کم ہمسایہ اقوام کی برابر منظم نہ ہو جائیں ان کو کسی تخریبی سیاسی تحریک میں حصہ نہ لینا چاہیئے۔ اور نہ گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کرنی چاہیئے۔ دوسری قوموں کے ساتھ معاملہ کچھ بھی ہو۔ لیکن مسلمانوں کو حکومت صرف اسی وقت مل سکتی ہے، جب کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ ذاتی تقوی و طہارت کی زندگی بسر کرے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ان فی ہذا لبلاغاً لقوم عابدین

اور اسی لئے حکیم صاحب کا عقیدہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو صرف تعمیری کام کرنے چاہئیں۔ مثلاً نماز باجماعت کا التزام تعلیم دینی و تعلیم سائنس اور دیسی ادویہ و البسہ کا استعمال بغیر اس کے کہ کسی قوم یا کسی ملک کے ساتھ عداوت رکھیں۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ، یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ۔ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون۔ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ہ اور جب مسلمانوں نے ایسا کر لیا تو اسکے آگے فرماتا ہے لا تحسبن الذین کفروا معجزین فی الارض وما وٰھم النار ہ ولبئس المصیر ہ۔

**مذہبی جذبہ** عقیدہ حکیم صاحب صلح کل ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ محبت

دیرینہ عادت آپ کا قدیم شیوہ ہے۔ البتہ اپنے بزرگوں اور آئمہ کی شان میں کسی شخص کی طرف سے بھی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے لیکن بیماری اور مشکل کے وقت ایسے شخص کی بھی دست گیری فرمانے میں دریغ نہیں فرماتے۔

**قومی جوش** قریش کی حالت ابتر کا آپ کو بے حد خیال رہتا ہے۔ اور ہر وقت اِس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح اِس قوم کو پھر عروج حاصل ہو۔ چنانچہ سیرۃ العباس اور سیرۃ آل عباس اور سیرۃ جعفر طیار اور حقیقۃ السادات و مدار اعظم محض اِس لئے لکھی ہے، کہ قریش اپنے بزرگوں کے حالات پڑھیں۔ اور سبق لیں۔ "ندوۃ القریش" کی تحریک آپ ہی کی ہے۔ خدا نے اس کو قبول فرمایا۔ اور قوم تیار ہوگئی ہے۔ اور اِس کا ندوہ قائم ہو۔ خدا کرے دوسری خواہش کہ ایک خالص قریشی سکول کی بھی بنیاد پڑ جائے۔ جلد از جلد بار آور ہو۔

اسکول کے متعلق انشاء اللہ کسی آئندہ صحبت میں تذکرہ ہوگا۔ اِس وقت تو مقصود محض ان جذبات کا اظہار ہے۔ جو حکیم صاحب کو اپنی قوم کے لئے ہیں، بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے دو چار جملہ ہدیہ ناظرین کئے جائیں۔

٭ چونکہ سادات قریش کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ اُن کے فضائل نسبی کو برباد کیا جا رہا ہے۔ اور شیخ کے لقب سے تنقیصاً ملقب کیا جاتا ہے، اور بعض فرقے ایسے پیدا ہوگئے ہیں، جنہوں نے اُن کے فضائل مٹانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ بلکہ اُن کی طرف ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرنا کہ عوام کے دلوں سے اُن کی عظمت نکل جائے اپنے فرائض دینیہ میں سے سمجھ رکھا ہے پھر بھی چونکہ یہ قوم خدا کی محبوب ہے، جو ذی علم حضرات ہیں۔ چاہے کسی خیال کے ہوں۔ وہ اس قوم کے فضائل بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتے.......... اب ضرورت ہے۔ کہ جس طرح پہلے زمانہ میں اُن کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اور سیدنا قصی بن سیدنا کلاب جد امجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سادات قریش کو مکہ معظمہ میں جمع کیا تھا۔ ہندوستان میں بھی ایسا اجتماع ہو۔ اور سب ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں، اور باقاعدہ اُس قوم کا نظام ہو جائے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے، قریش کی فلاح و بہبود پر الناس تبع القریش اِس لئے سب سے زیادہ اہم تنظیم قریش ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں تنظیم ہو جائے گی تو مسلمانوں کی تنظیم پھر یہ قوم اسی طرح کرے گی۔ جیسے آج سے تیرہ۱۳ سو سال پہلے کی تھی۔"

یہ ہیں وہ جذبات عالیہ جن کا اظہار حکیم صاحب نے مختلف جگہ فرمایا ہے، خدا کرے کہ "ندوۃ القریش" کی اسکیم کامیاب ہو جائے۔ جیسا کہ جناب مولانا سید محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر "القریش" اور مولانا سید نظیر حسین صاحب فاروقی نے بیڑا اُٹھایا ہے، اور قبائل قریش کے نسب کی چھان بین کی جائے۔ تا کہ باہمی تعلقات میں یگانگت ہو۔ اور نسبی تعارف ہو، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ ایسی ذاتیں جن میں خصائل رذیلہ عادۃً نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے ہیں، وہ اب قریش کا بانہ ڈھیلا دیکھ کر چاہتے ہیں۔ کہ "قریش میں بیٹھیں اُن کی قرشیت کا خاتمہ کر دیا جائے، تا کہ اشتراک عمل میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ وقت آئے گا کہ ہم محض اُن کو نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کو اپنے اندر ملا لیں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔ جب تک ہم میں خود کوئی ایسی طاقت نہ ہو جائے اور ہم میں جو بالذات جوہر میں وہ نمایاں ہو کر چمکنے نہ لگیں گے۔ ہم کسی دوسری قوم کو دعوت نہیں دے سکتے۔

اسکیمیں بہت بلند ہیں۔ صرف اقدام عمل کی ضرورت ہے، شل ہے۔ کہ ہمت کا حامی خدا ہے "ندوۃ القریش" نے اگر وہ صورت اختیار کر لی۔ جو ہمارا سب کا نصب العین ہے۔ تو سکول اور بیت المال بالکل معمولی چیزیں رہ جاتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارا اخبار القریش زندہ ہے۔ اور ہماری قوم کی خدمت کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر قوم کی شیرازہ بندی کے لئے کوئی نعمت نہیں خدا کرے کہ جلد اِس کی اشاعت ایسی ہو جائے، کہ ہفتہ وار اور روزانہ [illegible] حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ م

۴ بہرحال یہ خیالات ہیں۔ جو حکیم صاحب کے دل میں جاگزیں ہیں۔ خدا کرے کہ [illegible] ہے۔ کہ یہ ذات گرامی تادیر سلامت رہے۔ اور قوم کے نوجوان اُن کے دینی۔ علمی اور فنی فیوض سے بہرہ ور ہوں۔ آمین ۔ علی احمد عباسی خلف اکبر جناب حکیم فرید احمد عباسی ۔

# معصوم قیدی

## پہلا باب (۱)

نہ کچھ مضمون طرازی ہے نہ کچھ رنگین بیانی ہے
حقیقت حال سچا واقعہ سچی کہانی ہے

شکارپور کے چھوٹے سے بارونق اور پُر بہار قصبہ میں جمشید نامی ایک مشہور و معروف سوداگر جس کے پاس اپنا بیوپار کرنے کے لئے کافی سے زیادہ دولت موجود تھی۔ اقامت گزیں تھا، وہ کئی ایک رفیع الشان مکانات کا مالک تھا، اور اپنے ہاں کے تمام لوگوں میں ایک مالدار آدمی سمجھا جاتا تھا۔

متمول اور مالدار ہونے کے علاوہ وہ ایک گرانڈیل خوبصورت نوجوان بھی تھا۔ اُس کے سر کے چمکتے ہوئے سیاہ بالوں نے اُس کے حسن و جمال کو چار چاند لگا رکھے تھے، وہ ایک ظریف اور دل لگی باز تھا، اِس لئے اُس کے چہرہ پر ہر وقت خوشی کے آثار علائم نمایاں رہتے تھے،

جمشید کو سن نوجوانیت سے ہی بادہ خواری کی ذمیم خو پڑ گئی تھی، اور وہ اکثر زیادہ شراب پی کر آپے سے باہر ہو جاتا، اور شور دغل کیا کرتا تھا، لیکن جب اُس کی شادی ہوئی، تو اُس نے تائب ہو کر اپنی اِس کہنہ عادت کو بالکل ترک کر دیا، اور پھر کبھی ایسا کرنے کا نام تک نہ لیا،

ایک دفعہ موسم گرما میں تجارت کرنے کی غرض سے وہ ایک میلہ میں شریک ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، کہ اُس کی بیوی نے اُس کو جانے سے منع کیا اور کہا۔

"تم آج مت جاؤ۔ کیونکہ میں نے تمہاری بابت ایک نہایت بُرا خواب دیکھا ہے"

"شاید تم مجھ کو جانے سے اِس لئے باز رکھتی ہو، کہ میں میلہ میں جاکر بے نوشی میں مشغول ہو جاؤں گا"

"نہیں مجھے اِس بات کا اصلا خوف نہیں ہے، میں جس سے ڈرتی ہوں، وہ یہ ہے، کہ گذشتہ شب میں نے عالم خواب میں تمہارے سر کے تمام بال برف کی مانند سفید دیکھا ہے۔ میرے نزدیک اِس کی تعبیر منحوس ہے"

"سر کے بال سفید ہونا تو ایک خوش قسمتی ہے، مجھے میلہ میں ضرور شرکت کرنی چاہیئے" جمشید نے تبسم ہو کر اپنے خاص طرز انداز میں جواب دیا "میں تمام اشیاء فروخت کر کے تمہارے لئے کچھ سوغات لاؤں گا" چنانچہ اُس نے خاندان کے افراد کو الوداع کہی اور مادر وطن سے رخصت ہو گیا، ابھی تھوڑی دُور کے فاصلہ پر ہی پہنچا ہو گا، کہ اُس نے ایک اور سوداگر سے جس کو وہ پہلے سے ہی واقف تھا، ملاقات کی، پرتپاک اور پرجوش معانقہ و معانقہ کے بعد دونو نے ایک پختہ سرائے میں قیام کیا، اِدھر اُدھر کی باتیں چلائیں، پھر چائے پی۔ اور کچھ رات گذرے بستر استراحت پر لمبی تان کر نیند کے مزے لینے لگے،

جمشید تاخیر سے سونے کا عادی نہ تھا، اِس لئے اُس کی طبیعت قدرے مضطرب رہی۔ اور وہ رات بھر میں چند ساعات کے لئے بھی نیند سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو سکا، پایان کار صبح صادق نمودار ہونے سے پیشتر اُس نے اپنے کوچوان کو بیدار کیا، اور ابھی آفتاب عالم تاب حجلۂ مشرق میں اپنے چہرہ سے غبار آلودہ نقاب اُٹھانے بھی نہ پایا تھا، کہ اُس نے اپنا سفر جاری کر دیا۔

چند امیال کا عرصہ طے کرنے کے بعد دوپہر ہوئی، گرمی کی شدت اور دھوپ کی تیزی کے باعث کوچوان نے گھوڑے کو گھاس چرنے کے لئے کھول دیا، جمشید نے غلاف میں سے اپنی ملفوف ستار نکالی اور ایک گھنے درخت کے سایہ تلے بیٹھ کر اُس کو بجانا شروع کیا، اِس دوران میں تین پہوں

والی ایک سرخ گاڑی رونما ہوئی۔ جس میں سے ایک پولیس کپتان اور دو سپاہی بغتۃً گھبرائے ہوئے نیچے اترے اور جمشید کے قریب آکر اس طرح گویا ہوئے،

"تم کون ہو اور کس جگہ سے آرہے ہو؟"

"کیا آپ میرے ساتھ کچھ چائے وغیرہ پیئنگے" جمشید نے پوچھا

"پولیس کپتان نے جمشید کی اس لایعنی بات کا ذرا خیال نہ کیا، اور علے الاتصال اس پر سوال کرتا چلا گیا"

"تم نے پچھلی رات کہاں کاٹی ہے؟"

"تم تنہا تھے یا تمہارے ہمراہ تمہارا کوئی اور رفیق بھی تھا"؟

"کیا تم نے اس صبح دوسرے سوداگر کو دیکھا ہے؟"

"تم سحر ہونے سے پہلے سرائے کو چھوڑ کر کیوں بھاگ آئے؟"

"آپ ایسی بری طرح میرے ساتھ کیوں پیش آرہے ہیں؟"

جمشید نے متعجب ہو کر کہا "میں کوئی چور یا رہزن نہیں ہوں۔ اپنی تجارت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ مجھ کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں ان بوقلموں سوالات کا ترکی بہ ترکی جواب دوں"

"تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس ضلع کی پولیس کا اعلے افسر ہوں" کپتان نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ "وہ سوداگر جس نے تمہارے ساتھ پچھلی رات بسر کی تھی، آج صبح سرائے میں مقتول پایا گیا ہے، ہم اس حادثہ کی تفتیش کے لیے اتنی دور چلکر آئے ہیں، تم اپنی تمام چیزوں کی تلاشی دو۔ تاکہ ہمیں قاتل کا کوئی سراغ ملے"

(باقی آیندہ)　　(فیض محمد فیض لدھیانوی)

## تار ایک

جن [illegible] قومی [illegible] الفرنیش کی ممبری کی استدعا کی گئی ہے [illegible] کہ وہ قبول رکنیت سے قومی خادم [illegible] فرما دیں

[illegible]

# گلدستۂ رنگین

مرتبہ فیض لدھیانوی

جل رہا ہوں آتش فرقت سے ماتم چاہیئے
میرا ہر محبت جگر شمع مزار عشق ہے
(دلشہر)

غم گیتی کو میں طوفان صہبا میں ڈبو دونگا
کہ پھر مہرباں ہے آج کل پیر مغاں میرا
(لطیفی)

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
(میر تقی)

پاؤں کے چھالوں سے کانٹوں کی بجھائی پیاس
آج جنگل میں بھی ساقی دور پیمانہ چلا
(اختر کاشمیری)

فطرتاً وہ کام والا بھی نہ تھا
عشق سے فرصت اگر ملتی تو اچھا کام تھا
(احسن)

دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے میری آہ و فغاں
کاش یہ راز محبت میرے مرنے پر کھلے
(اختر شیرانی)

سبب ہر ایک مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی ساری دنیا کو میں کیونکر راز داں کر لوں
(تاجور)

دنیا کی ترقی ہے اس راز سے وابستہ
انسان کے قبضے میں سب کچھ ہے اگر دل ہے
(علامہ صفی)

ہم مٹ کے ہوئے خاک نہیں ان کو خبر بھی
بس دیکھ لیا جذب محبت کا اثر بھی
(نوح ناروی)

[illegible]
[illegible]
([illegible])

[illegible]
[illegible]
([illegible])

آہ جن کے واسطے ہم ہو گئے برباد بھی
بھول کر کرتے نہیں ہم کو کبھی وہ یاد بھی
(فیض)

# عظیم الشان دار الصحافت

## اولسٹائن

جن لوگوں کی نظر جرمنی کی اُن مخفی قوتوں پر ہے، جو جنگ عظیم کے بعد ایک بڑی چٹان کے نیچے دب گئی ہیں، اُن کو یقین کہ جونہی چٹان ٹوٹی جنگ سے پہلے والی جرمنی پھر زندہ ہو جائیگی اور اس کی یہ زندگی اپنی سطوت و قوت کے اعتبار سے پچھلی زندگی سے کسی طرح کم نہ ہوگی، میدان جنگ سے نکلنے کے بعد نہ تو اُس کے طبعی ثروت کے خزانوں میں کوئی کمی آئی، اور نہ اُن شخصی صفات میں سرمو تغیر ہوا جن کی بدولت دنیا میں وہ ایک بلند ترین حکومت تسلیم کی گئی۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ جنگ کے مصائب و آلام نے اُس کی اُن طاقتوں کو اور جلا دے دی ہے، جو اس کے عزائم اور حوصلوں کے اندر کارفرما تھیں۔ جس طرح ایک حوصلہ مند اور اولوالعزم نوجوان زمانہ کی گردشوں اور درد کی آزمائشوں سے ثبات اور استقلال کا سبق پاتا ہے، اسی طرح زندہ قوموں کے حوصلہ کار و جوش عمل کے لئے مصیبت سب سے بڑی محرک ہے۔

آج کا برلین چند سال پہلے والے برلین سے بالکل مختلف ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں قوت و نشاط کی ایک نئی جلوہ گری ہے، ادب صناعت، تجارت کے تمام بازار اپنی تمام پچھلی رونقوں اور چہل پہل کے ساتھ کھل گئے، اس نمایاں فرق کو برلین کی سڑکوں پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالنے والا بھی محسوس کر سکتا ہے، شوارع پر آنے جانے والوں کا ہجوم، دوکانوں میں گاہکوں کا اژدحام تھیٹروں اور تماشہ گاہوں میں تماشائیوں کی کثرت، لباسوں کی رنگا رنگی اور بوقلمونی، یہ تمام باتیں آنے والی بہار کا پتہ دے رہی ہیں، کاش ایسا ہوتا کہ ہم اپنے قارئین کو ان تمام مناظر کی سیر کرا سکتے، لیکن آج ہم صرف جرمنی بلکہ یورپ کے سب سے بڑے "دار الصحافت" کے مختصر حالات پیش کرتے ہیں، ممکن ہے آئندہ دوسرے حالات بھی پیش کرنیکا موقع ملے۔

جرمنی میں اس وقت صحافت کے تین بڑے کارخانے ہیں اولسٹائن۔ موسی۔ شیرل۔ یہی تینوں وہاں کی رائے عام پر حکومت کر رہے ہیں، اور ان میں مقدم الذکر کی سطوت و نفوذ کا رقبہ بہت وسیع ہے، جرمنی اخبارات اپنی شکل و صورت میں ہمارے اخبارات سے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں، عموماً وہاں کے اخبارات کا حجم ہمارے اخبارات کے مقابل میں کم ہوتا ہے، جس سے پڑھنے میں نہایت سہولت ہوتی ہے، جرمنی میں تقریباً تمام اخبارات جماعتی ہیں۔ شاید ہی کوئی اخبار ایسا ہو جو کسی جماعت سے نسبت نہ رکھتا ہو۔ برخلاف اس کے فرانس اور انگلستان میں بہت سے آزاد قومی جرائد نکلتے ہیں۔ جن کو لوگ نہایت شوق سے خریدتے ہیں، اور ان میں سے بعض ڈیڑھ ملیون (۱۵ لاکھ) دو ملیون تک چھپتے ہیں، حالانکہ جرمنی اخبارات میں اکثر ایسے ہیں۔ جو نصف ملیون سے زیادہ نہیں چھپتے ہفتہ وار اخبارات نسبتاً تعداد میں زیادہ ہیں، اور اُن کو لوگ نہایت ذوق سے پڑھتے ہیں، اس لئے اُن کی اشاعت بہت زیادہ ہوتی ہے،

اولسٹائن برادرس کا کارخانہ ترقی یافتہ طباعت اور صحافت کا ایک نہایت عظیم الشان کارخانہ ہے، اس کی عظمت نہ صرف یورپ بلکہ امریکہ کے کارخانوں کے مقابل میں بھی مسلم ہے، اس کارخانہ کی ملکیت چار آدمیوں کو حاصل ہے، اور یہ سب حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے باپ نے یہ عمدہ کارخانہ اپنی میراث میں چھوڑا تھا۔ جو بعد میں ان لائق فرزندوں کی کوشش اور حسن عمل سے ایک عالم بن گیا، ان چاروں بھائیوں نے اس کارخانہ کے انتظام و انصرام کو باہم تقسیم کر لیا۔ ایک نے اس کے اڈیٹوریل اسٹاف کی نگرانی کی تمام ذمہ واریاں قبول لیں۔ دوسرے نے صنعتی شعبہ کو سنبھالا۔ تیسرے نے انتظامی امور کی دیکھ بھال کی، چوتھے نے تصفیہ معاملات کا کام

اپنے متعلق لے لیا۔ اور اتحاد و یک جہتی کے ساتھ کارخانہ کو اس قدر فروغ دیا۔ کہ آج ایک دنیا ان کی حیرت انگیز کامیابی پر حیرت زدہ ہے، جرمنوں کی ترتیب و نظام تقسیم عمل اور نظافت کے افسانے کا بہت سنے گئے ہیں۔ مگر اسکا اصلی اندازہ اس کارخانہ کو دیکھنے کے بعد ہو سکتا ہے، جسوقت تم اس کارخانہ میں داخل ہوگے تمہیں ہزاروں آدمیوں کا ایک جنگل نظر آئے گا۔ مگر وسیع و عریض عمارات کے کسی کونہ میں کہیں تم کو روشنائی کا ایک دھبہ یا کاغذ کا کوئی پھینکا ہوا ٹکڑا نظر نہ آئے گا۔

ذیل کے اعداد سے اس کارخانہ کی اہمیت کا کسقدر اندازہ ہو سکتا ہے،

(۱) اولسٹائن کی تمام متعلقہ عمارتیں ۷۰۰۰۰ میٹر مربع میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(۲) کل ۸۲۵۳ آدمی کام کرتے ہیں، اس میں سے ۲۰۱۲ اڈیٹوریل اسٹاف سے متعلق ہیں۔ ۲۴۴۲ پریس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۳۷۹۰ اخبار فروش اور ایجنٹ ہیں

(۳) ۲۲۰ نامہ نگار ہیں۔ ان میں سے ۱۸۶ جرمنی کے مختلف حصوں میں متعین ہیں۔ اور ۳۴ دوسری حکومتوں کے دارالسلطنتوں میں،

(۴) اس کارخانہ میں ۱۸ مختلف زبانوں میں تحریر اور گفتگو ہو سکتی ہے۔

(۵) ۵ ہزار پونڈ ماہوار یہ کارخانہ محکمہ ڈاک کو اپنی مراسلات کی اجرت ادا کرتا ہے،

(۶) اس کارخانہ کا اڈیٹوریل اسٹاف ٹیلیفون کے ۹۲ نمبروں کے واسطے سے شہر سے تعلق رکھتا ہے، ۱۴۵ شاخیں اس کے علاوہ ہیں۔ جو کارخانہ کے دوسرے محکموں سے متعلق ہیں۔

(۷) پچھلے سال اس میں کچھ زیادہ ۲ ملیون پونڈ کا کاغذ صرف ہوا اور ۶۳۵ ٹن روشنائی خرچ ہوئی۔

(۸) مختلف اغراض کے لئے ۲۹۱ مشینیں ہیں۔

(۹) یہ کارخانہ ایک ہی وقت میں ایک روزانہ اخبار کے ۲ لاکھ ۶۰ ہزار نسخے نکال سکتا ہے،

(۱۰) حمل و نقل کے اغراض کے لئے اس کارخانہ کے پاس ۱۰۳ موٹریں۔ ۲ اسٹیمر ۳ ہوائی جہاز ہیں۔

(۱۱) اس کارخانہ سے ۱۰ روزانہ اخبارات شایع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۱۷۴۴۰۴ ہے۔ ۴ ہفتہ وار اخبار شایع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۱۹۳۶۸۱۰ ہے۔ ۵ ماہوار رسایل شایع ہوتے ہیں۔ ان کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۲۲۳۸۲۴۰ ہے۔

(ترجمہ)

# تندرستی کا راز

فرماتے ہیں بغور سنو حضرت علی　　کھانے کے بعد کھانا کبھی بھولکر نہ کھا
صحت کے انتظام میں ہلچل سی مچ گئی　　ہاں شرم شرم پیٹ ہے کیوں اسقدر بھرا
ہیں تین فقرے کھولدیا جس نے راز طب　　کیا کہنا ہے حضور کے اس اختصار کا
کم کھاؤ بعد کھانے کے ہرگز نہ کھاؤ تم
ہے نام احتیاط ہی کا صحت و شفا

(حریم)

# میری سرگذشت

## تاریخی رنگ میں

## قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات

### نمبر ۳

ایک زمانہ تھا۔ جب کہ موجودہ بلوچستان کا بہت بڑا حصہ اور منادعہ امرائے عرب کی نو آبادیاں تھیں۔ ابن حوقل لکھتے ہیں۔ کہ منصورہ اور ملتان اور دیگر اضلاع میں عربی اور سندھی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اور مکران میں مکرانی اور فارسی۔

خلفائے عباسیہ بغداد کے عہد حکومت میں اگرچہ سندھ کی دو بڑی ریاستیں ملتان اور منصورہ تھیں۔ جن کے امیر مطلق العنان تھے، اور خلیفہ کی صرف روحانی بزرگی اور عظمت ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن ان ہر دو ریاستوں کے علاوہ مغرب میں چند چھوٹی چھوٹی اور ریاستیں بھی تھیں۔ مثلاً (۱) ریاست توران (موجودہ جھالاوان) جس کا حاکم منتظم۔ قاضی اور سپہ سالار ابوالقاسم سکنہ بصرہ تھا۔ (۲) ریاست قصدار (موجودہ خضدار) اس کا حاکم ایک عرب حسین بن احمد سکنہ کیکانان (قیقنان) تھا۔ اور نماز میں خطبہ خلفائے عباسیہ کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔

تاریخی طور پر قیقنان یا موجودہ نال ایک ہی ہیں۔ میں نے اسے ۱۸۹۹ء کے موسم سرما میں اس وقت دیکھا۔ جب کہ میں پولیٹیکل ایڈوائزر قلات کے دفتر فارسی کا سررشتہ دار (سپرنٹنڈنٹ) تھا۔ نال ۲۷ درجہ ۴۰ دقیقہ شمالاً۔ اور ۶۶ درجہ ۴۸ دقیقہ شرقاً سطح سمندر سے ۴۲۸۳ فٹ بلندی پر واقعہ ہے، نال علاقہ جھالاوان میں ایک لمبی وادی ہے۔ جو ایک فراخ قطعہ اور اونچی پتھریلی پہاڑیوں سے جو اس کو۔ گدر۔ انجیرا اور خضدار کی وادیوں سے جدا کرتی ہیں۔ اُن زیرین پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی ہے، جو اس کو "جاؤ" سے علیحدہ کرتی ہیں۔ اس کی لمبائی قریباً تیس میل ہے۔ اور اس کی چوڑائی سات میل کے قریب۔ سال کے اکثر حصے میں نال کی آب و ہوا خوشگوار اور صحت بخش ہے۔ شمالی پہاڑیاں بعض اوقات سخت سردیوں میں برف سے ڈھک جاتی ہیں، اور سرما میں عموماً سخت ہوائیں چلتی ہیں، اس کی اہمیت اس لئے ہے۔ کہ اکثر رستے جو ملک کی بڑی بڑی گذرگاہوں میں سے ہیں، یہاں سے نکلتے ہیں، قلات سے بیلہ کا راستہ براہ باران لک۔ اور کچھی سے مکران کا راستہ یہاں پر ملتے ہیں، یہاں سے پنجگور کی طرف براہ رغائی راستہ نکلتا ہے، اور رخشان اور خاران کو براہ بیسیما۔ اور اُرمارا کو براہ علاقہ میرواڑی۔ گاؤں کو "بجال تا شہر" (بقال کا شہر) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، نال (قیقنان) اب سردار کہیرا خاں بیزنجو کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

(۳) ریاست مکران۔ جس کا حاکم عیسےٰ بن معدان تھا، اس کی دارالریاست کیز تھی، جو وسعت میں ملتان سے نصف تھی۔

مکران ۲۳ھ میں بعہد خلافت جناب حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فتح ہوا۔ اور اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ چوتھی صدی ہجری تک خلفائے بغداد کے ماتحت رہا مدت مذکورہ کے بعد خلیفہ القادر باللہ کے عہد میں مکران کا حاکم معدان مطلق العنان ہو گیا، جس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں ابو العساکر اور عیسےٰ کے مابین تنازع ہوا، اور امیر افغانستان مسعود بن محمود غزنوی نے ۴۲۱ھ میں صلح جاری کر دیا، اس کے بعد مکران افغانستان کے ماتحت رہا۔ حتےٰ کہ چنگیزی مظالم نے حکومت افغانستان کو برباد کیا۔ مکران بلوچستان کے [illegible] حصے کا نام ہے، جو بحر عرب

# استخفافِ مذہب

## نام لیوانِ اسلام کا اسلام سے استہزا

قرآن حکیم کی نص صریح کے خلاف نام لیوایان اسلام نے بعض غیر مآل اندیش مسلمانوں کے غلط اور لغو مشورہ سے متاثر ہو کر ۱۹۱۹ء میں شردھانند جیسے دشمن دین کو دہلی کی شاہی مسجد کے منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ دینے کا موقع دیا۔ چالاک اور وقت شناس ہندو نے اس وقت کے [illegible] اور اسکی کاپیاں کثرت کے ساتھ تقسیم کیں۔ اور جب وہ وقت ہوا کے جھونکے کی طرح گزر گیا۔ ہندو مسلم اتحاد کی کڑیاں ٹوٹ گئیں۔ تحریک [illegible] مذہبی تخالف کی [illegible] تفریق نے ہندو مسلمانوں میں حد درجہ بگاڑ [illegible] دیا۔ تو اسی شردھانند اور اس کے حواریوں نے اسلام کے خلاف علم عداوت بلند کیا۔ اور میدان ارتداد میں علی الاعلان کلمہ گویان خدا کو منحرف کرنے کو لوٹا۔ ہندو جرائد اور ہندو مہاسبھا کی رپورٹیں اگر غلط نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ منبر مسجد اور مسند آئمہ پر کھڑا ہونے والے شردھانند نے سینکڑوں سادہ لوح مسلمانوں کو ارتداد کے تلاطم خیز سمندر میں غرق کر دیا۔ یہ تھا نام لیوایان اسلام کا اسلام سے استہزا اور یہ تھی منافقین کی دوست نما دشمنی۔

## غلطی کا اعادہ

شردھانند کو مسجد کے منبر پر کھڑا کرنے کا خمیازہ بھگتنے کے باوجود مسلمانوں کی چشم عبرت و بصیرت وا نہ ہوئی۔ اس لئے اب انہوں نے ایک بار اور اسی سنگین غلطی کا اعادہ کیا ہے۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۳ء کو نماز جمعہ کے بعد جامع خیر الدین امرتسر میں سیاسی تقریریں شروع ہوئیں۔ مقررین میں کرتار سنگھ نامی ایک سکھ بھی تھا۔ جس نے خطیب کے منبر پر کھڑا ہو کر سامعین سے تقریر کی۔ سامعین میں غیر مسلم بکثرت موجود تھے۔ اور ایک کی یاد دلی کر کرتار سنگھ کے منبر پر کھڑا ہونے کے خلاف صدائے [احتجاج بلند] کرتا۔ کہاں ہیں علمائے دین۔ کہاں ہیں مفتیان شرع متین کہاں ہیں علمبرداران اسلام۔ آہ مسلمان در گور و مسلمانی در کتاب

## دین متین خطرہ میں

کہاں ہیں وہ علمائے شریعت؟ کہ جو جمعیۃ العلماء ہند میں [illegible] یا ایھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام [illegible] قرآن کریم کا کیا مفہوم ہے؟ اور شردھانند کو مسجد کے منبر پر کھڑا کر کے سیاسی تقریر کرنے کی اجازت دینا [illegible] کا مصداق ہے یا نہیں؟ اور دیدہ و دانستہ نص قرآنی کی صریح خلاف ورزی کی گئی ہے یا نہیں؟ تو بتایا جائے کہ کسی دباؤ، کسی اثر، یا کسی طمع و لالچ سے چشم پوشی کرنیوالوں کے لئے شرعی حد کیا ہے؟ اور کیا اب یہ پوزیشن ہے کہ آپ شارع اسلام اور [illegible] کی حیثیت سے کوئی فتوے صادر کریں۔ اور مسلمان اسکو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آزادی کے چکر میں ایمان لا رہے ہیں، دین قیم سے آزاد ہو ہو کر پہلے ہند بانگ بے ہنگام سے اسوہ حسنہ سے سرتاسر سرتابی کر کے اسلامیہ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اور مفتی و مولوی خاموش

انا للہ وانا الیہ راجعون

## نعرۂ تکبیر بند

جنگ آزادی کے بعد سوراج آشرم سے جو مسلمانوں کو دیئے جانے والے ہیں، ان کی باقاعدہ شروع کر دی گئی ہے۔ چنانچہ

مہندر گوپال سنگھ سکرٹری کانگرس کمیٹی جنڈیالہ (امرت سر) کی بارگاہ سے ۲ مئی ۱۹۳۹ء کو جاری ہوگیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "سیاسی جلسوں میں "نعرۂ تکبیر" اللہ اکبر کی گونج پیدا نہیں کی جاسکتی، واقعہ کی اجمالی کیفیت یوں ہے، کہ متلاشیان آزادی کا ایک قافلہ جب جنڈیالہ پنچا۔ اور قانون شکنی کا ڈھول پیٹنے کے لئے جلسہ منعقد ہوا۔ اور تقریروں کے دوران میں "ست سری اکال" اور "بندے ماترم" کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونجنے لگی۔ تو ایک مسلمان نے "نعرۂ تکبیر" کی صدا بھی بلند کردی۔ یہ سنتے ہی جناب صدر مہندر گوپال سنگھ کے کلیجہ پر سانپ لوٹ گیا۔ ابھی "اللہ اکبر" کے متبرک الفاظ منہ سے نکلنے نہ پائے تھے۔ کہ آپ بے تاب ہو کر کرسئ صدارت سے اٹھے، اور بالفاظ بلند کہا۔ کہ ایسے جلسوں میں "نعرۂ تکبیر" نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کی تصدیق اور

## عینی شہادت

کے لئے ان والنٹیروں سے پوچھو۔ جو اس جلسہ میں شریک تھے، اور اس تفرقہ انگیز اور جگر سوز حکم کے سننے پر بھی مسلمان ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ لیکن وہ زندہ ہیں، اور مسلمان ہیں۔ ایسے مسلمانوں کو مبارک ہو۔ کہ نعرہ اللہ اکبر کی تنسیخ سے سوراج کی پہلی پیشکش انہیں عطا ہوگئی۔

آگے آگے دیکھئے ملتا ہے کیا،

سیاسی جلسوں میں "بندے ماترم" کی صدائیں بلند ہوسکتی ہیں "ست سری اکال" سے فضا گونج سکتی ہے، لیکن نعرۂ تکبیر سے پیٹ میں درد اٹھتا ہے، اور اس پر مسلمانوں سے شرکت کی تمنا جاری ہے، کیا کانگرس کے فریب خوردہ مسلمان اس شرمناک تفریق پر بھی دشمنان دین کی ان گہری چالوں کو جو مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام کو چشم زخم پہنچانے کے لئے کھیلی جارہی ہیں، سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ ؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

# خسرو دکن کا اہم اعلان

سکندر آباد ۲۶ مئی، اعلیحضرت شہریار دکن نے ہندوستان کی موجودہ بدامنی کے متعلق حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے:-

ہندوستان کے ہر ایک بہی خواہ کیطرح مجھے بھی اس ملک کے تازہ ترین واقعات کی رفتار سے سخت تشویش و اضطراب پیدا ہورہا ہے، قوم ایک ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی ہے، کہ اگر میں اس سے زیادہ خاموشی اختیار کئے رہوں تو میں نہ صرف اپنی ریاست بلکہ ہندوستان اور قلمرو برطانیہ کی طرف سے جو فرائض مجھ پر عائد ہوتے ہیں، انکو ادا کرنے سے قاصر سمجھا جاؤنگا خصوصاً اس حالت میں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے ہم مذہب ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان کی آئندہ حکومت بحیثیت مجموعی نازک حالت سے گذر رہی ہے، میری رہنمائی کیلئے چشم براہ ہیں۔ اس نازک موقع پر ہر ایک کی اور بالخصوص ان لوگوں کی جو ذمہ داری اور اعتماد کی حیثیت رکھتے ہیں، یہی کوشش ہونی چاہئیے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کے مسئلہ کے حل کے متعلق کوئی ایسی تجویز سوچیں، جسے ہر ایک فرقہ اور ہر جماعت کے معقول پسند اشخاص پسند کریں، اور جو بالعموم ہندوستان کی خوشحالی اور مستقل قیام امن کی بہترین ضامن ہو، اس مقصد کیلئے لندن میں ایک گول میز کانفرس منعقد ہونیوالی ہے، حکومت برطانیہ کا وفادار حلیف ہونیکی حیثیت سے میرا ارادہ ہے، کہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کیلئے میں اپنی ریاست اور خاندان کی طرف سے مناسب حصہ لوں، چند ماہ ہوئے میں نے ایک عام جلسہ میں ان جذبات کا اظہار اور اس حکمت عملی کا اعلان کیا تھا۔ جو میں اختیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کانفرنس کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے، کہ ہندوستان کے تمام فرقہ اور جماعتیں متحد ہوکر اپنے اپنے مطالبات دوستانہ یکجہتی کی فضا میں پیش کریں، میں ہندوستان کے تمام باشندوں اور بالخصوص مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں، کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ انکی مشترکہ بہبودی۔ پر امن ترقی اور آئندہ نظام حکومت میں ایسے تحفظات بہم پہنچانے میں موقوف ہے، جن سے تمام اقوام اور مفادات کو مادر وطن میں جائز اور مناسب درجہ حاصل ہوسکے اسلئے ہر ایک کو لازم ہے۔ کہ ایسی کوششوں کو ملیا میٹ کرنیکے خلاف کمربستہ ہوجائے، جو امن کی نبیادوں کو تباہ کرنیکے لئے کی جارہی ہیں، اور ملک یا اپنے اپنے صوبے کی قائم شدہ حکومت کی امداد صف آرا ہوجائے، جہانتک میرا تعلق ہے، میں اپنے بزرگوں کی طرح ان عہدناموں پر عمل کرونگا، جو میری ریاست اور حکومت برطانیہ کے درمیان ہوچکے ہیں، ان عہدنامہ میں لکھا ہے کہ فریقین کے دوست اور دشمن دونوں کے دوست اور دشمن سمجھے جائینگے، میں ہمیشہ اسی اعلان پر کاربند رہا ہوں۔ اور انشاءاللہ ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہونگا۔ (ا۔پ)

# وہ سب کچھ کر سکتا ہے جسے یقین ہو کہ میں کر سکتا ہوں

ترجمہ مضمون مویٹ مارٹون از مولوی شفیع الدین صاحب نیر ماڈرن ہائی اسکول دہلی

ستمبر ۱۸۶۲ء میں جب ابرہام لنکن نے امریکہ میں غلاموں کی آزادی کا ابتدائی اعلان شائع کیا تھا۔ تو اُس نے انیسویں صدی کے اُس مقدس ترین کارنامہ کے متعلق اپنے روزنامچہ میں یہ الفاظ لکھے تھے "میں نے خدا کے حضور میں عہد کیا تھا کہ میں اِس کام کو کر کے چھوڑوں گا" اور کون ہے جسے اِس بات میں شک ہو۔ کہ اِسی عزم صمیم نے اِس عجیب و غریب انسان کے جوشِ عمل میں اضافہ کر دیا۔ اور جس کام کے کرنیکا اس نے ارادہ کیا تھا۔ اُسے انجام کو پہنچانے کی قوت اس کی رگوں میں بھر دی۔ احمقوں نے اسکا مذاق اُڑایا دشمنوں نے اُسے دھمکیاں دیں۔ دوستوں نے اُس کی رفاقت سے منہ موڑ لیا۔ مگر اِن میں سے کوئی چیز بھی لنکن کے قدم میں لغزش نہ پیدا کر سکی۔ اور اُس کے اس اعتماد میں کبھی ذرا سا بھی فرق نہ آیا۔ کہ وہ اپنی قوم کی اسکی تاریخ کے سب سے بڑے مرحلے میں رہنمائی کر سکتا ہے

نپولین۔ بسمارک اور اسی نوع کے اور بڑے بڑے کام کرنے والے سب اپنی ذات پر اعتماد رکھتے تھے۔ اِسی اعتماد کی بدولت ان لوگوں کی قوتیں دگنی تگنی بلکہ چوگنی ہو جایا کرتی تھیں۔ لوتھر ویزلے اور سیونرولا کی عظیم الشان کامیابیوں کا راز بھی اِسی اعتماد علی النفس میں مضمر تھا۔ اِس پاک اعتقاد، اور اپنے مقصد کے متعلق کامیابی اِس یقین کے بغیر کیسے آ سکتی ہے۔ کہ جان دارک جیسی دہقانی دوشیزہ فرانسیسی فوجوں پر حکومت کر سکتی تھی؟ اِسی مافوق الانسان خود اعتمادی نے اس کی قوت و طاقت کو ہزاروں گنا بڑھا دیا۔ اُنکہ خود بادشاہ کو بھی اِسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور وہ شاہی فوجوں کو اِس طرح میدان جنگ میں لے گئی کہ گویا وہ سب ناسمجھ بچے تھے۔

ولیم پٹ نے اپنے عہدہ وزارت سے موقوف کئے جانے پر صاف الفاظ میں ڈیوک آف ڈیون شائر سے کہہ دیا تھا۔ کہ "میں جانتا ہوں۔ کہ اُس ملک کو میں ہی تباہی سے بچا سکتا ہوں۔ اور کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا"۔ بینکرانٹ کا بیان ہے، کہ گیارہ مہینے تک مسلسل انگلستان کی کرسی وزارت خالی پڑی رہی۔ بالآخر شاہ انگلستان اور درباری امرا کو پٹ کی فوقیت تسلیم کرنی پڑی۔ اور عنانِ وزارت جو اُس کے ہاتھوں سے لے لی تھی پھر اُسی کے سپرد کر دی۔

بنا بریں ڈزرائیلی کو اپنی لیاقت اور قابلیت پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ اور یہی شئے تھی، جس کی وجہ سے انگلستان والوں کو اسکی فضیلت کا اعتراف کرنا پڑا۔ حالانکہ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ کہ یہ ایک قابل نفرت یہودی سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ انگلستان کی پارلیمنٹ میں مسٹر ڈزرائیلی تقریر کر رہے تھے، دوسرے انگریز ارکان اس تقریر کا مذاق اُڑا رہے تھے، وہ اسقدر غل مچا رہے تھے، کہ انہیں اپنی تقریر کو جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ وہ اُس وقت مجبوراً بیٹھ گئے، مگر بیٹھتے بیٹھتے اتنا کہہ دیا کہ "اگرچہ آپ حضرات میری تقریر نہیں سن رہے ہیں۔ تاہم ایک زمانہ آئے گا۔ کہ آپ اِسے سُننے پر مجبور ہونگے" اُن کو اپنی قوت پر کامل بھروسہ تھا۔ جس نے آگے چل کر انہیں انگلستان کا وزیر اعظم بنایا۔ اور جو لوگ ابتدا میں اُن کی تقریر کا مضحکہ اُڑایا کرتے تھے، نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ اُن کی تقریر سُننے پر مجبور ہوئے، پریسیڈنٹ روس ولٹ (Roosevelt) کی کامیابی کا باعث زیادہ تر وہی اعتماد تھا۔ جو اُن کو اپنی ذات پر تھا۔ وہ بھی اپنی ذات پر ایسا ہی کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ جیسا کامل بھروسہ نپولین کو اپنی ذات اور شخصیت پر تھا۔ پریسیڈنٹ مذکور کے افعال میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی۔ جس کو بزدلی۔ یا بے دلی پر محمول کیا جا سکے۔ اُن کی زندگی کے کارناموں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ جو کام بھی انہوں نے کیا۔ وہ اُس پختہ یقین اور کامل اعتماد کے ساتھ کیا۔ جس کی وجہ سے کسی کام کو

شروع کرنے سے قبل ہی آدمی کو کامیابی نظر آ جاتی ہے، در حقیقت یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ ثابت عزم راسخ رکھنے والوں کیلئے ہر قسم کی آسانیاں بہم پہنچاتی ہے، اور پختہ ارادہ رکھنا

# متفرقات

## حضور نظام کی تازہ فیاضیاں

اعلیحضرت شہریار دکن نے حال میں اپنے چشمۂ فیض وکرم سے مندرجہ ذیل تحریکوں کی آبیاری کی ہے۔

| | |
|---|---|
| علی گڈھ یونیورسٹی یک مشت | دس لاکھ روپیہ |
| " " " سالانہ | ساٹھ ہزار روپیہ |
| جامعہ ملیہ دہلی یک مشت | پچاس ہزار روپیہ |
| " " " سالانہ | بارہ ہزار روپیہ |
| مسجد فلسطین کی مرمت کے لئے | ایک لاکھ روپیہ |
| والیانِ ریاست کے تحفظ کیلئے | ایک لاکھ روپیہ |
| تعمیر مسجد لنڈن کے لئے | پندرہ لاکھ روپیہ |

کیا فیاضی کی اس فہرست میں کوئی مد ایسی ہے۔ جس کو فضول یا غیر ضروری کہا جا سکے؟ کیا اس سے والی دکن کی روشن ضمیری واحساس صحیح کا ثبوت نہیں ملتا؟ کیا اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فرمانروائے دکن کی دریا دلی صرف مفید سمتوں میں نمودار ہوتی ہے، اور بعض دوسرے والیانِ ریاست جن مشاغل میں اپنی ریاستوں کا روپیہ برباد کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی ہوا بھی شاہ دکن کو نہیں لگی؟

## حضور نظام اور برٹش گورنمنٹ

اعلیحضرت نے صرف قومی اداروں ہی کو مستحق امداد نہیں سمجھا۔ بلکہ برٹش حکومت کو بھی ہمیشہ دل کھول کر امداد دی ہے ہم اس کی تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| قرضۂ جنگ | ایک کروڑ ۲۸ لاکھ ۹ ہزار ۶ سو روپیہ |
| مصارف فوج دکن بارس ۲ء / حیدرآباد امپیریل سروس | ایک کروڑ ۲۵ لاکھ |
| متفرق امداد - - - - - - - - - - | ۸۳ لاکھ |
| سامان حرب - - - - - - | ۱۰ لاکھ |
| امداد بحری - - - - - - - - - - | ۱۵ لاکھ |
| الاؤنس گرانی جنگ - - - - - - - - | ۱۱ لاکھ |

اِس کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً حضور نظام حکومت برطانیہ کو امداد دیتے رہے ہیں، اور اس طرح اپنے آپ کو برطانیہ کا "یار وفادار" ثابت کرتے رہے ہیں، اِس بنا پر برطانیہ کا فرض ہے۔ کہ وہ حضور ممدوح کے ساتھ محبت آمیز دوستی اور خیرخواہی کا سلوک کرے۔

## نستعلیق ٹائپ

ٹائپ کے رواج نے دنیا میں معیار طباعت بلند کر دیا ہے، اور اُس کے حسن وخوبی نے جو غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے، اِس سے ہندوستانی مطابع اب تک محروم ہیں۔ ایک زمانہ سے انفرادی طور پر یہ کوشش کی جا رہی تھی۔ کہ ہندوستان میں ٹائپ کو رواج دے کر اردو کے معیار طباعت کو بھی بلند کیا جائے، لیکن اس کوشش میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب ہمیں یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی ہے۔ کہ دکن کے علم نواز اور معارف پرور تاجدار اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ نے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی طرف توجہ شاہانہ منعطف فرمائی ہے، اور عبدالکریم صاحب نے نستعلیق ٹائپ تیار بھی کر لیا ہے ہم اعلیحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن سے درخواست کریں گے۔ کہ جسطرح بنائے علم وادب پر اعلیحضرت کے دوسرے بیشمار احسانات ہیں، اُسی طرح نستعلیق ٹائپ کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے متعلق بھی کافی توجہ فرما کر ہندوستان کے اردو مطابع پر ایک احسان عظیم فرما کر اردو کو کس پرسی سے نجات دلائیں

## قومی اخبارات کی امداد

گورداسپور سے ایک اخبار "مہاجن سماچار" کے نام سے نکلتا ہے، اُس کو مہاجن سبھا آٹھ سو روپیہ سالانہ مدد دیتی ہے۔ اردو ڈشن گزٹ اروڑ بنس سبھا کا اخبار ہے، اور ہر سال اِس کو ایک معقول رقم اخبار کے لئے وقف کرنی پڑتی ہے، کھتری سبھا کا

آرگن ہے۔ بھائی مذکور نے اپنے مقاصد کے پروپیگنڈا کے لئے چار سو روپے علیحدہ چندہ جمع کیا ہے، اور وہ پروپیگنڈا اخبار ہی کے ذریعہ ہوگا۔ کھتری قوم کی تاریخ مرتب کرانے کے لئے ایک علیحدہ رقم منظور ہوئی ہے، راجپوت گزٹ کے ایڈیٹر ٹھاکر سنگھ امداس صاحب کو گذشتہ سے پیوستہ سال شملہ میں قوم کی طرف سے ایک تھیلی ان کی خدمات کے عوض نذر کی گئی تھی، مبارک ہیں وہ اخبارات اور قومی مصنف جن کی اپنی قوم اور اپنی برادری کی طرف سے عزت افزائی ہوتی رہتی ہے، اور قابل قدر ہیں اس قوم کے حیات افروز جذبات جو اپنے خدام کی قدردانیوں کا احساس رکھتی ہے۔

## ہندو مسلم فسادات

ڈھاکہ - مونگیر - کلکتہ اور چٹاگانگ سے ہندو مسلم فسادات کی افسوسناک خبریں آئی ہیں، ... تو آتشزدگی اور لوٹ مار کے واقعات بھی ہوئے، ۲۵ مئی کی صبح کا فساد بہت سخت تھا۔ کئی آدمی زخمی ہوئے، ایک مسلمان کی لاش بازار سے پائی گئی، ضلع مونگیر صوبہ بہار سے ایک موضع میں جہاں صرف ایک ہی مسلمان کا گھر ہے، اس گھرانہ کو زبردستی گوشت کھانے سے منع کیا گیا۔ اور ہندو لاٹھیاں لے کے آگئے، گھر میں ... مرد اور تین عورتیں تھیں سب زخمی پڑے ہیں۔

## زندہ قوموں کی نشانی

زندگی کا ثبوت کیا ہے؟ کیا محض کثرت تعداد کسی قوم کی زندگی کا ثبوت سمجھی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہندو قوم ہم سے تعداد میں زیادہ ہے۔ لیکن اگر اس میں وہ روح نہ ہو۔ جو قوموں کی قومیں بناتی ہے۔ تو اس کی کثرت کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے، چند سال ہوئے، کہ سردار بھگت سنگھ وزیر پونچھ کی بیوہ نے ایک ہائی سکول اپنے خرچ سے جاری کیا تھا۔ اب اطلاع ملی ہے، کہ سردار ہردت سنگھ رئیس راولپنڈی کی بیوہ سردارنی نانکی دیوی نے زنانہ دستکاری اور زنانہ سکول کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے دیا ہے، مسلمانوں میں بھی لاکھوں مرد اور عورتیں موجود ہیں، لیکن کبھی آپ نے اس قدر عظیم الشان فیاضی اور صحیح فیاضی کا واقعہ کبھی ایک مسلمان مرد یا عورت کے متعلق سنا؟ جب اس قسم کے واقعات عام ہو جائیں گے، جب ہماری قوم میں زندگی کی حقیقی روح پیدا ہو جائے گی۔

## علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کی وفات

یہ خبر ہر جگہ رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی، کہ علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی بی ای۔ کے آئی۔ والدہ محترمہ جناب نواب صاحب بھوپال قلب کی حرکت بند ہو جانے سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علیا حضرت کے حواس آخری وقت تک قائم رہے، اور آپ نے نہایت سکون قلب کے ساتھ اپنی جان عزیز جہاں آفرین کے سپرد کی آخری لمحہ میں آپ نے اپنے محبوب فرزند نواب صاحب بھوپال کو ان الفاظ میں برکت اور دعا دی کہ میں اب اس دنیا سے رخصت ہوتی ہوں۔ اور تمکو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتی ہوں

## نمکدانِ ظرافت

**بیوی** - پیارے گھر میں چور ہے، میں نے اسکے پاؤں کی آہٹ سنی ہے،

**خاوند** - رہنے دو بیداری کی حالت میں! صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس چور کو پکڑوں گا۔

**بیٹا** - ابا آپ نے فرمایا تھا۔ کہ اپنے سے چھوٹوں کو نہیں مارنا چاہیئے!

**باپ** - ہاں کہا تو تھا۔

**بیٹا** - تو مہربانی کر کے ذرا ماسٹر صاحب کو بھی یہ ہدایت کر دیجئے

**جج** - ملزم سے تمہارے صفائی لینے ہوئے، جو تمہارے پاس ہے۔ پیش کرو۔

**ملزم** - جناب جو کچھ میرے پاس تھا۔ وہ تو وکیل کی نظر کر چکا!

ایک شخص ہر روز لائبریری میں جاتا ہے۔ اور ایک کتاب نکلوا کر اسے سامنے رکھ کر خوب ہنستا۔ لائبریرین نے ایک دن وجہ معلوم کرنی چاہی۔ تو اس نے کتاب میں سے ایک تصویر دکھا کر کہا۔ دیکھو یہ آدمی اس لڑکے کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اور ابھی تک پکڑ نہیں سکا۔

**سپاہی**:- کمبخت! سڑک میں کیوں پڑا ہے، اپنے گھر جا!

**چنڈوباز**:- جناب تمام شہر میرے سامنے چکر لگا رہا ہے، جب میرا گھر آنے لگا۔ کود پڑوں گا۔

# بزم قریش

مخدومنا مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی الہاشمی اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ کہ میری قوم میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ ندوۃ القریش کے قیام کی سخت ضرورت تھی، اس کیلئے سالہا سال سے میں کوشش کر رہا تھا۔ اور دعا کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، کہ ندوہ قائم ہونے کی صورت نظر آئی ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے، جب میں قاضی سید نظیر حسین صاحب فاروقی کے مضامین دیکھتا ہوں۔ کہ انہوں نے مراثیت کے متعلق مضمون لکھا۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو تندرست رکھے، آپ ہی کی ذات ہے، کہ جس نے قوم کے بیدار کرنے میں حصہ لیا ہے۔

---

ایس۔ اے امین الدین صاحب قریشی حیدرآباد دکن سے لکھتے ہیں، کہ صحیفہ گرامی "القریش" مطبوعہ اپریل سنہ میری نظر سے گذرا اس کی تعریف سے زبانِ قلم قاصر ہے، ہر حالت میں اور ہر لحاظ سے موجودہ اردو رسائل میں وہ ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، مجھے یہ دیکھ کر بحد مسرت ہوئی۔ کہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام بفرمان خسروی جاری ہے، حقیقت میں یہ شاہ ذی جاہ کی علم پروری اور معارف نوازی کا ایک بہترین ثبوت ہے، حضور والا نے ایک طرف ملکی نونہالان کو اس بہترین و نایاب صحیفہ سے استفادہ کرنے کے لئے مدارس میں جاری فرمایا۔ تو دوسری طرف "القریش" کی امداد و اعانت فرما کر عدیم النظیر فیاضی و کریم النفسی کا ثبوت دیا ہے۔

دعا ہے، کہ "القریش" محترم و معزز ایڈیٹر کے ہاتھوں میں پھلے اور اپنے زرّیں مقاصد میں کامیاب ہو۔

---

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں، کہ برادر محترم قریشی عبدالغفور صاحب نے اپنی نیک دلی اور حسن اخلاق کی بنا پر میرے لئے حیاتِ جاودانی کی۔ جس تمنا کا اظہار فرمایا ہے، وہ اُن کی برادرانہ محبت و ہمدردی کا ثبوت ہے۔ خدائے عزّ و جل ہم سب کو ہمدردی و یکجہتی کی توفیق دے۔ آمین

(۲) عزیز ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی کی شبیہ از دیاد مسرت کا باعث ہوئی۔ لاریب آثار زیرکی از ناصیہ او پیدا۔

(۳) ندوۃ القریش کا آپ کے معیت اور رہنمائی میں بعض قومی خدمت کے لئے آمادہ سفر ہونا مبارک فال ہے۔ کامیابی و نصرت نصیب ہو۔ ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا۔

---

گذشتہ اشاعت اعلان مندرجہ "القریش" مطبوعہ ۱۷ اپریل کے مطابق مرضی التوا میں رہی۔ کوشش کی گئی تھی۔ کہ ناغہ نہ ہو۔ لیکن ان مصروفیتوں میں جن کا ذکر اعلان مذکور میں کر دیا گیا تھا۔ اس قدر وقت ہی نہ مل سکا۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام اس کے لئے ہمیں معذور سمجھیں گے۔ اور اس معذوری و عذر خواہی کو حق بجانب سمجھتے ہوئے تشکر و امتنان کا موقع دیں گے۔ کیونکہ یہ کام یعنی "ندوۃ القریش" کی تاسیس زیادہ مقدم خیال کی گئی تھی، اور دردمندانِ قوم یقیناً ہمارے اس خیال سے متفق ہوں گے۔

---

جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ مہربانی کر کے اپنا اپنا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں۔ اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو اپنے ارادہ سے دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔

---

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل نہ ہوگی۔ مینیجر